مجموعۃ وَصَایَا الامام

......امام اعظم کی......

وصیتیں اور نصیحتیں

تصنیف امام أبو حنیفہ نُعمان بن الثابت رضی اللہ عنہ

امام اعظم رحمہ اللہ کی مختلف تلامذہ اور متعلقین کو وصیتوں
کا مستند اور جامع ترین مجموعہ اور اردو ترجمہ

جمع وتالیف

مفتی رشید احمد العلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان

مجموعة وَصَايَاالامام

......امام اعظمؒ کی ......

وصیّتیں اور نصیحتیں

تصنیف امام أبوحنیفه نُعمان بن الثابت رضی اللہ عنہ

امام اعظمؒ کی مختلف تلامذہ اور متعلقین کو وصیتوں
کا مستند اور جامع ترین مجموعہ اور اردو ترجمہ

جمع وتألیف

مفتی رشید احمد العلوی

مکتبہ دارالمعارف العلویہ

اردو بازار لاہور

سلسلۂ اشاعت: معارف الامام، نمبر:۴

نام کتاب: امام اعظم کی وصیتیں اور نصیحتیں

نام مصنف: امام ابوحنیفہ

نام محقق: رشید احمد العلوی

نام ناشر: مکتبہ دار المعارف العلویہ

قیمت کتاب: 250:00

تاریخ اشاعت: ۸ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ/۳۱ اگست ۲۰۰۵



ملنے کے پتے

فون # 0300 4117020 & 0425747542

mufti_rashid@yahoo.com

muftirashid@gmail.com

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
مکتبہ المیزان اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کسی انسان کی عظمت اس کے اچھے کردار وسیرت پر منحصر ہے لیکن سیرت وعظمت کارناموں کی اہمیت پر منحصر ہے اور سیرت وکردار میں جب تک رفعت عمل نہ ہو تو اچھی صورت باوجود اچھی ہونے کے کسی تعارف کی بلندی سے موصوف نہیں ہوسکتی۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد العلوی ایک علمی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں جنہیں اللہ تعالی نے بڑی صلاحتوں سے نوازا ہے جو زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کئے بغیر دین متین کی خدمات میں کوشاں ہیں خطابت وتدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق وتصنیف کا سلسلہ بھی جاری ہے اور جدید ذرائع ابلاغ (انٹرنٹ)کے ذریعے اشاعت دین کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت موصوف کی کتاب ''امام اعظم کی وصیتیں او نصیحتیں'' کا بالاستعاب مطالعہ کیا اس میں صاحب کتاب نے بڑی محنت اور محبت کے ساتھ امام صاحب کی قیمتی نصیحتوں کو کتا یک جا کردیا ہے جس میں عربی متن کے ساتھ ساتھ ترجمہ اور مختصر تشریح بھی موجود ہے لہذا یہ کتاب عوام اورخواص میں یکساں مفید ونافع ہے

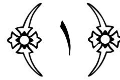
اس کتاب کے مطالعے سے جہاں امام صاحب کی شخصیت وکردار نمایاں ہوتے ہیں وہاں یہ کتاب عوام وخواص کے لئے زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے خصوصا علماء کے لئے ایسی قیمتی وصیتیں ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو دین ودنیا کی عظیم سعادتیں نصیب ہوجائیں نیز ایک عالم کو اپنی کردار سازی کا موقعہ ،زندگی گزارنے کے اصول ،امامت وخطابت کی ذمہ داریوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور اشاعت دین کی ترغیب ملتی ہے

کتاب کا اسلوب بیان نہایت پاکیزہ وشستہ ہے اور تحقیقات اپنے اکابر کے طرز پر عمیق اور انیق ہیں نیز ان وصایا پر محنت کرنے والے اکابرین کا ذکر خیر حضرت کی دین داری اور دیانت داری کا بین ثبوت ہے،اللہ تعالی حضرت کی عمر دراز فرمائے اور فیض کو تا قیامت جاری اور قلم کو ہمیشہ حق گوئی کے لئے قبول فرمائے امید ہے اہل حق خصوصا علماء وطلباء اس مجموعہ کی قدردانی کریں گے؛

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

(مولانا)محمد زاہد خطیب سیکٹر:بی ڈیفنس لاہور کنٹ

فہرست



تمہید

قال محمد بن الحسن

تَعَلَّمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ زَیْنٌ لِاَّھْلِہٖ وَ فَضْلٌ وَعُنْوَانٌ لِکُلّ الْمَحَامِدٖ

علم حاصل کیا کرو کیونکہ عالم کے لئے اسکا علم زینت، دوسروں پر فضیلت اور قابل تعریف بننے کا علم ایک اہم ترین عنوان ہے۔

وَکُنْ مُسْتَفِیْداً کُلَّ یَوْمٍ زِیَادَۃً مِنَ الْعِلْمِ وَاسْبَحْ فِیْ بُحُوْرِ الْفَوَائِدٖ

اور ہر روز علم میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے والا بن جا اور ہر وقت علمی فوائد کے بحرِ بے کراں میں غوطہ زنی کرنے والا بن کر رہا کر۔

تَفَقَّہُ فَاِنَّ الْفِقْہَ اَفْضَلُ قَائِدٖ اِلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَأَعْدَلُ قَاصِدٖ

اللہ عزوجل کے دین میں فقاہت پیدا کیا کر کیونکہ دین میں فقاہت کا ہونا نیکی اور تقوے کے راستے کا بہترین راہبر اور راہ اعتدال کا بہترین اصول ہے۔

ھُوَالْعِلْمُ الْھَادِیْ اِلٰی سُنَنِ الْھُدٰی ھُوَالْحِصْنُ یُنْجِیْ مِنْ جَمِیْعِ الشَّدَائِدٖ

علم ایسی دولت ہے جو راہ ہدایت کی راہبری کرتا ہے اور ایسا مضبوط قلعہ ہے جس میں داخل ہونے سے آدمی اپنی تمام مشکلات سے نجات پا لیتا ہے۔

فَاِنَّ فَقِیْھاً وَاحِداً مُتَوَرِّعاً أَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٖ

بلاشبہ اکیلا فقیہ جو متقی بھی ہو وہ شیطان کے مقابلے میں ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ الطیّبین واصحابہ المصطفین ومَن تبعہ الی یوم القیامۃ والدّین برحمتك یا ارحم الراحمین

نصیحت یا وصیت کرنے کا رواج اتنا ہی قدیم ہے جتنا اس صفحۂ ہستی پر انسان کا وجود قدیم ہے اور تاریخ میں ہمیں بے شمار ایسے موقعے ملتے ہیں جب مقدس لوگوں نے اپنے متبعین کو درست زندگی اور کامیاب آخرت کے حصول کے لئے متعدد وصیتیں اور نصیحتیں فرمائی ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ عزّوجلّ نے حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْقَالَ لُقْمَانُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔

اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے اے میرے بیٹے اللہ عزّوجلّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اس لئے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اور حضور اکرم ﷺ سے بھی لاتعداد وصایا منقول ہیں جنکو محققین نے کئی جلدوں میں مدوّن کردیا ہے۔

نصیت کرنا سنت رسول ﷺ بھی ہے آپ نے فرمایا:

الدّین النصیحه قیل لمن قال للّٰه ولرسوله ولائمة المسلمین

دین سراسر خیرواہی کا نام ہے،آپ سے پوچھا گیا کس کے لئے ؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کے لئے اور اسکے رسول کے لئے اور تمام ائمہ اسلام کے لئے

نصیحت اصل میں دوسروں کے لئے دل میں خیرخواہی کا جذبہ ہونے کا اظہار ہے جو شخص جتنا زیادہ خیرخواہ ہوگا وہ اسی قدر اپنے تلامذہ اور متعلقین کو نصیحت کرے گا ۔ امام اعظم کی پوری علمی عملی اور مالی زندگی دوسروں کے لئے خیرخواہی کا مرقعہ تھی یہی وجہ ہے کہ ہر خاص وعام، دوست ودشمن اور اپنا یا غیرامام اعظم کی خیرخواہی کا اقرار کرتا ہوا نظر آتا ہے ۔

امام اعظم کی خیرخواہی کے بارے میں امام زفر کا فرمان ہے:

جالست أباحنیفة أکثر من عشرین سنة فلم أر أحداً أنصح للنّاس منه ، ولا أشفق علیه منه ، وکان یذلّ نفسه للّٰه ، أمّا عامّة النّهار فهو مشتغل فی العلم وفی المسائل وتعلیمها ، وفیما یسئل من النّوازل وجوابتها ، واذا قام من المجلس عاد مریضاً ، أو شیّع جنازة ، أو وَاسی فقیراً ، أو وصل له ، أو سعی فی حاجة ، فاذا کان اللّیل خلا للعبادة والصّلاة ، وقرائة القُرآن فکان هذا سبیله حتّی توفّی رحمه اللّٰه ۔

مناقب للمکی :۵۲ /۱/۱

میں بیس برس تک امام اعظم کی خدمت میں رہا آپ سے بڑھ کر کسی کو نصیحت اور شفقت کرنے والا نہیں پایا، آپ اللہ عزّوجلّ کے سامنے بہت

عاجزی کرنے والے، سارا دن تعلیم و تعلم مشغول رہتے تھے اور لوگوں کو نئے پیش آنے والے مسائل کا جواب دینے میں گزارتے تھے اور جب مجلس علم ختم ہوتی تو کسی مریض کی عیادت یا کسی جنازے میں شامل ہونے کے لئے یا کسی مفلس کی غمخواری اور اس کے ساتھ صلہ رحمی اور اسکی حاجت برآری میں مصروف نظر آتے تھے اور جب رات ہو جاتی تو عبادت اور نماز اور قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے تھے اور اسی انداز زندگی میں آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اللہ عزوجل آپ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔

آپ کی نجی زندگی کا مشاہدہ کرنے والے آپ ہی کے ایک شاگرد امام ابراہیم بن رستم آپ کی تبحر علمی اور خوش خلقی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لقیتُ الف عالم أو أكثر لم يكن واحد منهم يشبه ابا حنيفة فى البصرة والعلم والعقل ونعم كدخدائى العلم ۔(خادم العلم) ۔ كان لامة محمد ﷺ

ابو حنیفة النعمان: ۹۰

میں نے ایک ہزار یا اس سے زیادہ علماء سے ملاقات کی ہے ان میں سے اپنی عملی زندگی میں ایک عالم بھی دانائی، وسعت علمی اور عقل و دانش میں امام ابوحنیفہ کی مانند نہ پایا اور آپ امت محمدیہ میں علم کے بہترین خادموں میں سے تھے۔

اپنے وقت کے اولیائے کبار میں سے امام داود الطائی امام اعظم کا

تذکرہ مندرجہ ذیل کے الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں:

ذاك نجم يهتدى به السارى وعلم تقبله قلوب المؤمنين فكل عالم ليس من علمه يعلم من حث كونه يعمل به فهو بلاء على حامله ، والله هو اعلم بالحلال والحرام والنجاة من عذاب الجبار مع ورع مستكن وخدمة دائمة

مناقب لمکی:۲/٦٣

وہ تو ایسے ستارے ہیں جس سے راہ چلنے والا ہدایت حاصل کرتا ہے اور ایسا علم کا خزینہ ہیں جسکو مؤمنون کے دل قبول کرتے ہیں اور جو عالم آپ کے علم میں سے کچھ نہ جانتا ہو لیکن اسکے مطابق عمل کرنا چاہے ایسا علم اور عمل اپنے حامل کے لئے بہت بڑی آزمائش ہے، ﷲ کی قسم وہ حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور تقوی اور پرہیزگاری کے ایسے راستے جانتے ہیں جن کے اختیار کرنے سے رب جبار کے عذاب سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

اور امام ابراہیم بن رستم ہی کا قول ہے:

كان ابو حنيفة طبيب هذاه الامة ، لأن الجهل هو الداء الذى لا غاية بعده ، والعلم هو الدواء الذى لا غاية بعده ، ففسّر العلم ابوحنيفة تفسيرا شافياً انتهى به الجهل

ابو حنيفة النعمان:٩١

امام ابوحنیفہ اس امت کے طبیب ہیں اس لئے کہ جہالت ایسی بیماری ہے جس کے لگ جانے کے بعد آدمی کا بچنا مشکل ہے لیکن علم ایسی دواء ہے جس کے ملنے کے بعد آدمی یقیناً صحت یاب ہو جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے علم کی ایسی کافی اور شافی تفسیر کی ہے جس کے جان لینے کے بعد آدمی سے جہالت کوسوں دور بھاگ جاتی ہے۔

اللہ عزوجل کا جتنا شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے کہ اس ذات والا صفات نے توفیق نصیب فرمائی کہ صدیوں سے لوگوں کی توجہ جس کار خیر کی طرف نہ تھی ہمیں اس کی طرف متوجہ فرمادیا اور اپنے ایک بندۂ مقبول متبع رسول بانئ اصول حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی قیمتی وصیتیں جو مختلف مجالس میں مختلف احباب کو کی گئی تھیں جمع کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔

اگر چہ حضرت امام اعظم نے بہت لوگوں کو متعدد وصیتیں فرمائی ہیں اور ان وصیتوں کی اہمیت آج کے دور میں بھی اتنی ہی ہے جتنی امام اعظم کے زمانے میں تھی اس لئے ضروری تھا موجودہ بے مذہبیت اور غیر مقلدیت کے دور میں امام والا شان کی قیمتی وصیتوں کو یک جا کیا جائے اور افادۂ عام کے لئے اس کو شائع کیا جائے اس سے ممکن ہے امت میں فکری بے راہروی میں یک سوئی اور یک روئی کا کچھ راستہ دیکھایا جاسکے۔

اس بابرکت وصیت نامے کی ابتداء میں بطور تمہید حضور اکرم علیہ

السلام کا آخری خطبہ حجۃ الوداع بمع ترجمہ نقل کیا گیا ہے جو روز ازل سے تا قیامِ روز جزاء ایک اسوۂ کاملہ ہے اور ساری انسانیت کے لئے ایک بین الاقوامی ازلی اور ابدی منشور کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر اپنی تمام دنیاوی مسائل میں اسی کو پیش نظر رکھا جائے انسانیت دونوں جہانوں کی حقیقی کامیابی اور کامرانی میسر آسکتی ہے

اس مبارک اور پر از انوارالٰہی خطبہ کی ترتیب اور تالیف میں جو مشکلات اور محنت کرنی پڑی دعاء ہے کہ رب ذوالجلال اسکے وسیلہ جلیلہ سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے

وما توفیقی الا باللہ وعلیہ فلیتوکل المتوکلون

امام اعظم کے بارے میں یہ بات بعض لوگوں میں بڑی شہرت اختیار کرگئی ہے کہ انکو کوئی حدیث نہیں آتی تھی اور اگر کوئی بڑا احسان کرتا ہے تو انکو صرف سترہ احادیث کا عالم بتانے کے بعد اپنی تبحرِ علمی اور وسعت ظرفی کے بحرِ بے کرانی کی علمی آبیاری کا تحفہ قرار دیتا ہے۔

اس سلسلے میں صرف دو باتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں

ان میں سے پہلی بات سترہ احادیث کے بارے میں ہے۔ اور دوسری بات امام اعظم کے مرویاتِ علم حدیث کے بارے میں ہے۔

سترہ احادیث کا مسئلہ

یہ مسئلہ تو بڑا واضح ہے اس کے بارے میں متعدد علماء نے بہت زیادہ تحقیقی کام کیا ہوا ہے اور ہم قبل ازیں ایک رسالہ بنام {شرح عشرین لابی حنیفہ} لکھ کر امام ابن خلدون کے مقدمہ میں بیان کئے گئے علمی تسامح کا ازالہ کر چکے ہیں کہ ان سترہ احادیث سے مراد امام اعظم کی براہ راست اصحاب نبی رضی اللہ عنہم سے سماعت اور روایت کردہ احادیث مراد ہیں جنکی تعداد اسناد کے تکرار اور رُوات کے اختلاف کو چھوڑ کر پوری سترہ بنتی ہے اگر اس رسالے کو صرف ایک نظر دیکھ لیا جائے تو نہ صرف بہت سارے شکوک کا ازالہ ہو جائے گا بلکہ اسکے مطالعہ اور اپنے پاس رکھنے سے بھی روحانی ترقی کا سامان ہوگا اس لئے کہ یہ امام اعظم کے سلسلہ روحانیہ حنفیہ کے بکھرے ہوئے موتی ہیں جنکو تاریخ اسلامی میں اس جدید انداز سے الحمد للہ خدائے لم یزل ولا یزال کے فضل واحسان سے پہلی بار قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

اسکے بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ یہ مقدمہ میں تصحیف ہے وہ اس طرح کہ امام اعظم سے سترہ مسانیدِ حدیث منقول تھیں اور ناقلین نے مسانید کو حذف کر دیا اور صرف احادیث باقی رہ گیا اور یوں یہ بات غلط العام ہو کر لوگوں میں پھیل گئی ہے کہ امام اعظم سے سترہ احادیث منقول ہیں جبکہ اصل

بات یہ ہے کہ امام اعظم سے احادیث کی سترہ مسانید منقول ہیں یہ حقیقت پر مبنی بات ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مل نہیں سکتی سعادت قوّت بازو سے یہ
دے نہ دے توفیق جب تک میرا ربّ ذوالجلال

امام اعظم کی روایات:

امام اعظم عالم بالحدیث ہی نہیں حافظ الحدیث بھی تھے اسی لئے امام اعظم نے اپنے بیٹے کو ایک نصیحت نامہ لکھا:

والتّاسع عشر: أن تَعمَل بِخَمسَةِ أحَادِيثٍ جَمَعتُهَا مِنْ خَمسِ مِائة أَلفٍ:

اور انیسویں نصیحت یہ ہے کہ زندگی بھر پانچ احادیث پر عمل کرتے رہنا جنکو میں نے پانچ لاکھ احادیث میں سے چنا ہے۔

لوگوں کے آپ کو قلیل الحدیث کہنے والی بات کے جواب میں آنکھیں کھولنے کے لئے مندرجہ بالا قول کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل اقوال پر نظر ڈالنی بیمار ذہنوں کے لئے شفا کا سامان بن سکتی ہے۔

(ا): علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

وروی حماد بن زید عن ابی حنیفة احادیثٌ کثیرةٌ

(الانتقاء:۱۳۰)

حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

(۲): علامہ ابن عبدالبر امام وکیع بن الجراح کا تذکرہ میں فرماتے ہیں:

وکان یحفظ حدیثه کلّه وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثاً کثیراً

(جامع بیان العلم: ۲/۱٤۹)

انہوں نے حضرت ابوحنیفہ کی بہت ساری احادیث سن کر زبانی یاد کی ہوئی تھیں۔

(۳): محدث ابن عدی امام اسد بن عمرو کی حالات میں لکھتے ہیں:

ولیس فی اصحاب الرأی بعد ابی حنیفة اکثر حدیثاً منه

(لسان المیزان: ۱/۳۸٤)

فقہاء میں امام ابوحنیفہ کے بعد اسد بن عمرو سے زیادہ احادیث جاننے والا کوئی اور شخص نہ تھا۔

(۴): امام اعظم کی کثرت احادیث کا تذکرہ کرتے ہوئے خطیب بغدادی فرماتے ہیں، امام عبدالرحمٰن المقری نے امام صاحب سے نوسو احادیث سنی تھیں اور آپ:

وکان اذا حدث عن ابی حنیفة قال حدثنا شاهنشاه

(تاریخ بغداد: ۱۳/۳٤٥)

جب بھی امام ابوحنیفہ کی سند سے کوئی حدیث بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے علم حدیث کے شاہنشاہ نے یہ حدیث یوں بیان کی ہے۔

(۵): علامہ موفق المکی انہی کے بارے میں ان الفاظ سے تذکرہ

فرماتے ہیں:

وعبد اللّٰه بن یزید هو عبد الرحمن المقری من حفاظ اصحاب الحدیث وکبرائهم اکثر عن ابی حنیفة الروایة فی الحدیث

(المناقب للمؤفق:۲/۳۲)

اورعبداللہ بن یزید جن کا نام عبدالرحمٰن تھا اورالمقری کے نام سے معروف تھے آپ علم حدیث کے بڑے درجے کے حفاظ میں سے تھے اور آپ نے امام ابوحنیفہ سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی کثرت یا قلت احادیث کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ صحیح احادیث کتنی مقدار ہے جورسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں لہذا متعدد محدثین کے بقول:

ان جملة الاحادیث المسندة عن النبی ﷺ یعنی الصحیحة بلا تکرار اربعة آلاف واربع مأة حدیث

(توضیح الافکار:٦٣)

رسول اللہ ﷺ سے بلا تکرار منقول مسند احادیث صحیحہ کی مقدار چار ہزار اور چار سو ہے۔

(٦): اور امام ابوحنیفہ کے بارے میں امام صدر الائمہ المکی امام حسن بن زیاد سے مندرجہ ذیل کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

کان ابو حنیفة یروی اربعة آلاف حدیث الفین لحماد والفین

لسائر الـمشيخة وقد انتخب رحمه اللّٰه الآثار من أربعين ألف حديث

(المناقب لمؤفق المكى:١/٩٦)

امام ابوحنیفہ کی کل روایت کردہ احادیث کی مقدار چار ہزار ہیں دو ہزار امام حمادؒ سے اور دو ہزار باقی مشائخ سے روایت کی ہیں۔اور امام اعظم نے الآثار نامی کتاب چالیس ہزار احادیث میں سے منتخب کی تھی۔

فائدہ:

سوال: اگر احادیث کی کل تعداد چار ہزار تھی تو چالیس ہزار میں یا پانچ لاکھ احادیث میں سے منتخب کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب ۱: اس کا یہ ہے کہ چار ہزار احادیث سے مراد احادیث صحیحہ ہیں البتہ احادیث غیر صحیحہ وغیرہ اس کے علاوہ ہیں

جواب ۲: یہ ہے کہ راویوں کی کثیر تعداد کی بنا پر احادیث کی تعداد بھی کثیر ہوتی گئی اس لئے احادیث کی تعداد زیادہ بن گئی۔

(۷): امام عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا

كتبتُ كتب أبى حنيفة غير مرةٍ ، كان يقع فيها زياداتٌ فأكتبها

میں نے امام ابوحنیفہ کی کتابیں ایک سے زیادہ بار لکھی تھیں کیونکہ جب بھی امام صاحب ان میں کوئی اضافہ فرماتے میں انکو نئے سرے سے

لکھتا تھا۔

(۸): امام محمد بن سماعہ فرماتے ہیں

أن الامام ذکر فی تصانیفه نیفاً و سبعین ألف حدیث و انتخب 'الأثار' من أربعین ألف حدیث

(المناقب لعلی القاری ذیل الجواهر:۲/٤۷٤)

امام صاحب کی تصانیف میں ستّر ہزار سے زیادہ احادیث منقول تھیں جبکہ آپکی کتاب {الآثار} کو چالیس ہزار احادیث سے چن یہ مجموعہ مرتب کیا گیا تھا۔

(۹): امام صدر الائمہ مکی کا اس بارے میں مندرجہ ذیل فرمان ہے:

وانتخب ابو حنیفة 'الاثار' من أربعین ألف حدیث ، وهوغیر 'کتاب الاثار' لمحمد بن الحسن الشیبانی

(المناقب لمؤفق المکی:۱/۹٥)

امام اعظم کی کتاب الآثار کو چالیس ہزار احادیث میں سے چن کر یہ مجموعہ مرتب کیا گیا تھا اور یہ کتاب الآثار امام محمدؒ بن حسن الشیبانی کی کتاب الآثار کے علاوہ تھی۔

(۱۰): امام صمیریؒ نے اپنی کتاب 'اخبار ابی حنیفه' میں اپنی سند کے ساتھ ابو نعیمؒ سے نقل کیا ہے

''أوّل مَن کَتب کُتب أبی حنیفهؒ أسد بن عمیر''

سب سے پہلے امام صاحب کی کتابیں امام اسدؒ بن عمیر نے لکھیں تھیں۔

(۱۱): امام یحی بن نصر بن حاجب فرماتے ہیں:

سمعتُ أباحنیفة رحمه اللّٰه تعالی یقُول :عندِی صَنادیقٌ منَ الحدیثِ ما أخرجتُ منها الاّ الیَسیر الَّذی ینتفع به

مناقب للمکی :۱/۹٦

میں نے امام ابوحنیفہ کوفرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس احادیث رسول ﷺ کے صندوق بھرے ہوئے ہیں اوران میں سے جواحادیث آپ حضرات کے سامنے بیان کی ہیں وہ بہت معمولی تعداد میں ہیں۔

اسی لئے امام ابن جریج نے فرمایا کہ امام اعظم کے روایت کردہ مسائل میں ہرایک کی ایک مضبوط اصل ہے:

ماأفتی ابو حنیفة رحمه اللّٰه فی المسئلة الا من اصل محکم

مناقب لمکی:۱/۹۵

امام ابوحنیفہ کے تمام فتاوی اور ہرمسئلہ کی ہمارے پاس ایک مضبوط اصل ہے

امام قدوری نے التّجرید نامی کتاب لکھ کراُمت پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں متعدد مسائل کی اصل بیان فرمادی ہے اور یہ کتاب مطبوعہ ہے۔

اس لئے قارئین کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے امام اعظم کے بارے میں بہت جلد بدگمانی میں مبتلاء ہونے سے قبل میدان تحقیق کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہئے اس کے بعد کوئی رائے قائم کرنی چاہئے۔

علم حدیث میں امام اعظم سے حدیث کے پندرہ سے زیادہ نسخے

منقول ہیں اسکا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے علامہ وہبی سلیمان غاوجی اپنی قیمتی تصنیف أبُو حَنِيْفَةَ النُّعمَانُ میں فرماتے ہیں جسکا ترجمہ پیش خدمت ہے:

''بلا شبہ امام اعظم کی احادیث علماء میں محدثین اور حفاظ الحدیث کی ایک بہت بڑی جماعت نے نقل کی ہیں:

(۱): علمائے حنابلہ میں سے حافظ کبیر أبوبکر محمد بن ابراہیم الأصفہانی متوفی: ۳۸۱ھ۔

(۲): حافظ ثقہ امام أبوعبداللہ محمد بن احمد الدوری بغدادی متوفی: ۳۳۱ھ۔

(۳): حافظ صدرُالدین موسی ابن زکریّا مصری معروف بالحصکفی متوفی: ۶۵۰ھ۔

(۴): حافظ نجم الدّین الکبریٰ احمد بن عمر مشہور بنام الزاہد مشہور المتوفی: ۶۱۸ھ۔

(۵): شیخ قاسم بن قطلو بغا مصری متوفی: ۸۷۹ھ۔

(۶): حافظ ابومحمد عبد اللہ بن محمد الحارثی معروف بالاستاذ السبزمونی متوفی: ۳۴۰ھ۔

(۷): حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بغدادی متوفی: ۳۸۰ھ۔

(۸): عالم باعمل حافظ حجۃ فی العلوم ابوالحسن محمد اِبن المظفر بن موسی بغدادی متوفی: ۳۷۹ھ۔

(۹): حافظ امام المشہور ابونُعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی متوفی: ۴۳۶ھ۔

(۱۰): شیخ حافظ محمد بن عبدالباقی انصاری متوفی: ۵۳۶ ھ۔

(۱۱): حافظ امام مقتدیٰ ابو احمد عبد اللہ جرجانی المعروف ابن عدی متوفی :۳۶۵ھ

(یہ صاحب ابتداء میں امام اعظم کے مخالفین میں سے تھے لیکن امام طحاوی کی شاگردی کے بعد امام اعظم کے محبین میں سے ہوکر انکی روایات میں ایک مسند کے جامع بنے ہیں)

(۱۲): حافظ حسن بن زیاد اللؤلؤی متوفی: ۲۴۰ ھ۔

(۱۳): حافظ عمر بن حسن الأ شتانی متوفی: ۳۴۹ ھ۔

(۱۴): حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی۔

(۱۵): قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری متوفی: ۱۸۲ھ۔

(۱۶): امام محمد بن حسن الشیبانی متوفی: ۱۸۷ھ۔

(۱۷): شیخ حماد ابن ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی۔

(۱۸): حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد ابیّ بن العوام سعدی۔

(۱۹): حافظ ابوعبداللہ حسین ابن محمد بن خسرو بلخی متوفی: ۵۷۶ ھ۔

(۲۰): ان میں سے آخری پندرہ مسانید کو امام ابو المؤید خوارزمی متوفی: ۶۶۵ ھ نے ایک جگہ جمع کیا ہے۔

صاحب کشف الظّنون نے ایک مسند بنام

(۲۱): مسند ماوردی بھی نقل کی ہے۔ اس قدر محدثین کی نقل روایت اس

بات کی واضح دلیل ہے کہ امام اعظم حفاظ الحدیث اورآپ کی مرویات کثیر تعداد تھیں،اور محدثین کی عادت یہ تھی کہ جس امام سے کثرت سے احادیث کی سماعت اور روایت نہ ہواسکی کی مسانید جمع نہیں کی جاتیں تھیں۔

امام اعظم پہلے وہ شخص ہیں جنھوں سب سے پہلے احادیث نبوی کوفقہی ابواب میں مرتب کیا۔اور اس میں ابتداء کتاب الطّہارت اس کے بعد کتاب الصّلاۃ کومرتب کیا ہےاور باقی ائمہ نے اسکے بعداس باب میں آپ کی تقلید کرتے چلے گئے ہیں۔

اسی لئے علامہ ابوالوفاء افغانی شرح کتاب الاثار کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

سب سے پہلی کتاب جوعلم حدیث اور آثار واخبار اور اقوال صحابہ میں سب سے بہترین انداز میں مرتب ہوئی ہےاسکا نام کتاب الاثار جس کے مصنف امام اعظم ابوحنیفہ ابن تیمیمی فارسی کوفی ہیں۔اوراس کے بعدمختلف ائمہ مثلا مکہ میں ابن جریج، مدینہ میں مالک بن انس، بصرہ میں سعید بن عروبہ، عثمان البتی ، شام میں امام اوزاعی نے امام اعظم کی تقلید کرتے ہوئے اسی انداز میں اپنی کتب احادیث کومرتب کیا ہے۔

امام اعظم کی اپنی کتاب میں ہزاروں احادیث مرفوعہ اور موقوفہ منقول ہیں یہی وجہ ہے امام موفق اپنی کتاب مناقبِ امام مطبوعہ دائرہ معارف حیدرآباددکن کےصفحہ :۹۶ کی پہلی جلد کے چھٹے باب میں فرماتے

ہیں'' امام محمد بن شجاع کا بیان ہے کہ انکی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث منقول ہیں اور امام ابوحنیفہ نے الآثار چالیس ہزار احادیث میں سے منتخب کی تھی

علامہ عبدالرشید نعمانی نے کتاب التعلیم کی تعلیقات میں امام اعظم سے روایات اور مسانید نقل کرنے والے ائمہ میں سے مندرجہ ذیل نام بھی ذکر کئے ہیں:

(۲۲): حافظ العصر محدث بحر ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید کوفی المشہور ابن عقدۃ متوفی: ۳۳۲ ھ، اسی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ بدرالدین محمد عینی تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں'' امام ابوحنیفہ کی وہ مسند جسکو ابن عقدۃ نے جمع کیا ہے وہ ایک ہزار احادیث کا مجموعہ ہے'' یہ مذکورہ مسانید کے علاوہ ہے۔

(۲۳): حافظ مفید مکثّر فی الحدیث اور محدث عراق ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی الواعظ المعروف ابن شاہین متوفی: ۳۸۵ ھ۔

(۲۴): مشہور محدث حافظ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی متوفی: ۳۸۵ ھ۔

ان تین مسانید کو علامہ کوثری نے اپنی تصانیف التانیب کے صفحہ: ۱۵۶ میں نقل کی ہیں۔

(۲۵): ان مسانید کے جامعین میں سے حافظ زاہد عبداللہ بن محمد انصاری متوفی: ۴۸۱۔ جنھوں نے اپنے ایک شاگرد صاعد بن سیار ہروی کے

لئے مسند خراسان کے نام سے ایک مسند جمع کی تھی،   اسی وجہ سے علامہ سمعانی نقل فرماتے ہیں کہ آپ فقیہ، مناظر، دین، پر عمل کرنے والے اچھی سیرت کے مالک تھے۔ اوران کے دادا نے ابوالعلاء صاعد بن سیار سے اس مسند کی سماعت کی تھی اوران سے امام ترمذی نے قاضی ابو عامر الجراحی از المحبوبی کی سند سے سماعت کی تھی، اور کتاب الاحادیث جنکو ابوحنیفہ نے روایت کیا تھا اورانکو عبداللہ بن محمد انصاری نے اپنے دادا قاضی صاعد کے لئے جمع کیا تھا۔

(۲۶):   ان جامعین احادیث میں سے حافظ عالم مکثر فی الحدیث الحوال ابوالفضل محمد بن طاہر ابن علی المقدسی المعروف ابن قیسرانی متوفی: ۵۰۷ھ۔ جنھوں نے اطراف حدیث ابوحنیفہ پر ایک کتاب مرتب کی تھی، جیسا کہ: الجمع بین الصحیحین میں اسکے تفصیلی حالات مذکور ہیں۔

(۲۷):   ان جامعین میں سے حافظ کبیر محدث شام اور ثقہ فی الدین ابوالقاسم بن علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المشہور ابن عساکر متوفی: ۵۷۱ھ، انکی تصانیف میں بھی مسند ابوحنیفہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

امام الکوثری نے تبیین الکذب المفتری اور مقدمہ تاریخ دمشق میں میں اسکا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۲۸):   ان جامعین میں سے شیخ الحرم اور محدث عیسی الجعفری مغربی

متوفی: ۱۰۸۰ھ ہیں جن کے بارے میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب انسان العین فی مشائخ الحرمین میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کہ آپ نے ایک مسند امام ابو حنیفہ مرتب فرمائی تھی اور اس میں امام صاحب سے عنعنہ کے ساتھ تمام احادیث نقل فرمائی تھیں''

ابو حنیفةالنعمان: ۱۷۲

اسی بناء پر شیخ ابو زہرہ کا کہنا ہے کہ:

''اس بات میں کوئی قباحت نہیں کہ امام اعظم کی طرف احادیث مبارکہ کے ان نسخوں کی نسبت کی جائے اور امام اعظم کو ان کا مصنف قرار دیا جائے''

وصایا اور انکی اہمیت

ان وصایا سے اہم ترین تین وصیتیں ہیں

ایک تو 'وصیت بنام ساری امت' جو حضرت امام اعظم نے اپنی مرض الوفات کے وقت سارے تلامذہ اور دوستوں کو جمع کر کے خود لکھوائی تھی اور اس میں خاص بات یہ ہے جو آپ نے خود فرمایا:

"اِعلموا أصحابی وأخوانی ! و فقکُم اللّٰه تعالی ان فی مذهب اهل السنة والجماعة اثنا عشر نوعاً من الخصالِ فمن کان یستقیمُ علی هذه الخصال، لا یکون مُبتَدِعاً ، ولایکون صاحب الهوآء ، فعلیکم أصحابی واخوانی ان تکونوا فی هذه الخصال حتی تکونوا فی شفاعة نبینا محمد ا یوم القیامة"

اے میرے ساتھیو اور بھائیو اللہ عزّوجلّ ہر اچھے کام میں تمہاری مدد اور موافقت کرے۔

جان لو! کہ فلسفۂ الٰہیات اور علم عقائید میں طبقۂ اہل السنّت والجماعت کا رکن شمار کیۓ جانے کے لئے بارہ (۱۲) خصلتیں (نشانیاں) ہیں۔اور جو شخص ان خصلتوں (نشانیوں) کو اپنے اندر پیدا کرے گا اور اس کے بعد ان پر مستقل مزاجی سے قائم رہے گا وہ کبھی اہل بدعت یا طبقۂ اہل ہواؤ ہوس میں سے نہیں ہوسکتا ہے۔

میرے دوستو اور بھائیو! تم لازمی طور پر ان عادات کو اختیار کرو تاکہ قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے حق دار بن سکو۔اور دنیا میں اللہ کی مدد اور نصرت کی ہوئی جماعت اہل السنّت والجماعت میں شامل ہو جاؤ۔

اور اس کے بعد امام اعظم نے بارہ باتیں تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمائیں اور ہر ایک خصلت (عادت) کی ابتداء ایک لفظ نُقِرُّ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کے الفاظ سے ابتداء کی ہے۔

دوسری اہم ترین اور جامع ترین وصیت بنام قاضئ اسلام امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری کے نام ہے:

قارئین کرام کی آسانی کے پیش نظر اسکو ہم نے پندرہ عنوانات تقسیم کردیا ہے۔اس تقسیم کا ہمارے سامنے واحد مقصد استفادۂ عام ہے۔ ورنہ علامہ ابن نجیم نے اور دوسرے ائمہ کرام نے اس وصیت نامے کو ایک ترتیب

وار مضمون کی شکل میں نقل کیا تھا اور اس سے عام آدمی کا استفادہ مشکل ہو گیا تھا سوائے اس شخص کہ جو ایک ہی مجلس میں بیٹھ کر پوری توجہ کے ساتھ اس کو پڑھ ڈالے اور اس کے متنوع قسم کے مضامین اور کثیر مواد کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا البتہ مختلف عنوانات میں تقسیم ہونے کی وجہ سے استفادہ آسان اور سہل تر ہو گیا ہے ﷲ تعالی اس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

اس وصیت نامے کے مخاطب خالص علمائے کرام ہیں ۔ امام اعظم کی یہ وصیتیں اوت نصیحتیں رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ اور فرمان نبوی:

کلموا الناس علی قدر عقولھم

لوگوں کے ساتھ جب بھی کوئی بات کرنا مطلوب ہو تو انکے مزاج اور عقلوں کو سامنے رکھتے ہوئے بات کیا کرو۔

کا مکمل اور کامل مصداق ہیں

یہ وصیت نامہ بندۂ کاتب نے جب اپنے زمانۂ تدریس میں درجۂ تخصیص کے طلباء اور طالبات کو بالاستعاب پڑھایا تو اس وقت کلاس میں موجود بعض طلباء نے التماس کی تھی کہ اس کا اردو میں ترجمہ کیا جانا بہت زیادہ فائدے کا باعث ہوگا اور انکی اس بات کو دل میں اس طرح بٹھا لیا کہ آج ﷲ تعالی نے اسی وعدہ کو پورا کرنے کی خالی توفیق ہی نہیں بخشی بلکہ اس امام اعظم کے کامل اور مکمل وصیت نامے کے مرتب ہو جانے کا باعث بن گیا۔

دعا ہے کہ اللہ ﷻ امام اعظم کے اس روحانی اور علمی فیض کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرمائے اور امت مسلمہ میں اس کو قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور اسکا فیض امت میں جاری وساری فرمائے اور ان شاء اللہ اس دعاء کی قبولیت کا یقین کامل ہے اس لئے کہ اس کے مقدمہ کی قبولیت کی دعاء حطیم کے درمیان غلاف کعبہ کو پکڑ کر کی گئی ہے اور ان شاء اللہ اللہ ﷻ اسکو ضرور قبول فرما چکا ہے۔

اس وصیت نامے میں ایک اہم ترین وصیت نامہ امام یوسف بن خالد سمتی کو لکھا گیا ہے جس میں امام اعظم فرماتے ہیں:

واعلم :انك متى اسأت معاشرة الناس صارو لك اعداء ولو كانوا لك امهات وآباء۔ وانك متى أحسنت معاشرة قوم ليسوا لك باقرباء صارولك امّهات وآباء۔

اور آپ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ جب آپ لوگوں کے ساتھ انکے معاشرتی مسائل میں برائی کے ساتھ پیش آ ؤ گے تو اس کے نتیجے میں وہ آپ کے دشمن بن جائیں گے خواہ وہ آپ کے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں، اور اگر ان کے ساتھ ان کے مسائل میں حسن سلوک کے ساتھ پیش آ ؤ گے تو وہ لوگ آپ کے لئے غیر ہونے کے باوجود بھی آپ کے لئے ماں باپ کی طرح بن جائیں گے۔

ان وصیت ناموں میں ایک وصیت نامہ امام اعظم نے اپنے ایک

شاگرعلامہ عثمان البتی کے نام لکھا تھا۔

اس وصیت نامے میں اہم ترین بات یا اسکی اہمیت یہ ہے کہ جب بعض لوگوں نے امام اعظم پر مرجیہ ہونے کے الزامات لگائے تو امام اعظم نے اس غلط فہمی کا اس وصیت نامے میں خود جواب دیا ہے۔ اگر چہ یہ رواج شروع سے چلا آرہا ہے کہ ناقلین اور ناقدین سنی سنائی باتوں پر بھروسہ کر کے اپنی کتب میں امام اعظم کے بارے میں مرجیہ ہونا لکھ ڈالا ہے اور اس بارے میں ذرہ برابر تحقیق اور تنقید کی ضرورت محسوس نہ کی ہے اور اس غلط فہمی کی تحریک اس قدر عام ہوئی کہ بڑے بڑے اہل علم اور اہل تقوی بھی اس سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

لیکن حق کے متلاشی ہر دور میں حق کو ہی تلاش کیا کرتے ہیں اگر چہ انکی تعداد کم ہوتی ہے۔ انہی حق کے متلاشیوں میں سے ایک نام بصرہ کے ایک عالم دین علامہ عثمان البتی بھی ہیں انہوں نے امام اعظم کے بارے میں مرجیہ ہونے والی بات سنی تو بجائے سنی سنائی بات پر یقین کرنے کے براہ راست امام اعظم کو ایک خط ارسال کیا اس مسئلہ کی حقیقت دریافت کی اور اس کے جواب میں حضرت امام اعظم نے اس متنازعہ مسئلہ کے بارے میں اپنی پوزیشن واضح کی ہے آپ فرماتے ہیں:

''تمہارا خط مل گیا ہے؛ اور اس میں جو ہمدردانہ باتیں آپ نے لکھی ہیں ان کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں؛ اور تم نے جو خط میں یہ لکھا کہ

''خط لکھنے کا مقصد صرف طلب ہدایت اور خیر خواہی ہے''

اس کو میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں

اور تم نے ایک جگہ لکھا کہ تمہیں میرے فرقۂ مرجیہ میں شامل ہونے کی اطلاع ملی ہے نیز یہ کہ آپ کو اطلاع ملی کہ میں اس بات کا مدعی ہوں کہ

''مؤمن گمراہ بھی ہوسکتا ہے''

اور یہ میری طرف سے ایسی باتیں سننا آپ کے لئے تکلیف اور طبیعت پر گرانی کا باعث ہوئی ہیں اور انہی باتوں نے آپ کو خط لکھنے پر مجبور کیا۔

لہذا جواب سنو! کہ

جو چیز اللہ عزّوجلّ سے دوری کا باعث ہو وہ شرعی طور پر عذر نہیں بن سکتی۔ اور یہ کہ کوئی انسان اپنی بنائی ہوئی باتوں سے کبھی راہ ہدایت اور صداقت نہیں پا سکتا۔شرعی طور پر کلمہ ٔ حق اور قول فیصل اگر کوئی چیز بن سکتی ہے تو وہ صرف تین چیزیں ہیں (ایک): قرآنی ہدایت (دوسری) سنت رسول ﷺ (تیسری): اصحابؓ رسول اللہ کا عمل۔

اس کے علاوہ سب کچھ بندوں کی ایجاد ہے،اور ایک لحاظ سے بدعت کی تعریف میں آتی ہیں''

امام اعظم کا اس قدر واضح انداز کسی انسان کے لئے الجھاؤ یا شبہے کا باعث نہیں بن سکتا لیکن اس کے باوجود موجودہ دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو تا حال اپنی بے تکی راگنی الاپ کر بے سدھے سامعین سے داد وصول کرنے

کی فکر میں پڑ رہے ہیں۔

انہی وصایا میں امام اعظم کا امام نوح کو عدالتی اور قضائیت کے معاملات میں وصیت فرمانا ایک مصلح کا ہی کام ہے اوران میں بھی جب امام اعظم فرماتے ہیں کہ میں ایک عرصہ سے تیرے اندر قاضی بننے کا خواب مچلتا ہوا دیکھ رہا تھا یہ جملہ امام اعظم کے ایک زیرک اور باہوش اور بڑے مدبر استاد ہونے کی دلیل ہے۔

اورانہی باتوں کی اہمیت کے پیش نظرامام زرنوجی فرماتے ہیں:

ینبغی لطالب العلم أن یحصل علی کتاب الوصیة ألتی کتبها أبو حنیفة لیوسف بن خالد السمتی البصری رحمة اللّٰه علیه عند رجوعه الی أهله یجده من یطلبه وقد کان استاذنا شیخ الاسلام برهان الأیمة علی بن ابی بکر قدس اللّٰه روحه العزیز، أمرنی بکتابته عند الرجوع الی بلدی وکتبته ولابد للمدرس والمفتی فی معاملات الناس منه

(تعلیم المتعلم:۱۵-وصایا امام اعظم:۹)

تمام طالب علموں کو چاہیئے کہ امام اعظم کی کتاب الوصیت جوانہوں نے اپنے ایک شاگرد علامہ یوسف بن خالد سمتی بصری رحمہ اللہ کواس وقت جب وہ تکمیل علم کے بعد واپس اپنے شہر بصرہ کو واپس جارہے تھے تو انکولکھ کر دی تھی اس وصیت کوضرور حاصل کیا کریں، اوراسی وصیت کے بارے میں میرے استاذ امام برہان الدین مرغینانی (صاحب ہدایہ) نے میری تکمیل

تعلیم کے بعد مجھے لکھنے کا حکم فرمایا تھا اور میں نے اسکو لکھ لیا تھا۔اس وصیت نامے کو حاصل کرنے کی ہر شخص کو پوری کوشش کرنی چاہیئے اور ہر مدرس اور مفتی پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ معاملات میں اس وصیت کو اسوہ بنائے۔

(ہم نے مذکورہ وصیت نامے کو اسی کتاب میں پوری تفصیل اور ترجمے کے ساتھ شامل کردیا ہے؛

اللہ عزّوجلّ مجھے اور میری اولاد کو اس کے مطابق عمل کی توفیق دے

اگرچہ یہ بات امام زرنوجی نے تو امام اعظم کے صرف ایک وصیت نامے کے بارے میں فرمائی تھی لیکن بندہ کاتب یہی بات اس تمام وصایا کے بارے میں عرض کرتا ہے کہ انکو اپنی زندگی میں پیش نظر رکھنا خیر ہی خیر ہے اور برکت ہی برکت ہے اور سلامتی ہی سلامتی ہے۔

اور اسی خیر و برکت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام مکی نے المناقب میں یوں ارشاد فرمایا:

نعمان ارهب بالمواعظ صحبه فرأو رواء الحق فی ارهابه

امام نعمان اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعے اپنے احباب کو ڈراتے رہتے تھے اور انکے اس ڈراوے میں تم دیکھو گے کہ حق کی روایت انکے انداز بیان اور انکے پرشکوہ الفاظ میں پوشیدہ ہے۔

او سألتنی عنه وعن آدابه فاقرأ وصایاه الی اصحابه

تم مجھ سے امام اعظم کے اور انکے وصایا کے ادب وآداب کیوں نہیں پوچھتے ہو بات یہ ہے کہ انکے وصایا پوری توجہ کے ساتھ پڑھو جوانہوں نے اپنے ساتھیوں کو لکھے ہیں۔

تر عالم الفقه المعظم شانه والحلم والتقوى ضمير اهابه

جب تو ان میں ایک سرسری نظر دوڑاؤ گے تو ان میں دیکھو گے کہ آپ علم فقہ میں بڑی اونچی شان والے ہیں اور حلم وبردباری میں تقوی میں اور ﷲ کے خوف سے کانپتے ہوئے دل والے ہیں۔

وترى العبادة والتحزن والبكاء الخوف قائمة الى محرابه

اور تو انکو اللہ عزّوجلّ کی عبادت میں اللہ عزّوجلّ کی ملاقات کے غم میں اس کے سامنے رونے دھونے میں اور محراب میں اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے عبادت کرنے میں مصروف پائے گا

اقراء كتاب ابى حنيفة تلتقط درر السعادة من سطور كتابه

امام اعظم کی کتب سے استفادہ کیا کرو اس لئے کہ انکی کتب کی ہر ایک سطر میں سعادت مندی کے موتی چنے گئے ہیں۔

اقراء لتعلم انه خان على كل خليقة من جلال خطابه

علم دین حاصل کیا کرا اور یہ بات اچھی طرح جان لے کہ امام اعظم اپنے عظیم انداز بیان سے ساری دنیا کے لئے علم دین کی دکان سجائے اور خود اسکے نگہبان بنے ہوئے ہیں۔

ان الائمة كلهم من بعده في رفعة الغبراء من كتابه

امام اعظم کے بعد دنیا کے تمام ائمہ کرام انکی کتابت علم کی گرد راہ کے راہی بنے انہی سے استفادہ کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔

وارجو من الله خير الثواب ويهدى من اليه انيب آمين !

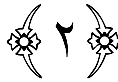
لااله الا الله الحق المبين سبحان الله الملك الحق الامين

رشيد احمد العلوى

حال نزيل بمكة المكرمة

١٥ جماديى الثانى ١٤٢٦

بعد صلاة العصر



﴿ خطبہ حجۃُ الوداع ﴾

......تحقیق وترجمہ......

مفتی رشید احمد العلوی





(۱): لاالٰـه الاالـلّٰـه وحـده ، لا شريك له ، له الملك وله الحمد ، يحى ويـميـت وهـو عـلـى كل شىء قدير ـ لااله الا اللّٰه وحده ، وأنجز وعده ، ونصر عبده ، وهزم الأحزابَ وحدَه ـ

اللہ وہ ذات ہے جس کے سواء کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اسکا کوئی شریک نہیں ،ساری کائنات کی بادشاہی اسی کے لئے ہے اور ساری تعریفیں بھی اسی کے لائق ہیں ۔ وہی ہر ایک کو زندہ کرتا ہے اور ہر ایک کو موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والی ذات ہے ۔ ﷲ وہ ذات ہے جس کے سواء کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے ۔وہ اپنے وعدے پورے کرنے والی ذات ہے اپنے بندے کی مدد کرنے والی ذات ہے اور بڑے بڑے لشکروں کو وہ اکیلا ہی شکست فاش دے دیتا ہے ۔

....

حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ تھی کہ جب بھی آپ کلام کا آغاز فرماتے ابتداء میں اللہ عزوجل کی تعریف بڑے بلیغانہ انداز میں فرمایا کرتے تھے جیسا کہ یہاں خطبے سے عیاں ہے ۔

(۲): یاأیھا النّاس !

اسمَعُوا قَولِی ! فانّی لا أرَانی وأیّاکم أن نَّجتمعَ فی هَذا المَجلس أبداً۔

وفی روایة : فأنّی لا اَدرِی لعلّی لا ألقاکم بعُدَ عامِی ھٰذا بھذا المَوقف ابداً۔

اے لوگو!

میری بات بڑے غور سے سنو۔ میرا نہیں خیال کہ اس مقام پر جہاں آج میں اور آپ کھڑے ہیں اسی انداز میں ہم دوبارہ آپس میں نہ ملیں گے ۔

اور ایک روایت کے الفاظ کے مطابق یوں ارشاد فرمایا: مجھے یوں لگتا ہے کہ شائد اس مقام پر جہاں میں اب کھڑا ہوں آئندہ کبھی بھی یہاں آپ سے نہ مل سکوں گا۔

....

ان الفاظ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جان چکے تھے کہ آئندہ اس مقام پر دوبارہ حاضری نہیں ہوگی اصل میں صاحب ایمان کو اللہ عزّوجلّ ایک خاص نظر نصیب فرماتے ہیں جس سے عام لوگ محروم ہوتے ہیں اسی لئے فرمایا: اتق فراسة المؤمن فانّه ینظر بنور اللّٰه۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے مؤمن کو دئے گئے تقوی سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے

(۳): ایها الناس !

انّ اللّٰه یقول:

﴿ یَـاَیُّهَـاالـنَّـاسُ اِنّـاخَـلَـقۡنَاکُمۡ مِنۡ ذَکَرٍ وَّاُنۡثٰی وَ جَعُلۡنَاکُمۡ شُعُوۡباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوۡا اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ ﴾

الا ! ان ربّکم واحد ، وان ابائکم واحد۔

الا ! لافضل لعربی علی عجمی ، ولا لعجمی علی عربی ولا لأسود علی أبیض ، ولا لأبیض علی أسود۔

وفی روایة: ولا لأحمر علی أسود ولا لأسود علی أحمر فضل الا بالتقوی

ألناس من آدم ، وآدم من تراب ، الا کل مأثرة او دم او مال یدعی به فهو تحت قدمیَّ هاتین ، الا سدانة البیت ، و سقایة الحاج۔

اے لوگو! بے شک اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

’’اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم اپنا تعارف ایک دوسرے کو کرواسکو۔ اور تم میں سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو اللہ سے زیادہ تقوی اختیار کرنے والا ہے‘‘

یادرکھو! تمہارا پروردگا اکیلا ہے اور تم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو۔

خبردار!

کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی قسم کی کوئی فضیلت ہے اسی طرح کسی کالے رنگ والے کو کسی سفید رنگ والے پر اور نہ سفید رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر کوئی فضیلت ہے۔

اور ایک روایت میں فرمایا: اور نہ سرخ رنگت والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور نہ سیاہ رنگت والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت ہے۔اور اگر کسی کو کسی دوسرے پر کوئی فضیلت ہے تو وہ صرف تقوی کی بناء پر ہے۔

تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کی ولادت مٹی سے ہوئی ہے اور اگر کوئی شخص کسی دوسرے پر اپنے خون یا اپنے مال کی وجہ سے پنی برتری کا دعوی کرتا ہے وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔سوائے بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کی خدمت گاری کے صرف انکو اپنے کام سرانجام دینے میں ترجیح دی جائے گی

....

اس فرمان نبوی ﷺ سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں کسی شخص کو کسی دوسرے پر کوئی ترجیح یا فوقیت نہیں ہے۔اور اگر کوئی فوقیت ہے تو وہ صرف اور صرف تقوی اور پرہیز گاری کی وجہ سے ہے۔اور تقوی کی حقیقت جاننے کا معاملہ بندے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مابین ہے کوئی انسان اندازہ نہیں لگا سکتا۔اس لئے انسانوں کو انسانی حدود میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ برابری اور مساوات اختیار کرنی چاہئے۔

(٤): ثم قال یا معشر قریش !

لاتجیئو بالدنیا تحملونها علی رقابکم ، ویجیء الناس بالأخرة۔

فلا أغنی عنکم من اللّٰه شیء۔

معشر قریش ان اللّٰه قد اذهب عنکم نخوة الجاهلیة وتعظمها بالأباء

اس کے بعد قبیلہ قریش کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

اے قریش کے لوگو !

دنیا کے پیچھے ایسے نہ پڑ جانا کہ تم اللہ کے پاس جب پیش کئے جاؤ تو تمہاری گردنیں دنیا کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی ہوں اور اسکے مقابلے میں دوسرے لوگ جب اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو وہ آخرت کے ساز وسامان کی مکمل تیاری کر کے آئے ہوئے ہوں ایسی صورت میں میں تمہاری اللہ ﷻ کی بارگاہ میں کوئی مدد نہیں کرسکوں گا۔

اے قبیلہ قریش ! اللہ ﷻ نے تمہیں جاہلیت کے زمانے کے کبرا ور نخوت اور اپنے آبا و اجداد کے نام پر اپنے آپ کو بڑا بنانے والی عادات سے پاک کر دیا ہے۔

....

چونکہ حضور ﷺ کی پیش گوئی ہے کہ صحیح معنوں میں ائمہ قبیلہ قریش میں سے ہی ہونگے اس لئے ائمہ اور حکمران طبقے کو خاص طور سے نصیحت فرمائی ہے۔

(٥): أيّها الناس!

انّ دمائكم وأموالكم واعراضكم عليكم حرام الى يوم تلقوا ربكم ، كحرمة يومكم هذا ، وحرمة شهركم هذا في بلدكم هذا ، وانكم ستلقون ربكم فيسئلكم عن اعمالكم وقد بلغتُ

الا: فلا ترجعوا بعدى ضلالاً يضرب بعضكم رقاب بعضٍ ، وستلقون ربّكم فليسئلكم عن اعمالكم؛

اے لوگو! تمہارے آپس کے خون اور مال اور آپس کی عزتیں ایک دوسرے پر قیامت تک کے لئے اسی طرح قابل تحریم وتکریم بنادی گئی ہیں جیسے آج کے دن ، موجودہ مہینے اور اس شہر مکہ کا احترام ہمیشہ کے لئے لازم کردیا گیا ہے

تم جلد ہی اپنے پروردگار سے ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا اور میں نے یہ بات صحیح معنوں میں تمہارے تک پہنچادی ہے۔

خبردار!

میرے بعد گمراہی کے راستے پر نہ چل پڑنا اور ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹتے پھرنا اور جلد ہی تم اپنے پروردگار سے ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھے گا۔

(٦): أيّها النّاس!

اسمعوا قولی واعلموا ان کل مسلم اخو المسلم ، وان المسلمين اخوة ، ارقائكم ارقائكم ، اطعموهم مماتأكلون ، و اكسوهم مما تلبسون

اَلا: كل شيء من امر الجاهلية تحت قدمی موضوع وانّ كل دم فی الجاهلية موضوعة۔

وان اوّل دم أضع وفی رواية يوضع من دمائنا دم ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب و كان مسترضعا فی بنی سعد وفی رواية فی بنی ليث فقتله بنوهذيل وهو اوّل ما ابراء من دم الجاهلية۔

فمن كانت عنده أمانة فليئدّها الى من ائتمنه عليها۔

وان كان ربا وفی رواية : وربا الجاهلية موضوع ولكم رؤوس اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون قضى اللّٰه ان لا ربا۔

وأول ربا أضع من ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فأنّه موضوع كلّه۔

اے لوگو !

میری ایک بات توجہ سے سنو اور اسکے مطابق عمل کرو

اور وہ یہ کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔تم میں سے جو غلام ہیں وہ نرم روی کے محتاج ہیں لہذا اس بات کو اپنی عادت بنا لو کہ آئندہ سے جو چیز تم خود کھایا کرو وہی انکو کھلایا

کرو اور جیسا لباس تم خود پہنتے ہو ویسا ہی انکو بھی پہنایا کرو۔

خبردار!

جاہلیت کے کاموں میں سے ہر کام میرے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور جاہلیت کے زمانے میں اگر کسی کا کسی پر خون بہا (فدیہ) تھا وہ بھی معاف کیا جاتا ہے۔

اس میں سے پہلا خون جو میں معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔

اور ایک روایت میں فرمایا: جو خون ہمارے خونوں میں سے معاف کردیا گیا وہ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون ہے جو قبیلہ بنی سعد (ایک روایت کے مطابق قبیلہ بنی لیث) کی رضاعت میں تھے اور بنی ہذیل نے انکو قتل کردیا تھا یہ سب سے پہلا خون ہے جس کو میں معاف کرتے ہوئے اس عمل کی ابتداء کرتا ہوں۔

اور اگر کسی شخص کے پاس کسی کی امانت ہوتو اسکو لازم ہے کہ جس نے اسکے پاس امانت رکھوائی تھی اسکو واپس دیدے۔

اور اگر کسی شخص کا کسی کے ساتھ سودی معاملہ ہوا اور ایک روایت میں یوں ارشاد فرمایا کہ ہر قسم کا سودی لین دین آج ختم کیا جارہا ہے اور تمہیں صرف اور صرف تمہارا اصل زر ہی ملے گا اور اسی کے تم اصل حق دار ہو۔ اسلئے کہ نہ تم ظلم کئے جائے گا اور نہ کسی کو کس دوسرے پر ظلم کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

اور سب سے پہلی سود کی رقم جو ہمارے خاندان میں عباس بن عبدالمطلب کی ہے وہ سارے کا سارا آج ختم کیا جاتا ہے۔

....

نبی ﷺ کے اس بیان میں امت مسلمہ کے برسراقتدار آنے والے لوگوں کے لئے ایک ایسا سنہری اصول بیان کیا گیا ہے جو انقلابی سیاست کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اور وہ اصول یہ ہے کہ جب بھی کسی معاشرے میں انقلابی انداز میں کوئی نیا نظام زندگی متعارف کروایا جائے وہ معاشرے میں اثر ونفوذ پیدا کرنے کے لئے کچھ قربانیاں مانگتا ہے تب جا کر وہ لوگ صحیح معنوں میں اس نظام زندگی کی حقیقی برکات سے معنوں میں مستفید ہو سکتے ہیں۔اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو وہ انقلاب خود بخود ناکام ہو جایا کرتا ہے کیونکہ بعد میں ان لوگوں کے ان بے معنی مسائل کو سلجھانے میں ہی ساری توانائی صرف ہو جائے گی اور کوئی نئی بنیاد نہ ڈالی جاسکے گی۔اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد والے لوگوں کے لئے ایک ایسی بنیاد رکھی جو عام لوگوں کے معاشرتی انقلاب کے لئے ایک بہترین اسوہ کی حیثیت کے ساتھ ساتھ سیاسی نظام میں بھی بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

(٧): ایها الناس !

ان اللّٰه عز وجل قد اعطی کل ذی حق حقه ، فلا وصیة لوارث۔

الولد للفراش وللعاهر الحجر وحسابهم علی اللّٰه۔

من ادعی الی غیر ابیه ، اوتولی ۔

وفی روایة : وانتمی الی غیر موالیه فعلیه لعنة اللّٰه ۔

ألا! لا یحل لامرأة ان تعطی من مال زوجها شیئا الا باذنه۔

الدین مقضیٌ، والعاریة موداةٌ ۔

والمِنحة مردودةٌ، والزّعیم غارمٌ ۔

ولا یحل لامرئٍ مِن مال لاخیه الّا ما أعطاه ایاه عن طیب نفس منه ، فلا تطمئن أنفسکم ۔

وفی روایة فلا تظلموا انفسکم ۔

الا ! قد بلغتُ ؟

اے لوگو !

بلا شبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر حق دار کا حق متعین فرما دیا ہے لہذا اب شرعی وارث کے لئے وصیت کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو وہ صاحب خانہ کا بچہ سمجھا جائے گا اور بدکاری کا الزام لگانے والے کو سزاء کے طور پر پتھر مارے جائیں گے اور اصل حقیقت حال کا فیصلہ اللہ تعالی پر چھوڑ دیا جائے گا۔

جو شخص اپنے والدین کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنا انتساب کرتا ہے یا اپنے موالی سے ہٹ کر کسی اور کی طرف انتساب کرتا ہے۔

یا ایک روایت میں یوں فرمایا: کہ جو شخص اپنے آپکو کسی اور کے موالی میں بتاتا ہے اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی لعنت ہو۔

عورتیں دھیان سے سنیں !

کہ کسی عورت کو یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کا مال اسکی اجازت کے بغیر کہیں خرچ کیا کریں۔

قرض مقروض پر واجب الاداء ہے، کسی سے ادھار مانگ کر لی گئی اشیاء امانت ہیں۔

اور استعمال کے لئے دی گئی اشیاء قابل واپسی ہیں، کفیل یا سردار اپنے امور کی سرانجام دہی کا پابند ہے۔

کسی مرد کے لئے اس کے بھائی کا مال لینا حلال نہیں جب تک کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے اسکو نہ دیدے لہذا کسی کا مال لے کر دل مطمئن نہ کر لیا کرو۔

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں کہ ایک دوسرے کے حقوق دبا کر ظلم نہ کیا کرو

اس کے بعد پوچھا

دھیان سے بتاؤ! کیا یہ بات میں نے تمہارے تک پہنچا دی ہے؟

(٨): أيّها الناس !

فاتّقوا اللّٰه فی النّساء انّ لكم علی نسائكم حقّا ، ولهم عليكم حقّا۔

لكم عليهنّ ان لّا يواطئنّ فرشكم احداً تكرهونه ، وعليهن ان لا يأتين بفاحشةٍ مبيّنةٍ ۔

فان فعلن فان اللّٰه قد أذن لكم أن يّهجروهن فی المضاجع ، وان تضربوهن ضرباً غير مبرحٍ ، فان انتهين فلهن رزقهن وكسوتهن بالمعروف ۔

واستوصوا بالنّساء خيراً ، فانّهن عوان لكم وفی رواية : عندكم عوان ، لايملكن لأنفسهن من الخير شيئا۔

فاتّقوا اللّٰه فی النّساء فانّكم ان اخذتموهنّ بامانة اللّٰه ، واستحللتم فروجهنّ بكلمات اللّٰه

اے لوگو !

عورتوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو اس لئے کہ تمہاری عورتوں کے تمہارے ذمّے حقوق ہیں اور کچھ تمہارے حقوق ان کے ذمّے بھی ہیں۔

انکے ذمّے تمہارا حق تو یہ ہے کہ تمہاری مرضی کے بغیر کسی کی خدمت گزاری نہ کریں اور جن کو تم ناپسند کرتے ہو اسکو اپنے گھر میں نہ آنے دیں۔اور یہ کہ

کوئی کھلے عام فحاشی اور گناہ کا کام سرانجام نہ دیں
اور اگر وہ کوئی ایسا گناہ سرانجام دیں تو اللہ تعالی نے تمہیں اجازت دی ہے کہ انکا بستر جدا کر دو اور اگر ان پر ہاتھ اٹھانے کی ضرورت پیش آئے تو اس بارے میں ایسا انداز اختیار کرو کہ وہ اس طرز عمل کو دیکھ کر وہ برا عمل ترک کر دیں اور انکو کھلے عام نہ مارا کرو۔ اور اگر وہ اپنی ان بری حرکات سے باز آجائیں تو انکو کھلانا پلانا احسن طریقے سے تمہارے ذمّے لازم ہوگا۔
اور تمہیں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہاری معاون ہیں اور روایت میں فرمایا: وہ تمہارے پاس معاون ہیں۔ وہ اپنے پاس کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتی بلکہ اپنا سب کچھ دوسروں پر لٹا دینے کی فطرت پر پیدا کی گئی ہیں۔
لہذا عورتوں کے معاملے میں اللہ سبحانہ وتعالی سے ڈرو اگر انکو تم اپنے قبضے میں لینا چاہو تو اللہ تعالی کی طرف سے امانت کے طور پر لیا کرو، اور انکو اپنے اوپر ساتھ نکاح کے ذریعے حلال کرنا چاہو تو اللہ تعالی کے نام اور اسکے کلمات کے ساتھ حلال کیا کرو۔

....

آجکل عورتوں کے لئے تو بڑا خاص اصول ہے اور عام زندگی میں اسکو سامنے رکھنا لازم ہے تاکہ وہ غیروں کے ہاتھ میں کھلونا نہ بنیں بلکہ اپنا اصل مقام جان سکیں

(٩): فاعقلوا أيّها النّاس !

واسمعوا قَولِى فانّى قد بلغتُ۔

وانّى قد تَّركتُ فيكُم مَالَنْ تضلُّوا بَعدهٗ اَبداً اِن اعْتصمتُم به كتاب اللّٰه۔

وفى روايةٍ :مَااِن استعصمتم بِه فَلَن تَضلُّوا ابداً كتاب اللّٰه وسنّة نبيّه ۔

وايّاكُم والغلّو فى الدّين ، فانَّمَا أهُلكَ مَن قَبُلكُم ألْغُلُوّ فِى الدّين۔

اِن أَمَر علَيكُم عبدٌ مجدعٌ اسودٌ يقُودكم بكتاب اللّٰه فاسمعُوا لَه

واَطيعُوا۔

اے لوگو میری بات دھیان سے سنو اور اچھی طرح سمجھو !

کیونکہ میں اپنا فریضہٗ رسالت ادا کر رہا ہوں :

بلا شک وشبہ میں تم میں ایک ایسا طریقہ چھوڑے جا رہا ہوں اس کو اختیار کر نے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور ان میں ایک کتاب اللہ ہے۔

اور ایک روایت یوں ارشاد فرمایا: اگر تم اسکو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے ان میں پہلی کتاب اللہ اور دوسری اس کے نبی ﷺ کی سنت کو اپنی عملی زندگی میں اختیار کرنا ہے

اور تم دین کے کاموں میں غلو کرنے سے بچو اس لئے کہ تم سے پہلے لوگوں کو دین کے کاموں میں غلو اختیار کرنے کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔

اگر تم پر کوئی کالا سیاہ غلام بھی آقا بنا دیا جائے جب تک وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیا کرے اسکی بات دھیان سے سننا اور اسکی اطاعت کرنا لازم

ہے

....

اس آخری خطبے کو اگر سنگ میل کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی کسی اور بات کو سامنے رکھے بغیر ہم بلا وجہ کی فرقہ واریت سے بچ سکتے ہیں

کیونکہ آجکل بعض لوگوں میں یہ بات جڑ پکڑ گئی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے سے مراد احادیث نبویہ پر عمل کرنا ہے اسی لئے انہوں نے احادیث کی کتب کو عمل کی بنیاد بنا لیا ہے جبکہ نبی علیہ السلام کے اس آخری خطبے کے الفاظ میں واضح طور سے فرمایا کہ عمل کے لئے میری سنت کو اختیار کرو۔

اسلئے کہ ایک ہی کام کے بارے میں احادیث ایک سے زیادہ ہوسکتی ہیں جبکہ سنت ساری زندگی میں صرف ایک ہی ہوتی ہے۔

اس بات کو اگر اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو حدیث پر عمل کی دعوت سے جو فرقہ واریت پھیل رہی ہے وہ خود بخود دم توڑ جائے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اخلاص دل کے ساتھ یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں آپس میں اتفاق اور اتحاد کی دولت نصیب فرمانے کے ساتھ دنیا میں غلبہ اسلام کے لئے قبول فرمائے۔آمین

(۱۰): یا ایھا الناس !

وان الشیطان قد یئس من ان یعبد فی ارضکم ھذہ وفی روایۃ فی بلدکم ھذا ابدا، ولکن ستکون لہ طاعۃ فیما تحتقرون من اعمالکم فسیرضی بہ ۔ وفی روایۃ : ولکنّہ رضی ان یطاع فیھا سوی ذلك مما تحتقرون من اعمالکم فاحذروہ علی دینکم

الا: فاعبدوا ربکم ، وصلوا خمسکم ، وصوموا شھرکم ، وادّوا زکاۃ اموالکم طیبۃ بھا انفسکم ، وتحجّوا بیت ربکم ، واطیعوا ولاۃً وفی روایۃ : ذا اَمرکُم ، تدخلوا جنّۃ ربّکم

اَلا: لایجنِی جَان الاّ علی نَفسِہ ۔

اَلا: لایجنی جان علی ولدہ ، ولا مولود علی والدہ۔

اے لوگو !

شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کی تمہاری اس سرزمین میں اسکی عبادت کی جائے ۔اور ایک روایت میں ہے کہ: وہ اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی بھی اسکی عبادت کی جائے ، ہاں وہ معمولی کام جن کو تم حقیر اور بے کار سمجھتے ہوگے ان میں اسکا طریقہ اختیار کرنے سے ہی وہ راضی ہوجائے گا اور ایک روایت میں یوں فرمایا: ہاں اس کے علاوہ ایسے کام جن کو تم معمولی درجے کا سمجھتے ہوان میں اسکی اطاعت کئے جانے پرہی وہ راضی ہوجائے گا۔لہذا شیطان سے بچواور اپنے

دین کو بچاؤ

خبردار !

اپنے اللہ کی ہی عبادت کیا کرنا ، پانچ نمازیں ادا کیا کرنا ، رمضان کے مہینے میں روزے رکھا کرنا ، اور اپنے دل کی خوشی سے اپنے مالوں میں سے زکوۃ دیا کرنا ، اور بیت اللہ کا حج کیا کرنا ، اور اپنے امراء کی اطاعت اور ایک روایت میں فرمایا: صاحب امر لوگوں کی اطاعت کیا کرنا ، اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جانا

خبردار ! کسی شخص کی جنایت اسی پر لازم آتی ہے

خبردار ! کسی شخص کی جنایت اس کے بیٹے پر لازم نہیں آتی اور نہ کسی والد کی اس کے بیٹے پر لازم آتی ہے

....

آجکل یہ رواج بڑا عام ہو گیا ہے کہ ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کے لوگوں پر مشرک و کافر کا فتوی بے دریغ صادر کر دینے میں کوئی شرم اور عار بھی محسوس نہیں کرتے جبکہ رسول اللہ کا مندرجہ بالا فرمان اس مسئلہ میں حجت تامہ اور عامہ کا درجہ رکھتا ہے ۔ اور اس میں بھی عجیب بات تو یہ ہے کہ عام کیا خاص لوگ بھی دنیا کی معمولی باتیں جن کی وجہ سے شیطان خوش ہوتا ہے اس کی طرف بالکل دھیان ہی نہیں جاتا اور یہ دنیا کی زندگی کے کام ہیں جنکا تعلق دنیا اور اس کے مسائل سے ہے ۔

(۱۱): یا أیها الناس !

"انما النسیء زیادة فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونه عاما ویحرمونه عاما لیواطئوا عدة ما حرم اللّٰه فیحلوا ما حرم اللّٰه" ویحرموا ما احل اللّٰه لتأخذوا مناسککم۔

فانی لا ادری لعلی لاحج بعد حجتی هذه۔

اَلا: وان الزمان قد استدار کهیئة یوم خلق السمٰوات والارض وان عدة الشهور عند اللّٰه اثنی عشر شهرا فی کتاب اللّٰه یوم خلق السموات والارض۔

منها اربعةٌ حرم ثلاثةٌ متوالیاتٌ ذوالقعدة ، وذو الحجة ، والمحرم ورجب مضر وفی روایة : الفراد الذی بین جمادی وشعبان۔

اے لوگو !

بے شک مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں زیادتی کے مترادف ہے کافر لوگ اس سے گمراہی میں مبتلاء ہوتے ہیں وہ کسی ماہ کو ایک سال میں حلال اور دوسرے سال میں اسی کو حرام قرار دے لیتے ہیں۔تاکہ ان مہینوں کی گنتی پوری کرلیں اوراس کا مقصد یہ ہے کہ جنکو اللہ ﷻ نے حرام قرار دیا ہوتا تھا انکو حلال قرار دے لیں اوراس میں ان کے سامنے مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ مناسک حج کی ترتیب کو پورا کرلیں۔

میں نہیں جانتا کہ آیندہ برس تمہارے ساتھ حج کرسکوں گا یا نہیں۔

خبر دار رہو !

زمانے میں اسی طرح تبدیلی آتی ہے جیسے آسمانوں اور زمینوں کی ہیئت میں تبدیلی ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالی نے جب سے آسمانوں وزمین کو بنایا ہے اسی وقت سے مہینوں کی تعداد بارہ مقرر فرمائی ہے اور اسی کا فیصلہ اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے

ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے متعین فرمائے ہیں تین مہینے اوپر نیچے آتے ہیں اور وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، اور محرم جبکہ رجب ان میں سے ترتیب سے ہٹ کر آتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: وہ اکیلا ہے جو جمادی اور شعبان کے مابین ہے

....

یہ اس زمانے کا عام فیشن تھا کہ جو اس زمانے میں برسر اقتدار طبقہ تھا وہ جب اور جس طرح چاہتا اسی طرح مہینوں کی ترتیب کا اعلان کر دیا کرتا تھا اور اسی طرح مہینوں کے دنوں کی تعداد بھی وہ اسی طرح اپنی مرضی سے طے کرلیا کرتے تھے انکے ہاں اللہ کی رضا کا تو کوئی معاملہ نہ تھا صرف انکے پیش نظر دنیا کی اغراض اور مفادات تھے اسی لئے انکی اس عادت سے اللہ سبحانہ وتعالی کی عبادات کے ایام بھی متأثر ہوتے تھے۔

(۱۲):

ألا: فليبلغ الشاهد الغائب ، فرب مبلغ اوعى من سامعه ، و أنتم تسئلون وفی رواية مسئولون عنی فماذا انتم قائلون ؟

الا هل بلغتُ ؟

قالوا :اللهم نعم ! نشهد أنك قد اديت الامانة ، وبلغت الرسالة ، ونصحتَ

فقال رسول اللّٰہ ﷺ باصبعه السبابة يرفعها الى السماء، وينكتها الى الناس ،

اللهم اشهد اللهم اشهد اللهم اشهد

خبردار! جنھوں نے یہ باتین سنیں وہ غیرموجودحضرات کوخبر دے دوکیونکہ بہت سارے سننے والوں کی بجائے جن کے پاس بات کو پہنچایا جائے وہ زیادہ بات کی حقیقت کوسمجھ سکتا ہے۔اورتم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دیا کرو گے۔اور ایک روایت میں یوں فرمایا کہ:تم میرے بارے میں پوچھے جاؤ گےتو بتاؤ کیا جواب دو گے؟

دھیان سے بتاؤ! کیامیں نے ساری بات آپ تک پہنچادی ہے؟

ان سب نے جواب دیا اللہ کی قسم ہاں ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے امانت کا حق ادا کردیا اور آپ نے رسالت کا فریضہ پورا کردیا،اورسب کچھ آپ نے ٹھیک ٹھیک پہنچادیا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی سبابہ (شہادت کی انگلی) کو آسمان کی طرف بلند کرتے جاتے اور لوگوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے اور یہ کلمات فرماتے جاتے تھے

اے اللہ تو گواہ بن جا اے اللہ تو گوہ بن جا اے اللہ تو گواہ بن جا

....

ہم بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ سول اللہ ﷺ نے پیغام رسانی کا حق ادا کر دیا اور ﷲ کا حکم بندوں تک پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی



☆☆☆

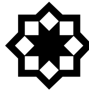
اللّٰہُ



امام ابو اسماعیل

حمادؒ بن نعمان الامام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؓ

کے مختصر حالات زندگی



احوال شیخ الفقہاء امام ابواسماعیل حماد بن امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ

اسم گرامی حماد بن ابی حنیفہ تھا اور کنیت ابو اسماعیل تھی۔

آپ نے زیادہ تر علم کا حصول اپنے والد امام اعظم ابو حنیفہ سے کیا تھا۔ اور انکی زندگی میں ہی مسند افتاء پر بیٹھ گئے تھے۔ اور آپ امام اعظم کے بڑے درجے کے تلامذہ مثلاً امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام زفر کے طبقہ میں آپ بھی شمار کئے جاتے تھے۔

امام حماد کے معروف تلامذہ میں سے آپکا بیٹا اسماعیل تھا اور انکے علاوہ اور بہت سارے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا تھا۔

آپ کی اولاد میں کل چار بیٹے تھے جن میں سے پہلے بیٹے کا اسم گرامی اسماعیلتھا انہی کی وجہ سے آپ ابو اسماعیل کنیت لکھا کرتے تھے۔

بعض لوگوں امام اسماعیل پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ آپ خلق قرآن کے قائل تھے جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے میں آپ کا عقیدہ اور نظریہ وہی تھا جو امام ابو حنیفہ کا تھا۔

اور انکا نقطۂ نظر اس بارے میں یہ تھا کہ قرآن بحیثیت ﷲ کا کلام ہونے کے مخلوق نہیں ہے البتہ بحیثیت کتابت چھپائی وغیرہ مخلوق ہے اور اس میں کاغذ یا

سیاہی کومخلوق کہا گیا ہےاور یہ بات حقیقت پرمبنی ہے

اورامام حماد کے دوسرے ابوحیان، تیسرے حضرت عمر، اور چوتھے بیٹے حضرت عثمان تھے اور یہ سبھی اپنے وقت کے علمائے اعلام میں شمار کئے جاتے تھے۔

امام حماد اپنے وقت میں زہد کے امام معروف تھے اسی لئے آپ کی شان اور حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے امام کردری فرماتے ہیں:

ان الغالب کان علی حماد الدین والورع والفقه وکتابة الحدیث

(المناقب لکردری:۲/۲۱۲)

آپ کا علم دین، تقوی اور علم فقہ کے حصول کا غالب ذوق تھا اور کتابت حدیث بھی آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

اوراسی بات کو مؤرخ کبیر علامہ صمیریؒ مندرجہ ذیل کے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

وکان الغالب علیه الدین والورع والزهد مع علمٌ بالفقه وکتابة الحدیث

(اخبار ابی حنیفة:۱۵۱)

آپ کے مزاج میں علم دین، تقوی و پرہیزگاری اور علم فقہ کے حصول کے ساتھ ساتھ کتابت حدیث کا بھی غلبہ اور محبوب مشغلہ تھا۔

اورامام حماد کی عملی زندگی کا یہ معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے بشر بن ولید فرماتے ہیں:

كان حماد شديد على أهل الهوآء يكسر عليهم أقاويلهم ويحتج عليهم بحجج لم يكن تيسرذلك لحذاق المتكلين

(المناقب لكردری:۲/۲۱۲)

امام حماد اہل ہواء کی مخالفت میں بڑے سخت تھے۔اور انکے سخت سے سخت سوالات اور دلائل کا مسکت جواب دیدتے تھے۔اور اُنکی مخالفت میں ایسے دلائل قائم کرتے تھے جو عام متکلمین کے بس کا روگ نہ تھا۔

عملی زندگی میں امام حماد کے بارے میں محمد بن مروانِ خفاف سے منقول ہے کہ:

استقضى حماد على الكوفة بعد القاسم بن معن ثم على بغداد كلّها ثم على البصرة فلم يزل على ذلك حتى اصابه الفالج فاستأذن فى الانصراف فأذن له

امام حماد بن ابوحنیفہ کو ابتداء میں کوفہ کا قاضی بنایا گیا اور امام قاسم بن معن کی وفات کے بعد بغداد کے سارے علاقے کا قاضی مقرر کر دیا گیا اور بعد ازاں بصرہ کا قاضی بنایا گیا اور یہ قضائت آپ کے پاس اس وقت تک رہی جب تک آپ اپنی عمر کی زیادتی کی وجہ سے فالج کی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور اس کے بعد آپنے حاکم وقت سے فراغت کی اجازت چاہی کہ مزید اس مسند پر قائم رہنا مشکل ہے جسکی آپکو اجازت دے دی گئی۔

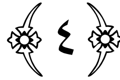
آپ نے امام اعظم کی ایک مسند کی روایت کے ساتھ ساتھ امام اعظم

کی فقہ اکبر کی روایت کی جو ملا علی کے شرح کے ساتھ معروف اور متداول ہے اور کئی دوسرے شراح نے بھی اسکی شرح لکھی ہے جن میں زیادہ معروف ابو المنتہی شرح الفقہ الاکبر اور القول الفصل شرح الفقہ الاکبر اور نور الظلم شرح الفقہ الاکبر۔

اور ایک وصیت جو امام اعظم نے تمام افراد کے لئے فرمائی اور دوسری جو صرف آپکو فرمائی انکی روایت بھی آپ نے بیان فرمائی ہے اور یہ دونوں وصیتیں اس مجموعہ مبارکہ میں شامل کی جارہی ہیں اور متن فقہ اکبر ہماری تصنیف مجموعہ الفقہ الاکبر میں شامل اشاعت ہے۔

آپکی وفات ۱۷۶ ہجری میں ہوئی۔





وصیت بنام ابن امام

حمادؒ بن نعمانؒ



نحمده ونصل علی رسوله الکریم الی یوم الدین امابعد

آئندہ صفحات میں امام اعظم کے اس وصیت نامے کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو آپ نے اپنے سب سے بڑے بیٹے امام حماد (جنکے احوال زندگی گذشتہ صفحات میں گذرے ہیں) کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

یَابُنَیَّ !

أرشدك اللّٰه وأيّدك أوصيك بوصاياإن حفظتَها وحافظت عليها ، رجوتُ لك السّعادة فى دِينكَ و دُنياك إن شآء اللّٰه۔

اے میرے پیارے بیٹے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تجھے راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے۔اور خیر کے ہر کام میں تیری دستگیری فرمائے۔میں تجھے چند وصیتیں کرتا ہوں اگر تو نے انکو یاد رکھا اور اپنی عملی زندگی ان وصیتوں کے مطابق ڈھال لی تو مجھے قوی امید ہے کہ تم ان شاء اللہ اپنے دین و دنیا اور آخرت میں سعادت منداورخوش بخت رہو گے۔

أوّلها: ألتقوی بحفظ جوارحك من المعاصی خوفا من الله تعالی والقیام بأوَامِره عبودیة لهٗ تعالی ۔

پہلی یہ کہ: ﷲ تعالی سے تقوی اختیار کرتے اور ڈرتے ہوئے اپنے اعضاء اور جوارح کو معاصی سے پاک رکھو۔ اور اللہ ﷻ کے احکامات کو بجالانے میں سستی نہ دکھاؤ اور اللہ ﷻ کے احکامات کو اسکی عبودیت اور اسکے فرائض میں سے اپنا ایک فرض سمجھ کر ادا کیا کرو۔

والثّانی: أن لاتستقرعلی جهلٍ مّا تحتَاج الی عِلمه ۔

دوم یہ کہ: کبھی اپنے آپ کو کسی ایسی بات سے جہالت میں نہ رکھنا جس کے جاننے کی زندگی کے کسی موڑ پر بھی تجھے ضرورت پیش آسکتی ہو۔

والثّالث: أن لاتعاشرشخصاً الا من تحتاج الیه فی دینك ودنیاك

سوم یہ کہ: جب تک دینی یا دنیاوی ضرورت درپیش نہ ہو بلا وجہ کسی عام آدمی سے میل جول نہ رکھنا۔

فائدہ: ......

لوگوں کے ساتھ اس طریقہ کار کے اختیار کرنے کا یہ فائدہ ہوگا کہ اپنے اندر استغناء نفس پیدا ہوگا اور عام لوگوں کی نظروں میں علمی وقار اور رعب قائم رہے گا اور یوں جب انکو ضرورت ہوگی وہ آپ سے فائدہ اٹھائیں گے اور آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ کریں گے۔

والرّابع: أن تَنصِفَ من نّفسكَ وَلاتنصف لهَاالاّلضرورةٍ۔

چہارم یہ کہ: آپ ہر شخص کے ساتھ انصاف کرنے کی عادت ڈالو اور اپنے معاملات میں لوگوں سے انصاف کے خواہاں نہ ہوا کرو۔

فائدہ: ......

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن لوگوں کے حقوق آپ کے ذمے ہیں انکو احسن طریقے سے ادا کرنا اور جو آپ کے حقوق کسی اور کے ذمے ہیں اس میں اگر وہ کمی کوتاہی کر رہے ہوں یا انصاف نہ کر رہے ہوں اس کو انصاف نہ کرنے کی وجہ سے اصل صورت احوال سے متنبہ کر دو، لیکن ان سے حصول انصاف کا مطالبہ نہ کیا کرو اسلئے کہ اگر ان سے انصاف کا مطالبہ کرو گے تو اگر وہ جاہل ہے اور انصاف کو جانتا نہیں آپ اسکو انصاف کرنے کی تلقین کر کے اپنے علم کی ناقدری کر رہے ہو، اور اگر وہ جان بوجھ کر بد دیانتی کر رہا ہے اور ظلم کرنے پر امادہ ہو چکا ہے تو آپ اسکی بد دیانتی کو لوگوں کے سامنے عیاں کر کے اس کو اپنا مخالف بنا لو گے۔ لہذا بہترین اصول یہ ہے کہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے ایسے جہلاء کے پیچھے نہ پڑو یہ ہی اصل حکمت اور دانائی ہے اور اس عمل سے آپ اپنا بہت سا وقت بچا سکتے ہیں۔

والخامس: أن لا تعادی مسلماً ولا ذمیاً

پنجم یہ کہ: کسی مسلمان یا کسی ذمی سے دشمنی نہ پیدا کرنا۔

فائدہ:.......

اس لئے کہ مسلمان سے دشمنی اللہ تعالی کے احکامات کی خلاف ورزی کے مترادف ہے اور ذمی (جو شخص کسی کافر مملکت کا باشندہ ہو اور ویزے آپکے علاقہ میں آیا ہو) سے دشمنی کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ واپس اپنے وطن جا کر تجھے اور تیرے دین کو بدنام کرے گا جس بدنامی کو زائل کرنے کی آپکے پاس کوئی صورت نہیں ہوگی یا بصورت دیگر وہ تجھے نقصان پہنچا کر اگر چلا جائے تو اس سے بدلہ لینا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوگا اور اس کام میں تیرا بہت سا وقت ضائع کر دیگا۔

والسّادس: أن تقنع من اللّه بمارزقك من مالٍ أوجاهٍ

ششم یہ کہ جو مال اور مرتبہ اللہ تعالی نے دنیا میں تجھے دیا ہے اس پر قناعت کرنا اور مزید سے مزید تر کی فکر میں نہ لگنا۔ اگر کوئی بلند مقام مقدر میں ہوا تو خود بخود مل جائے گا اور اگر مقدر میں نہیں تو ہزار کوشش کے باوجود بھی سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

والسّابع: أن تحسّن التّدبير فيما فی يدك اِستغناءً به عن النّاس۔

ہفتم یہ کہ: جو مال و مرتبہ تیرے دست قدرت میں ہے اس کے بارے میں حسن تدبیر سے کام چلانا تا کہ عام لوگوں کی محتاجی سے بچ سکو۔

فائدہ:.......

امام اعظم کی یہ بات اللہ تعالیٰ کے فرمان سے مأخوذ ہے جس میں فرمایا

وَاقصِد فِی مَشیك وَاغضُض مِن صَوتك

کہ اپنی حال میں میانہ روی رکھنا اور دھیمی آواز رکھا کرنا۔

اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی سست روی سے عام لوگوں سے پیچھے نہ رہ جائے اور بہت تیز چلنے سے گر نہ پڑے جبکہ اور کوئی اس کا معاون بھی اس کے قریب نہ ہو جو اسکی مشکل میں مدد کر سکے۔

والثّامن: علٰی أنْ لاّ تَستهِینَ عَینِ النَّاس عَلیكَ۔

ہشتم یہ کہ: عام لوگوں کی نظروں میں اپنے آپ کو بے وزن نہ بنانا۔

فائدہ:......

اس نصیحت پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ آپ کے علم کی بے قدری کریں گے اور تیرے مقابلے میں اپنے آپکو بڑا جاننے لگیں گے۔نتیجہ یہ ہوا گا کہ ان کے دلوں سے علماء کا وقار ختم ہو جائے گا اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے دور ہو جائیں گے۔

والتّاسع: أنْ تَقْمَعَ نَفْسكَ مِنَ الْخَوضِ فی الفُضُول۔

نہم یہ کہ: فضولیات میں پڑنے سے اپنے نفس کی حفاظت کرنا۔

فائدہ:......

اور اگر اس نصیحت پر عمل نہ کیا تو اسکا نقصان یہ ہوگا کہ لوگوں کی نظروں میں آپکا علمی مقام اور قدرو منزلت ختم ہو جائے گی اس لئے کہ آپ فضولیات میں عامۃ الناس کا مقابلہ نہیں کرسکو گے اور جب وہ ایک بھی فضول بات میں تم سے آگے ہونگے تو وہ ہر کام میں اپنے آپکو آپ سے بلند سمجھیں گے۔

والعاشر: أن تَلقَى النّاسَ مُبتَدِياًبالسَّلامِ ، مُحسِناً بالکلامِ مُتَحبّباً اِلی أَھلِ الخَیرِ ، مُدَاریاً لأَھلَ الشَّرّ۔

دہم یہ کہ: لوگوں سے ملاقات کے وقت سلام میں پہل کیا کرنا اور آپکا انداز کلام انتہائی مہذب اور شستہ ہونا چاہیئے اور اہل خیر کے ساتھ محبت سے پیش آیا کرنا اور اہل شر کے شر وفساد سے بچنے کے لئے انکی خاطر مدارت کیا کرنا۔

والحَادی عشر: أن تُکثّرَ ذکرَاللّٰہ تعَالی وَالصَّلوۃ عَلٰی رَسُولہ ﷺ

یازدہم یہ کہ: اللہ تعالی کا ذکر کثرت سے کیا کرو اور نبی ﷺ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرنا۔

فائدہ:......

اسلئے کہ ﷲ کا ذکر پالش کا کام دیتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا

لكل شيء صقالة وصقالة القلوب ذكر الله

ہر چیز کو چمکانے کے لئے کوئی نہ کوئی پالش ہوتی ہے اور گناہوں میں آلودہ دلوں کی پالش ﷻ تعالی کا ذکر ہے۔ اور درود دلوں میں نور کو مستحکم کرنے کا ذریعہ ہے۔

والثّاني عشر: ان تشتغل بسيد الاستغفار وهو قوله عليه السلام

(١) " أَللّٰهُمّ أَنْتَ رَبّیْ لَااِلٰهَ اِلّا أَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَأنَا عَبْدُكَ وَأنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَاسْتَطَعْتُ أعُوْذُبِكَ مِنْ شَرّ مَا اسْتَطَعْتُ أعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيّ وَأبُوْءُ بِذَنْبِی فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهُ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّاأَنْتَ"

من قالها حين يسى فمات من ليلته دخل الجنة ومن قال ها حين يصبح فمات من يومه دخل الجنة

وعن أبى الدرداء ﷺ حين قيل له احترق بيتك قال ما احترق لكلمات وسمعتهن من رسول الله ا من قالها اول نهاره لم تصيبه مصيبة حتى يمسى ، ومن قالها آخر نهاره لم تصبه حتى يصبح

(٢): " أَللّٰهُمّ أَنْتَ رَبّی لَا اِلٰهَ اِلّا أَنْتَ رَبّیْ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَلَمْ يَشَآءُ لَمْ يَكُنْ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ أَعْلَمُ أَنّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً ، أَللّٰهُمّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا أَنْتَ عَلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“

دوازدہم یہ کہ: کلمات سیّدالاستغفار پڑھنے کا ہمیشہ معمول رکھا کراور اس کے کلمات اوپر متن میں (۱) پرگزرے ہیں جس کا ترجمہ یوں ہے:

{اے میرے اللہ! تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سواء کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے۔اور میں تیرا ہی بندہ ہوں۔اور تجھ سے کئے گئے عہد اور تمام وعدوں پر جہاں تک مجھ سے ہوسکے قائم ہوں۔جو مجھ سے گناہ ہوگئے یا اللہ میں اسکی شر سے آپکی پناہ چاہتا ہوں، اور تیری ساری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں۔اور جو گناہ مجھ سے ہوگئے ان کا بھی اقراری ہوں، لہذا یا اللہ! مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سواء میرا کوئی بخشنہار نہیں ہے}

سیّدالاستغفار کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص شام کے وقت ان کلمات کو پڑھے اور پھر اسی رات کو فوت ہوجائے تو سیدھا جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص صبح کے وقت ان کلمات کو پڑھے اور اگر اسی دن مرگیا تو سیدھا جنت میں داخل ہوجائے گا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت منقول ہے کہ ان کو کسی نے آکر کہا: آپ کا گھر جل گیا ہے۔انہوں نے کہا نہیں جلا۔اسلئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کلمات سنے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص

(۲) میں مذکور کلمات کو دن کے شروع میں پڑھ لے اسکو اس دن کی شام تک کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ اور جو شخص دن کے آخری حصے میں پڑھ لے گا تو صبح ہونے تک اسکو کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔

(اور چونکہ انہوں نے یہ کلمات اسی دن پڑھے تھے اس لئے آگ لگنے کی خبر دینے والے کی بات کی تصدیق نہ کی ماشاء اللہ۔ اللہ تعالی کے نبی ﷺ کی باتوں پر ان حضرات کا کس قدر بلند ایمان تھا کہ خبر دینے والی کی بات کا ہی سرے سے انکار کر دیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بات ارشاد فرمائی تھی جو حضرت نے خود سنی تھی اللہ سبحانہ وتعالی انہی مقدس ہستیوں کی اتباع میں ایسا ہی کامل اور مکمل ایمان کی دولت نصیب فرمائے جو ہمارے دنیاء کے غموں اور آخرت کی تکلیفوں میں مداوا بن سکے)

اوران کلمات کا جو (۲) میں مذکور ہیں ترجمہ یوں ہے:

{اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تیرے علاوہ میرا کوئی معبود نہیں ہے تجھ پر ہی میں بھروسہ کرتا ہوں اور تو ہی عرش عظیم کا پروردگار بھی ہے۔ جو میرا اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا اسلئے کہ نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے روکنے کی قدرت صرف اور صرف میرے اللہ تعالی کے پاس ہے جو بڑی بلند شانوں والا اور بڑی عظمتوں والا ہے۔ میں جانتا ہوں میرا اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور میرا اللہ ہی ہر چیز کا اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ احاطہ کرنے والا ہے۔ اے میرے اللہ

میں اپنے نفس کے شر سے ،اور ہر شر پر پیدا کردہ چیز کے شر سے ،اور تیری مخلوقات میں سے جس کی ساری طاقتیں تیری ہی پیدا کردہ ہیں اور تیرے ہی دست قدرت میں ہیں ان سب سے آپکی پناہ میں آتا ہوں اور میرا رب ہی وہ ذات ہے جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے}

والثّالث عشر: أن تُواضِب عَلى قِرائةِ القُرآن كلّ يومٍ ، وتَهدِى ثَوابَها اِلى رَسُول اللّٰه ﷺ وَوَالِدَيك وَأسَاتِيُذَك وَسائِر المُسلِمِين

سیزدہم یہ کہ: روزانہ پابندی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کیا کرو۔ اور اسکا ثواب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ،اور اپنے والدین ،اپنے اساتذہ،اورتمام مسلمانوں کو پہنچایا کرو۔

فائدہ:......

آج کل یہ بات پڑھے لکھے لوگوں میں جڑ پکڑتی جارہی ہے کہ مرنے کے بعد ثواب پہنچانے کا کوئی فائدہ نہیں اس بارے میں امام اعظم کی مندرجہ بالانصیحت مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے بلاوجہ اس بات سے انکار کرنا اہل السنّت والجماعت کے راستے سے ہٹ جانا ہے۔اور دوسری طرف جہلاء کا یہ عالم ہے کہ ثواب پہچانے کے بہانے انہوں نے اپنا روزگار کا سلسلہ شرع کیا ہوا ہے اور اس میں مخصوص رسم ورواج بنالئے گئے ہیں اگر کوئی انکی موافقت نہیں کرتا اسکو وہابی اور نہ جانے کون کون سے القاب سے یاد کیا جاتا

ہے اور انکا یہ طرز عمل بھی اہل السنّت والجماعت کا طریقہ نہیں ہے:
اس لئے کہ کسی میت کو ثواب پہنچانے کے لئے:
(۱): نہ تو کوئی وقت مخصوص ہے کہ اس وقت ثواب جائے گا اور کسی وقت نہ جائے گا۔
(۲) نہ کلام کی مقدار مخصوص ہے کہ اگر اس مقدار میں پڑھا تو ثواب پہنچے گا ورنہ نہیں پہنچے گا۔
(۳) نہ دعا کا کوئی طریقہ مخصوص ہے کہ اس طرح سے دعا مانگی تو ثواب پہنچے گا ورنہ نہیں پہنچے گا۔
(۴): نہ کسی شخص مخصوص کا ہونا لازم ہے کہ وہ ہوگا تو ثواب پہنچے گا ورنہ نہیں پہنچے گا

بلکہ اللہ تعالی کی رضا میں جو کلام بھی پڑھا اور جتنا بھی پڑھا اور جس وقت بھی پڑھا اسی وقت دل سے اللہ تعالی سے دعا کی اور ثواب اس کے حق دار کو یا جس کو ثواب بھیجنا ہے پہنچ جاتا ہے۔

ہاں بعض انتظامی ضروریات کے پیش نظر کوئی خاص موقعہ کی مناسبت سے کوئی مجلس متعین کر لی جائے تو اس میں شامل ہونا یا نہ ہونا فرائض شرعیہ میں سے نہیں اگر کوئی شامل ہو جائے تو اچھا ہے اور اگر کوئی شامل نہ ہو اس کو مورد طعن و تشنیع ٹھہرانا ہرگز ہرگز نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ بعض اوقات اپنے اس نیک عمل کو ضائع کرنے اور بدعات کے زمرے میں شامل کرنے

کے مترادف بن جاتا ہے۔

والرّابع عشر: أن تحترز مِنْ أَصْحابِكَ أَكثَرَ مِن أَعْدَائِكَ إِذْ كَثُرَ فِى النَّاسِ الْفَسَادَ فَعدوُّك مِن صَدِيقِك مُسْتَفادٌ۔

چہاردہم یہ کہ: تو اپنے دوستوں سے زیادہ اجتناب کیا کر بنسبت اپنے دشمنوں کے۔اس لئے کہ لوگوں میں فساد زیادہ پیدا ہوگیا ہے اور جو آج تیرے دوست ہیں وہی آئندہ وقت میں دشمنوں کا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔

والخامس عشر: أن تكتُم سِرَّكَ وذَهَبك ومَذْهَبَكَ و ذِهَابَكَ۔

پانزدہم یہ کہ: اپنے رازوں کو، اپنی دولت، اگر کہیں جانے کا ارادہ ہوتو اس مقام اور ارادے کو، اور کوئی کام کرنے لگے تو اس میں جو آپ کے سامنے مقصد پیش نظر ہے جب تک وہ کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ جائے ان باتوں کو لوگوں سے چھپا کر رکھا کر اس سے تیرے کام میں استحکام پیدا ہوگا۔

فائدہ:......

عام حکماء کا قول ہے تین باتوں کو چھپانا چاہئے زن عورت ؛ زر، دولت زمین: جائداد۔ اور اگر دیکھا جائے تو آج دنیا کے سارے فتنے اسی وجہ سے ہیں کہ جس کو چھپانے اور پردے میں رکھنے کا حکم تھا جبکہ ہم نے اسکو کھلے عام منڈی کی چیز بنا لیا ہے۔

اور خاص طور پر مغربی تہذیب کی سب سے بڑی بنیاد ہی عورت کو ہر

جگہ اور ہر مقصد کے لئے استعمال کرنا ہے آپ کوئی مشہوری ایسی نہیں پائیں گے جس میں عورت یا اسکے کسی عضو استعمال میں نہ لایا گیا ہو چاہے جبکہ اسکا کوئی مقصد بھی نہیں ہوتا اور عورت کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے اور وہ بھی اپنی معصومیت اور سادے پن کی وجہ سے مکار لوگوں کے ہاتھ میں کھلونا بن گئی ہے اللہ حفاظت فرمائے۔

والسّادس عشر: أن تُحسِنَ الجوَارِ، وتَصْبِر عَلى أَذَى الُجَارِ۔

شانزدہم یہ کہ: اور ہمسائیوں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کیا کرا اور اگر ہمسائیوں کی طرف سے آپ کے ساتھ کوئی نازیبا بات پیش آجائے اس پر صبر کیا کرو۔

فائدہ:......

یہ بات تو عیاں ہے کہ اللہ ﷻ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہ ﷺ نے احادیث مبارکہ میں انکی کس قدر فضیلت بیان فرمائی ہے لہذا انکے حقوق تمام اہل حقوق سے مقدم ہونے چاہئے۔

والسّابع عشر: أن تَمَسّك بمذهب أهلُ السُّنّة و الجَماعةِ و تَجتَنِب عَن أهلِ الجِهَالَة وذَوِى الضَّلاَلَةِ۔

ہفدہم یہ کہ: ہر حال میں اہل السنّت والجماعت کے راستے پر چلنا اور اہل جہالت اور گمراہ لوگوں کے راستے سے اعراض کرنا لازم ہے۔

فائدہ:......

امام اعظم کے زمانے سے ہی چونکہ امت میں فرقہ واریت شروع ہوچکی تھی اور ہر فرقے کا یہی دعوی تھا کہ ہم مسلمان ہیں اسلئے یہ واضح کرنا ضروری تھا کہ کون لوگ کس قسم کے مسلمان ہیں؟ اور یہ جو آج کل فیشن بن گیا ہے کہ عام لوگ اپنے آپ کو خالی مسلمان کہلانے کی فکر میں ہیں اور اپنا تعلق اہل السنّت والجماعت کے ساتھ بتانا بھی فرقہ واریت سمجھتے ہیں۔حالانکہ جب مختلف فرقوں میں سے ہر ایک اسلام کا دعوے دار ہوتو اسوقت اپنا اور اپنے اسلام کا اصل روپ اسی صورت میں عیاں ہوسکتا ہے جو آپ اپنے گروہ کی نشان دہی کریں اور سب سے پاکیزہ اور مقدس گروہ اہل السنّت والجماعت ہی کا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب امت کو یہ خبر دی کہ پہلی اُمتیں بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئیں تھیں اور امت محمد یہ تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔تو صحابہ کرام نے پوچھا وہ ایک فرقہ یا رسول اللہ ﷺ کونسا ہوگا؟

جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

مَا أَنَاعَلَيْه وَأَصْحَابِي

یہ وہی فرقہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کرام کے راستے پر ہوگا۔اور اہل السنّت والجماعت اصل میں وہی لوگ ہیں جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے راستے پر ہیں۔جیسا کہ تفصیلات آئندہ صفحات میں معلوم ہو جائیں گی۔

والثّامِن عشر: أنْ تُخلِصَ النِيّةَ فِی أُمُورِكَ وتَجتَهِدَ فِی أَكْلِ الْحَلالِ عَلَی كُلّ حَالٍ۔

اٹھارہویں یہ کہ: اپنے تمام کاموں میں اخلاص نیّت کو پیش نظر رکھو اور ہر حال میں حلال کھانے کی عادت ڈالو۔ کیونکہ حلال کھانے سے اللہ کے ہاں عبادت بھی مقبول اور اللہ بھی راضی اور آخرت بھی کامیاب ہو جاتی ہے۔

والتّاسع عشر: أن تَعمَل بِخَمْسَةِ أحَادِيثٍ جَمَعْتُهَا مِنْ خَمْسِ مِائة أَلفٍ:

(۱): اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّانَوٰی

(۲): مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَایَعْنِیْهِ

(۳): لَایُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

(٤): اِنَّ الْحَلَالَ بَیّنٌ وَالْحَرَامَ بَیّنٌ وَبَیْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَایَعْلَمُهُنَّ كَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسَ فَمَنِ اتَّقٰی الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِیْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فَی الْحَرَامِ ، كَرَاعٍ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ أَنْ یَّقَعَ فِیْهِ ، أَلَا أنّ لِكُلِّ مَلَكٍ حِمًی! أَلَا وَأِنّ حِمَی اللّٰهِ مَحَارِمٌ ! أَلَا وَأِنّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَهِیَ الْقَلْبُ۔

(۵): أَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ۔

نو زدہم یہ کہ: زندگی بھر ان پانچ احادیث پر عمل کرنے کی کوشش میں رہنا جن کو میں نے پانچ لاکھ احادیث کے ذخیرہ میں سے عمل کے لئے چنا ہے۔

(۱): تمام اعمال کا آخرت میں نتائج کے لحاظ سے نیت پر دارومدار ہے اور ہر ایک شخص کو اس کے عمل کے نتیجے میں اللہ تعالی کی طرف سے وہی مراد ملے گی جس کی عمل کے آغاز کے وقت اس نے نیت ہوگی۔

اسکو حدیث کو بخاری اپنی صحیح میں نے سات بار، اور امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الامارۃ میں روایت کیا ہے۔

(۲): انسان کے اسلام کی سب سے بڑی خوبی اور اچھائی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور بے ضرورت کاموں کو ترک کر دے۔

فائدہ:......

لایعنی اس کام کو کہتے ہیں جن کی انجام دہی سے انسان کو نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ آخرت کا کوئی فائدہ ہو۔

اور صوفیاء کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ لایعنی کاموں کے ارتکاب سے آدمی کے اعمال کا نور ضائع ہوجاتا ہے اور دل کا سرور تباہ ہوجاتا ہے اور آدمی اسی طرح کے لایعنی کاموں میں آگے بڑھتا ہے حتی کہ وہ گناہ کی حدود میں داخل ہوجاتا ہے۔اس لئے لایعنی میں پڑ کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور آدمی کی عقلمندی یہ ہے کہ وہ اس قسم کے کاموں سے مکمل اجتناب کرے جو اسکو لایعنی اور بے کار کاموں مبتلاء کر دیں۔

(۳): تم میں سے کوئی بھی شخص حقیقی معنوں میں مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اسکی یہ عادت نہ بن جائے کہ جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے دوسرے مؤمن بھائیوں کے لئے بھی پسند کیا کرے۔

(۴): اللہ تعالی کے احکامات میں حلال اشیاء بھی واضح ہیں اور حرام اشیاء بھی واضح ہیں اوران دونوں یعنی حلال وحرام کے درمیان ایسے امور ہیں جو مشتبہات میں سے ہیں اور جن کی حقیقی صورت حال سے عام لوگ آگاہ نہیں ہیں ہاں جسکو اللہ تعالی بتادیں اسکو معلوم ہوسکتا ہے اور جو شخص شبہات والی اشیاء سے بچ گیا اس نے اپنی عزت اور آبرو کو محفوظ کرلیا۔اور جو شخص ان شبہات والی اشیاء میں پڑ گیا اوران میں الجھ گیا وہ یقیناً حرام کے راستے پر چل نکلے گا۔اور اسکی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی چرواہا اپنے جانور کسی دوسرے کی حدود میں چرائے تو خطرہ یہ ہے وہ غیر کی حدود میں داخل ہوجائے گا۔

خبردار! ہر ایک مالک کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ ﷻ کی چراگاہ اس کی محرمات اور منع کردہ اعمال اور اشیاء ہیں۔اور وہی شخص ﷲ تعالی محرمات کی صحیح معنوں میں پاسداری کرسکتا ہے جو اسکی حدود پر رک جاتا ہے۔

خبردار! ہر انسان میں اللہ تعالی نے ایک لوتھڑا پیدا کیا ہے اور وہ لوتھڑا اس قدر اہم ہے اس کی درستگی ساری جسم کی درستگی ہوتی ہے اور صحت کا

باعث بن جاتا ہے اور اس لوتھڑے کی خرابی سارے جسم کی خرابی کا باعث بن جاتی ہے اور اس لوتھڑے کا نام انسانی دل ہے۔

(۵): تم میں سے صحیح معنوں میں مسلمان وہی شخص ہوسکتا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان ہر طرح محفوظ ہوں۔

فائدہ:......

ایک مسلمان کے ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کے محفوظ ہونے کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ کسی کو گالی نہ دی جائے اور کسی کو مارا پیٹا نہ جائے۔ اور دوم یہ ہے کہ کسی کی غیبت، چغلی، بہتان، گالی دینا بھی زبان سے نقصان ہے اور کسی کی طرف استہزاء کے انداز میں اشارے کرنا۔

اورسوم یہ کہ انگلیوں کے اشاروں سے کسی کی توہین کرنا یا ہاتھ کے اشاروں سے کسی مؤمن کو ایذاء پہنچانا مراد ہے۔

ﷲ ہمیں اس قسم کی تمام امراض سے محفوظ فرمائے۔

والعشرُون: أن تَكُونَ بَينَ الْخَوُفِ والرّجَاءِ فی حَالِ صِحَّتِك وَتَمُوتَ بِحُسنِ الظّنّ باللّٰه وَغَلبَة الرِّجَاءِ بِقَلبٍ سَلِيمٍ أن اللّٰه غفورٌ رحيمٌ۔

بستم یہ کہ: جب تم صحت کے عالم میں ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنے ایمان کو خوف اور امید کے درمیان میں رکھے اور جب مرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن بھی ہو اور قلب سلیم بھی ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے

مغفرت کی امید غالب کردی ہو۔

بے شک اللہ تعالی ہی بخشنے والے اور مہربان ہیں

الحمد للّٰه ربّ العالمين والصّلاة والسّلام على سيّد الانبيآء والمرسلين

محمّد واله وأصحابه أجمعين

برحمتك يا أرحم الرّاحمين

اٰمين







وصیت بنام أصحاب عام

المعروف علامات اہل السنّت والجماعت

نعمان بن ثابت الکوفی

۸۰ھ......۱۵۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ألحمد لله الذى نوّر قلوبنا بالمعرفة والايقان وصل على من كان نبياً ورسولاً الى كافة الخلق من الجنّة والأنسان وعلى آله وأصحابه البررة السادة والاكرام ومن تبعهم الى يوم الاحسان

المقدمة فى ذكر اهَمِّيَة الخصال

لمّا مَرِضَ أبوحنيفة رضي الله عنه قال : اِعلمواأصحابى وأخوانى ! و فقَكُم اللّه تعالى ان فى مذهب اهل السنة والجماعة اثنا عشر نوعاً من الخصالِ فمن كان يستقيمُ على هذه الخصال، لا يكون مُبتَدِعاً ، ولايكون صاحب الهوآء ، فعليكم أصحابى واخوانى ان تكونوا فى هذه الخصال حتى تكونوا فى شفاعة نبينا محمد ﷺ يوم القيامة.

مقدمۂ مصنف : ......

تمام تعریفیں اس ذات والاصفات کے لئے مخصوص ہیں جس نے ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے مزین فرمایا اور اس کی تمام رحمتیں رسول اکرم ﷺ کے لئے ہوں جو نبوت اور رسالت کے منصب کے ساتھ ساری انسانیت اور جنّیت کی طرف مبعوث فرمائے گئے اور آپکی پاکیزہ آل

اور برگزیدہ اصحاب کرام جو اللہ عزّوجلّ کی طرف سے سرداری کے منصب پر فائز کئے گئے اور تا صبح قیامت ان پاک باز ہستیوں کی اتباع کرنے والے بھی اللہ عزّوجلّ کی رحمتوں سے بہرہ یاب ہوں۔

وصیت نامہ کی اہمیت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری بیماری میں تمام احباب اور شاگردوں کو اپنے قریب بلا کر فرمایا:

اے میرے ساتھیو اور بھائیو اللہ عزّوجلّ ہر اچھے کام میں تمہاری مدد اور موافقت کرے جان لو! کہ علم عقائید میں طبقۂ اہل السنّت والجماعت کا رکن شمار کئے جانے کے لئے بارہ (۱۲) خصلتیں یا بارہ نشانیاں ہیں۔اور جو شخص ان عادات اور خصلتوں کو اپنے اندر پیدا کرے گا اور پھر ان پر مستقل مزاجی سے قائم رہے گا وہ کبھی اہل بدعت میں سے اور نہ ہی طبقۂ ہواؤ ہوس میں سے ہوسکتا ہے۔

میرے دوستو اور بھائیو! تم لازمی طور پر ان عادات کو اختیار کرو تا کہ قیامت کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حصہ دار بن سکو اور دنیا میں اللہ کی مدد اور نصرت کی ہوئی جماعت اہل السنّت والجماعت میں شامل ہو جاؤ۔

......

الخصلة : ۱- الایمان اقرار وتصدیق

أوّلها: الایمان اقرار باللسان وتصدیقٌ بالقَلب والاقرار وحده لایکون ایماناً لانّه لوکان ایماناً لکان المنافقون کلّهم مُؤمنین ۔ وکذلك المعرفةُ وحدها لاتکون ایماناً لانّها لوکانت أیماناً لکان أهل الکتاب کلّهم مُؤمنین ۔ قال اللّٰه تعالی فی حقّ المُنافِقین:

﴿ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ﴾

(المنافقون:۱)

وقال تعالی فی حق اهل الکتاب :

﴿ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَهُمْ ﴾

(البقرة:۱٤٦)

والایمان لا یزید ولا ینقص لانّه لایتصور زیادة الایمان الا بنقصان الکُفر و لا یتصور نقصان الایمان الا بزیادة الکفر فکیف یجوز ان یکون الشخص الواحد فی حالةٍ واحدةٍ مؤمناً وکافراً حقا ۔

والمؤمن مؤمن حقّا والکافر کافرحقّا ولیس فی ایمانِ المؤمن شكٌّ کما انه لیس فی کفرِ الکافر شكٌ کقوله تعالی:

﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقّاً ﴾

(الانفال:٤)

[وقال اللّٰه تعالی]

﴿ اُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقّاً ﴾

(النساء:۱۵۱)

والعاصون من اُمّة محمد ﷺ من اهل التوحید مؤمنونَ ولیسوا بکافرین۔

﴿ پہلی خصلت ﴾

ایمان کی حقیقت اور اس کے ارکان

ان میں پہلی خصلت یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے۔ کیونکہ صرف زبان سے اقرار کرنا ایمان نہیں ہوسکتا اگر یہ ایمان ہوتو سارے منافق بھی مؤمن بن جائیں گے اسلئے کہ اس نے زبان سے اقرار تو کیا مگر انکی تصدیقِ قلبی نہیں ہے۔ اسی طرح اکیلی معرفت اور دل سے تصدیق بھی ایمان نہیں ہوسکتی، اگر اس کو ایمان مانا جائے تو سارے اہل کتاب مؤمن بن جائیں گے جیسے اللہ عزّوجلّ نے جماعت منافقین کے بارہ میں ارشاد فرمایا:

واللّٰه یَشْهَدُ انّ الْمُنافِقِین لکَاذِبُون

اے نبی ﷺ جب آپکے پاس منافق آکر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور یہ کہ آپ اللہ عزّوجلّ کے سچے رسول ﷺ ہیں تو انکے جواب میں اللہ عزّوجلّ فرماتے ہیں اللہ بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ اے نبی ﷺ آپ اللہ عزّوجلّ کے سچے رسول ہیں اور اللہ عزّوجلّ اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں منافق اپنے ایمان دار ہونے کے دعوی میں جھوٹے ہیں اس وجہ

سے کہ وہ زبان سے اقرار تو کرتے ہیں مگر دل سے تصدیق نہیں کرتے۔

اور اہل کتاب کی حقیقت یہ ہے وہ نبی ﷺ کو اسی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے کو جانتا اور پہچانتا ہوں مگر زبان سے اقرار نہ کرنے کی وجہ سے ان کے ایمان کی اللہ عزّوجلّ کے ہاں کوئی حقیقت اور قدر قیمت نہیں ہے۔

جیسے اللہ عزّوجلّ نے فرمایا:

یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآئَهُمۡ

وہ نبی علیہ السلام کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے اولاد کو پہچانتے ہیں۔

اس کے باوجود وہ اہل ایمان میں سے نہیں ہوسکتے ۔اس سے معلوم ہوا ایمان میں زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق دونوں کا ہونا ضروری ہے اگر ایک ہوا ور دوسری نہ ہوتو اس کا ایمان درست نہ سمجھا جائے گا۔

ایمان میں کمی اور زیادتی:

اور ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی وجہ اس کی یہ ہے کہ ایمان کی زیادتی اس وقت تک تصور نہیں کی جاسکتی جب تک کفر میں کمی نہ ہو اور یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں سچا مؤمن اور سچا کافر بھی ہو کیونکہ ایمان اور کفر کی کمی کوئی مادی چیز نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک کیفی چیز ہے لہذا اس میں کمی اور زیادتی کا گمان ہی محال ہے کیونکہ ایمان میں کمی اور زیادتی کمیت اور مادیت کی صفت سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ کسی کیفیت سے۔

ایمان میں شک کرنے اور معاصی کا حکم:

اور ہر مؤمن سچا مؤمن ہے اور ہر کافر پکا کافر ہے جیسے مؤمن کے ایمان میں شک نہیں اسی طرح کافر کے کفر میں شک نہ ہوگا جیسے اللہ ﷻ کا قول ہے:

اولٰئك هُمُ المُؤمِنُون حقاً

یہی لوگ سچے مؤمن ہیں۔

اور کافروں کے بارہ میں ارشاد فرمایا:

اولٰئك هم الكافرون حقا

یہی لوگ سچے کافر ہیں۔

اور معلوم ہونا چاہیے کہ اُمتِ محمدیہ کے وہ لوگ جو توحید باری ﷻ کے قائل ہیں گناہ گار ہونے کے باوجود یہ لوگ مؤمن ہیں کافر ہرگز نہیں ہیں۔

....

اس خصلت میں کل تین مسئلے قابل غور ہیں

ا: ایمان کے ارکان کتنے ہیں ہمارے نزدیک ایمان کے دوارکان ہیں زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق اور اعمال کا بجالانا ایمان کی خارجی نشانیوں میں سے ہے ایمان کے اجزا میں سے نہیں ہے اور جو احادیث میں آیا ہے:

لا يقبل ايمان بلا عمل ولا عمل بلا ايمان

کسی شخص کا ایمان عمل کے بغیر اور عمل ایمان کے بغیر قابل قبول نہیں ہے

اسسے مراد ابتدائے اسلام میں ایسا تھا بعد میں یہ ضابطہ نہیں رہا اسلئے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یخرج من النار من کان فی قلبه مثقال ذرة من الایمان

جس شخص کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہوگا اللہ عزّوجلّ اسکو جہنم سے نکال لیں گے ۔ دوسرا مسئلہ: ایمان میں کمی زیادتی کا ہے: ایمان ایک ایسی چیز ہے جسکی کمیت نہیں ہے بلکہ ایک کیفیتی چیز ہے اور کیف میں کمی زیادتی نہیں ہوتی ہے تیسرا مسئلہ: ایمان کے اقرار کے ساتھ انشاء اللہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ بعض حضرات اسکو درست مانتے ہیں جبکہ حضرت امام اعظم اور حضرات ماتریدیہ کے نزدیک ایمان کے ساتھ انشاء اللہ کا لفظ بولنا درست نہیں اس لئے کہ اس سے ایمان میں شک کا اظہار ہوتا ہے ۔

......

الخصلۃ ۲ : نسبۃ الایمان بالعمل

العمل غیر الایمان والایمان غیر العمل بدلیل ان کثیراً من الاوقاتِ یرتفع العمل عن المؤمن و لا یجوز ان یقال ارتفع عنه الایمان ۔

فان الحائض و النفساء ترفع عنها الصلوة و لا یجوز ان یقال ارتفع عنها الایمان او اُمِرَ لَهَا بترك الایمان۔

وقد قال لها الشارع دَعِی الصوم ثم اقضیه و لا یجوز ان یقال دعی الایمان ثم اقضیه و یجوز ان یقال لیس علی الفقیر الزکوۃ و لا یجوزُ ان یقال لیس علی الفقیر الایمان ۔

﴿ دوسری خصلت ﴾

ایمان اور عمل کا تعلق

اور معلوم ہونا چاہئے کہ عمل علیحدہ چیز ہے اور ایمان علیحدہ چیز ہے، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اکثر اوقات کسی مؤمن کو اللہ عزّوجلّ کی طرف سے کسی عذر میں مبتلا ہونے کی صورت میں عمل کی معافی دے دی جاتی ہے تو اسکے عذر کی وجہ سے یہ کہا جائے گا کہ اسکو عمل معاف ہے مگر ایمان کے معاف ہونے کی کوئی صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں حال میں ایمان چھوڑ دیا جائے۔

مثال کے طور پر حائضہ اور مدت نفاس میں مبتلاء عورت کو نماز معاف کردی جاتی ہے لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ اس پر ایمان بھی لازم نہیں رہا یا اس کو ایمان چھوڑنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔

اوراسی طرح صاحب شریعت نے حائضہ اور نفاس والی عورت کوروزہ چھوڑنے کا حکم تو دیا ہے اور بعد میں اس کی قضاء تجویز کی ہے لیکن اس کو یوں نہیں کہا جائے گا کہ ایام ماہواری میں ایمان چھوڑ دے اور بعد میں اس کی قضاء کر لے اوراسی طرح غریب آدمی پر زکوٰۃ لازم نہیں ہے اس صورت میں یوں تو کہا جا سکتا ہے کہ غریب آدمی پر زکوۃ لازم نہیں ہے لیکن یہ کہنا جائز نہیں کہ غریب آدمی پر ایمان بھی لازم نہیں ہے۔

....

فائدہ:

ایمان اور عمل کے بارے میں جیسا کہ قبل ازیں خصلت میں وضاحت کی ہے کہ ایمان کے ساتھ ساتھ عمل ہونا کیا لازمی ہے یا نہیں؟ اس خصلت میں اسکی مزید وضاحت فرمادی گئی ہے اور مثالوں کے ذریعے اسکو خوب کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اس لئے اب اس مسئلے میں مزید شک وشبہے کی گنجائش نہیں رہنی چاہئے اور اب اس مسئلے میں امام اعظم کو مورد طعن نہ کرنا چاہئے۔

الخصلة۳: تقدیر الخیر والشر

نُقِرّ بِاَنّ تقدیر الخیر والشر کله من اللّٰه تعالٰی لقوله تعالی :

﴿ قُلْ کُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾

(النساء:۷۸)

وَ لَو قَال تَقدِیرُ الخَیرِ وَ الشرّ مِن عِندِ غَیر اللّٰهِ تعالٰی کَانَ کَافِراً بِاللّٰهِ تَعالٰی وَبَطلَ تَوحِیدُہٗ لَو کَانَ لَهُ التَّوحِیدَ

نقِرُّ بِاَنّ الاعمَالَ ثلثَةٌ :۱۔ فریضةٌ ۲۔ و فضیلةٌ ۳ ۔ و معصیةٌ

۱ : فـالفَرِیضَةُ : بِاَمرِ اللّٰه تعَالی ، ومشِیَّتِه ، ومحبّتِه ، ورضائه وقضائه ، وقـدره ، و ارادتـه ، وتـوفیقه ، وتخلیقه ، وحُکمِه و عِلمِه ، و کتابته فی اللّوحِ المحفوظِ۔

۲ : والـفَـضِیـلةُ : لیسـتُ بـاَمرِ اللّٰه تعالی ، و لکن بمَشِیّتِه ، ومُحبّته ، وقـضائه ، و رضائه ، وقدره ، و توفیقه ، وتخلیقه ، و حکمه ، و علمه ، و کتابته فی اللوح المحفوظ فنؤمن باللوح و القلم و بجمیع ما فیه قد رُقم و رُسم ۔

۳ : والـمَـعْـصیةُ : لیسـت بـامـرِ الـلّٰه ، و لکن بمیشته ، لا بمحبته و بـقـضـائـه ، لا بـرضـائـه ، و بتـقـدیره ، و تخلیقه ، لا بتوفیقه وارادته ، و حُکمه ، وعِلمه ، و بخُذلانه ، لا بمعرفته ، و بکتابته فی اللّوحِ المَحُفوظ

و المؤاخذة علیه لکونه فعل العبد۔

﴿تیسری خصلت﴾

اچھی اور بری تقدیر کا حکم

اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہر اچھی اور بری تقدیر اللہ عزّوجلّ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اللہ عزّوجلّ کا ارشاد ہے:

قُل کلٌّ من عند اللّٰه

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے سب کچھ (خیر اور شر) اللہ عزّوجلّ کی طرف سے ہے اور جو شخص اللہ عزّوجلّ کے علاوہ خیر و شر کسی اور کی طرف سے ہونے کا قائل ہو اور کہے کہ اچھی تقدیر اللہ عزّوجلّ کی طرف سے اور بری اللہ عزّوجلّ کے غیر کی طرف سے ہے یا اس کے الٹ کہے تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اور اس کا عقیدۂ توحید باطل اور ایمان زائل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ پہلے اللہ عزّوجلّ کی توحید کا قائل اور اس پر ایمان کا حامل ہو۔

اعمال کی تین قسمیں ہیں

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ انسان سے صادر ہونیوالے تمام اعمال تین طرح کے ہیں:

۱: فرائض ۲: فضائل ۳: معاصی

(۱): فرائض سے مراد، انسان کے ذمہ وہ عمل ہے جنکا ادا کرنا لازم ہے اور انکا بندے کے ذمے لازم ہونا اللہ عزّوجلّ کے حکم اس کی مشیت، اور اسکی محبت

اسکی رضا، فیصلے اوراسکی تقدیراوراسکے ارادے،توفیق اوراسکی تخلیق اسی کے حکم علم ،اور لوحِ محفوظ میں لکھے جانے کی وجہ سے ہے اور جو اعمال اس صورت میں معرضِ وجود میں آئیں وہ فرائض کا درجہ رکھتے ہیں.

۲: فضائل میں وہ اعمال ہیں جو اللہ کے حکم نہیں بلکہ انکی بجا آوری اللہ ﷻ کی چاہت اور مشیت اسی کی محبت، فیصلے اوراسکی قضاء اسکی رضا اس کی طرف سے مقدر کیئے جانے اوراس کی توفیق ،تخلیق اور اسکے ارادے اور حکمت اوراللہ ﷻ کے علم کامل اور لوحِ محفوظ میں لکھے ہونے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں لہذا ہم لوحِ محفوظ اور قلم پر اوران دونوں کے ساتھ جو کچھ ظاہر ہوا اورلکھا گیا ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔

۳: معاصی و گناہوں کا ظہور اللہ ﷻ کے امر سے نہیں ہوتا البتہ اللہ ﷻ کی مشیت سے ہوتا ہے ان کے ظاہر ہونے میں اللہ ﷻ کی محبت شامل نہیں ہوتی البتہ اسی کے فیصلے اور قضاء سے عمل میں آتی ہے اس کے واقع ہونے میں اللہ ﷻ کی رضاء کی ضرورت نہیں البتہ اس کی تقدیر اور تخلیق سے وہ کام واقع ہوتے ہیں اوران کے صادر ہونے میں اللہ ﷻ کی طرف سے توفیق نہیں ملتی البتہ اللہ ﷻ کا ارادہ ،اس کی حکمت ،اس کے علم کے مطابق انکا عملی ظہور ہوتا ہے اوراس قسم کے عمل کرنے میں اللہ کی ناپسندیدگی شامل ہوتی ہے اس کی معاونت حاصل نہیں ہوتی اورتمام اعمال لوحِ محفوظ میں لکھ دئے جانے کی وجہ سے ظہور میں آتے ہے اورانکا قابل موأخذہ ہونے کی وجہ

فاعل یعنی انسان سے صادر ہونا ہے۔

....

فائدہ:

اس خصلت میں تین چیزوں کا جاننا از حد ضروری ہے: پہلا قلم کی کیا حقیقت ہے جسکو اللہ ﷻ نے لکنے کا حکم دیا تھا۔ دوسرا: قلم کی لکھائی کی کیا نوعیت ہے جو اللہ ﷻ کے حکم سے لکھی۔ تیسرا لوح محفوظ کی کیا حقیقت ہے:

(ا): قلم اللہ ﷻ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جس میں اللہ ﷻ نے ضروری علوم کے لکھنے کی استعداد کو پیدا کر دیا تھا اس کی حقیقت ملائکہ کی طرح ایک جسمِ نورانی ہے اور اس میں اللہ ﷻ نے علم اور قوت اور ادراک اور فہم واستفہام کی استعداد رکھ دی تھی اور اللہ ﷻ نے اسی استعداد کے ساتھ قلم کو سب سے پہلے پیدا فرمایا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

اوّل ماخَلَق اللّٰه القَلَم ، فَقَال لهٗ : اُكتُب ! فقال ماذا اكتُبُ يا ربى؟ فقال اللّٰه تبارك و تعالىٰ:اُكتُبِ الْقدرَ ماكانَ وَمَاهُوكَائنٌ اِلَى الْاَبَدِ

أخرجه الترمذى:٢٠٨١

وفى رواية(فكتب القلم)من استسلم بقضائى،ويصبر على بلائى ، ويشكر على نعمائى كتبته وبعثته صديقين يقيناً؛ومن لم يرض بقضائى ،ولم يصبر على بلائى ، ولم يشكر على نعمائى وليخرج من ارضى وسمائى ، وليتّخذ ربّاًسوائى

اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات میں سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسکو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا اے ﷲ ! میں کیا لکھوں؟ ارشاد ہوا قیامت تک جو کچھ بھی واقع ہونے والا ہے وہ سب لکھ دے

اور ایک روایت میں ہے جو میری قضاء وقدر کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے، میری طرف سے وارد ہونے والی مصیبتوں پر صبر کرے،اور میری نعمتوں پر شکر کرتا ہے،ان کے بارے میں سچے صدیقین میں سے ہونے کا فیصلہ کرتا ہوں اور لکھتا ہوں، اور جو میری قضاؤقدر پر راضی نہیں ہوتا میری طرف سے وارد ہونے والی بلاؤں پر صبر نہیں کرتا، اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کرتا، اس کو چاہیئے کہ میرے آسمان وزمین میں سے نکل جائے، اور میرے علاوہ کسی اور کو اپنا رب بنا لے۔

اور قلم نے لوح محفوظ میں سب کچھ ان کی ذات اور صفات سمیت لکھ دیا

(۲) کتابت:

لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا گیا تھا وہ نہ تو انسانی تحریر کی مانند تھا اور نہ عددی انداز میں تھا اور نہ ہی وہ کوئی خفیہ اشاروں (secret code) میں تھا جیسے آجکل کمپیوٹر کام کرتا ہے اور نہ ہی کوئی اور ایسا طریقۂ تحریر تھا جو ہزاروں سال قبل یا ہزاروں برس بعد کے انسان استعمال کرتے یا کرسکتے ہیں یا کریں گے

(۳) لوح محفوظ:

لوحِ محفوظ بھی اسی طرح اللہ کی نورانی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اس میں بذاتِ خود کوئی صلاحیت نہیں کہ اپنی مرضی سے کوئی نہ ہو سکنے والی بات کر دیں یا نہ ہونے والا کام کر دیں یہ بات اس کے اختیار اور طاقت میں ہے بلکہ وہ اللہ ﷻ کی مرضی کے تابع ہے جو ان سب پر جاری وساری اور حاوی ہے۔

قلم یا لوح انسانوں کے بنائے ہوئے قلم کی مانند نہ سمجھنا چاہئے بلکہ وہ ان سے یا ان کی مثل بننے یا ہونے سے بھی پاک ہے اور اللہ ﷻ نے ان کو بنایا اور جو حکم فرمایا وہ اسی کے حکم کی تعمیل میں لگے ہوئے ہیں البتہ بعض اوقات اللہ ﷻ اپنی خاص مخلوقات اور انکے نام اسی طرح کے استعمال کرتے ہیں جیسے دنیا میں ہم نام استعمال کرتے ہیں تاکہ انسان کے سمجھنے میں آسانی ہو جائے اور نام کی موافقت ذات کی موافقت کو لازم نہیں آتی۔

......

الخصلة ٤ : كيفية الاستواء على العرش

نقِرُّ بان اللّٰه تعالى على العرشِ استوىٰ ، من غير ان يكون له حاجةٌ اواستقرارعليه وهوحافظ العرش وغير العرش من غير احتياج ۔

فلوكان محتاجاً لمَا قَدَرَعلى ايجاد العالم وتدبيره كالمخلوق ولوكان محتاجاً الى الجلوس و القرار فقَبُلَ خلقِ العرشِ اين كان اللّٰه تعالى ؟ فهومُنَزَّهٌ عن ذلك علواً كبيراً

﴿چوتھی خصلت﴾

اللہ تعالیٰ کا عرش پر استویٰ

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ عرش پر مستوی ہیں اورانکواس استوائےعرش کی نہ تو کوئی حاجت ہے اور نہ ضرورت، اور نہ ہی ان کے عرش پرمستوی ہونے کی کوئی خاص کیفیت یا خاص حالت ہے۔اور نہ ہی اللہ ﷻ کوعرش پرقرار پکڑنے کی کوئی ضرورت یا حاجت یا مجبوری ہے اس لئے اللہ ﷻ ہی وہ ذات ہے جوعرش اورعرش کے علاوہ ہر چیز کے محافظ ہیں اور یہ سارا عمل ﴿اللہ﴾ تعالی کی کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں ہے۔

اللہ بیٹھنے اورآرام کرنے کے محتاج نہیں ہیں

اگر اللہ ﷻ بیٹھنے اور آرام کرنے کے محتاج ہوتے تو جہاں اور دنیا

بنانے پر کبھی قادر نہ ہوتے اور اس کی تدبیر کرنا اور تمام مخلوقات کی طرح اس عالم کی دیکھ بھال کرنا ممکن نہ ہوتا اور اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ اللہ عزوجل بیٹھنے یا آرام کرنے کے محتاج ہیں تو سوال پیدا ہوگا کہ عرش کی تخلیق سے قبل اللہ عزوجل کہاں آرام فرماتے تھے؟

لہذا اس مسئلے کے بارے میں یہی عقیدہ رکھا جائے گا کہ اللہ عزوجل ان تمام کیفیات اور احوال سے پاک ہیں جن کے قول وقرار سے ذات باری عزوجل میں عاجزی اور نقص لازم آئے ، اور ہم یوں کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ اللہ عزوجل کو اس کی حاجت اور ضرورت ہے کہ آرام کریں یا کسی جگہ پر بیٹھیں معاذ اللہ۔

....

فائدہ:

عرش بھی اللہ عزوجل کی نورانی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جس کے اوپر اللہ عزوجل کی ایک اور مخلوق جس کا نام کرسی ہے رکھی ہوئی ہے اور عرش اللہ عزوجل کی وہ مخلوق ہے جو اللہ عزوجل نے پانی کے بعد بنائی ہے اس لئے کہ ارشادِ باری عزوجل ہے:

وکان عرشهٗ علی المآء

یعنی اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے پانی کی تخلیق ہوئی اس کے بعد اللہ عزوجل کا

عرش معرضِ وجود میں لایا گیا اور اللہ ﷻ نے اسکے بعد لوح وقلم بنائے اوران کوحکم دیا:

اکتب ما ھو کائنٌ

یعنی ہمیشہ کے لئے جو کچھ ہونے والا ہے اس کولکھ دو۔

اس کے بعد آسمان اور زمین اور جوان کے درمیان کی مخلوقات ہیں انکو بنایا گیا ہے اسی لئے حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ:

کتب اللّٰہ مقادیر الخلائیق قبل ان یخلق السموٰات والارض بخمیس الف سنةٍ وکان عرشہٗ علی المآء

[اخرجه مسلم:٤٧٩٧ الترمذی:٢٠٨٢ احمد:٦٢٩١]

اللہ ﷻ نے تمام مخلوقات کی تقدیریں آسمان وزمین کے بنائے جانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھیں اور اس وقت اللہ ﷻ کا عرش پانی پر تھا۔اس سے یہ بات معلوم ہو جانی چاہیئے کہ عرش بھی اللہ کی دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے اور وہ بھی حادث (temporary) ہے اللہ ﷻ اور اسکی صفات کی طرح دائمی (forever) اور قدیم (eternal) نہیں ہے

اسی طرح اللہ کی صفات میں سے ہے

(ھورب العرش المجید)

اللہ ﷻ عرش عظیم کا بھی رب ہے۔

عرش اللہ ﷻ کا پروردہ اور اسی کا پیدا کردہ ہے اور اس کے عرش کے

پائے بھی ہیں جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فاِذا انا بموسیٰ آخذ بقائمة من قوائم العرش

[اخرجه البخاری :۳۱٤٦]

یعنی میں موسیٰ کے ساتھ اللہ عزّوجلّ کے عرش کے پائیوں میں سے ایک پایہ پکڑ کر کھڑا ہوں گا۔

اورعرش چار جہتوں کے لحاظ سے محدود ہے لیکن اللہ عزّوجلّ جہات میں محدود نہیں ہیں۔جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

حافّین من حولِ الُعَرش

یعنی ملائکہ اللہ عزّوجلّ کے عرش کے گرد اس کو گھیرے ہوئے کھڑے ہیں۔

اور اللہ عزّوجلّ کے عرش مبارک کو کئی پروں والے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔جیسا اللہ عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا:

الحمد لله فاطر السمٰوٰت والارض جاعلِ المَلائکة رسلاً اُوُلی اَجنِحَةٍ مَثنی وثلاث ورُباع یَزیدُ فی الخلق مایشاء

فاطر:۱

تمام تعریفوں کے لائق وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور کبھی دو دو اور کبھی تین تین اور کبھی چار چار اور کبھی متعدد پروں والے ملائکہ کو اپنی پیغام رسانی کا ذریعہ بنایا اور کبھی اپنی مخلوقات میں اس سے بھی زیادہ تخلیق کیا۔

یہ تمام آیات قرآنی بتاتی ہیں کہ عرش محدود (limited) اور مخلوق ہے اس کے

کئی اجزاء ہیں لہذا وہ حادث اور عارضی ہے دائمی نہیں اور اللہ کا فرمان ہے:

کل شَیءٍ ھالکُ الا وجه

اللہ عزّوجلّ کی ذات کے علاوہ تمام اشیاء ہلاک ہونے والی ہیں۔

اور عرش بھی اللہ عزّوجلّ کی پیدا کردہ اشیاء میں سے ایک شئے ہے لہذا وہ حادث بھی ہے اور فانی بھی ہے مزید یہ کہ اللہ عزّوجلّ کے عرش پر متمکن ہونے کے ظاہری معانی دیکھتے ہوئے کسی شک میں مبتلاء نہ ہونا اور ایسا نظریہ یا عقیدہ نہ اختیار کرنا چاہیئے کہ اللہ عزّوجلّ بھی اپنے عرش کی مانند حادث ہیں بلکہ اس کے بارے میں یہ رائے بھی نہ ہونی چاہیئے کہ ہم ان آیات اور احادیث کو اسکے ظاہر پر محمول کرنے لگیں اس کے بارے میں وہی رائے رکھنی چاہیئے جیسا کہ امام مالک سے استویٰ علی العرش کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپؒ نے جواب دیا:

اَلاستوآءُ معلومٌ وَالْکَیفُ مجھُولٌ وَالایمانُ به واجبٌ وَالسُّؤالُ عَنه بِدعةٌ

اللہ عزّوجلّ کا عرش پر مستوی ہونا مفہوم کے لحاظ سے معلوم ہے، اور اس کی کیفیت نا معلوم ہے البتہ اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

کیونکہ ان پر ایمان لانا جزو ایمان ہے چاہے اسکی حقیقت سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اس کے بارہ میں غور وخوض کرنا بدعت ہے اور اس باب میں یہ کلام کافی اور وافی ہے اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہو اور جانتا ہے کہ اس نے اللہ کے سامنے پیش ہوکر اپنے اعمال اور ایمان کے مطابق بدلہ پانا

ہے۔

اگرچہ حنابلہ اور لا مذہبیہ کا کہنا ہے کہ اللہ عزّوجلّ عرش اور اس کے اوپر کرسی میں مقیم ہیں اور انہوں نے ان الفاظ کو انکے ظاہر پر رکھ کر ہی اپنی رائے قائم کی ہے اور اس لحاظ سے وہ لوگ اللہ عزّوجلّ کے کرسی یا عرش پر اسی طرح مستوی یا قائم ہونے کے قائل ہیں جس طرح کوئی آدمی کسی کرسی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے جبکہ یہ رائے نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے اور اسی کی وجہ سے اسلاف نے انکو مجسمہ قرار دیا ہے یعنی یہ کہ وہ اللہ عزّوجلّ کے مجسم اور محدود ہونے کے قائل ہیں جبکہ اس بارے میں اللہ عزّوجلّ نے فرمایا:

لیس کمثله شیء وهو السمیع العلیم

وہ اللہ عزّوجلّ کسی شیء کی مانند نہیں اور نہ ہی انکی کوئی صفت کسی کی صفات کی مانند ہے اس لئے اس قسم کے اقوال سے گریز کرنا لازم ہے اس لئے ہمارا نظریہ جیسا کہ امام مالک کا قول ہے اس کے مطابق ہے۔

......

الخصلۃ ۵: القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق

نُقِرُّ بِاَنَّ القُرآن کلام اللّٰہ تعالی غیر مخلوق ، وَوَحیُهٗ و تنزیله وصِفته لا هُو ولاغیرهٗ بل هُوصفتهٗ علی التّحقیق مکتوبٌ فی المصاحفِ مَقرُووٌّ بِالَالسُن محفوظٌ فی الصُدُور غیرُحالٍّ فیها۔

والحروف والحرکاتُ والحِبرُ وَالکاغذُ والکِتابَةُ کُلّها مَخلُوقَةٌ لانّها افعالُ العبادِ ۔

وکلامُ اللّٰه سبحانه وتعالی غیرُ مخلُوقٍ لأن الکتابةَ و الحُروفَ والکلماتَ والآیاتَ کُلَّهَا دلالةُ القرآن لِحاجَةِ العِبَادِ اِلَیه ۔

وکلام اللّٰه تعالی قائمٌ بذاتهٖ ومعناهُ مفهومٌ بهذهِ الاشیاءِ

فمَنْ قَال بانَّ کلامُ اللّٰه تعالی مخلوقٌ فهوکافرٌ باللّٰه العظیم ۔

واللّٰه تعالی معبودٌ لایزال کماکان ۔

وکلامهٗ مقرُوءٌ او مکتُوبٌ ومَحفُوظٌ مِن غَیرمُزَایَلَةٍ عنهُ ۔

﴿پانچویں خصلت﴾

قرآن کریم کا کلام اللہ ہونا

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ عزّوجلّ کا کلام ہے۔ اسی کی طرف سے وحی کے ذریعے نازل ہوا ہے اور چونکہ یہ اللہ عزّوجلّ کی

طرف سے نازل ہوا ہے لہذا یہ اللہ عزّوجلّ کا کلام اور اسکی صفت ہے نہ کہ ذاتِ خدا لیکن ذات سے غیر بھی نہیں ہے بلکہ تحقیقی بات یہ ہے کہ اللہ عزّوجلّ کی باقی صفات کی طرح یہ بھی ایک صفت ہے جس کا ظہور قرآنِ کریم کے معرضِ وجود میں آنے کا باعث ہے۔

قرآنِ کریم اللہ کی کتاب ہونے کی حقیقت

قرآنِ کریم ایک کتاب ہے جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے زبان کے ساتھ پڑھا جانے والا سینوں میں محفوظ ہو جانے والا اور اس میں کچھ حائل نہیں ہوتا تمام حروف، حرکات، سیاہی، کاغذ، اور کتابت اور اشیاء کی طرح اللہ عزّوجلّ کی مخلوقات میں سے مخلوق ہیں کیونکہ یہ اشیاء اپنے وجود میں آنے کے لئے بندوں کے فعل کی محتاج ہیں جبکہ اللہ عزّوجلّ کا کلام مخلوق نہیں کیونکہ وہ اپنے وجود میں آنے کے لئے کتاب، حروف، کلمات اور عبارات کا محتاج نہیں یہ تمام آلۂ قرآن ہیں اور اس کی تشکیل بندوں کی ضرورت کے پیشِ نظر ہے، نہ کہ اللہ عزّوجلّ کی ضرورت کی وجہ سے یعنی اگر یہ نہ ہوں تو بندے اللہ عزّوجلّ کی اصل مراد تک نہ پہنچ سکیں۔

کلامِ اللہ کی حقیقت اور اس کا مفہوم

اور اللہ عزّوجلّ کا کلام بذاتِ خود قائم ہے اور اپنے قائم ہونے میں اس کے علاوہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کا مطلب اور مفہوم انہی آلات، کلماتِ، حروف اور حرکات سے واضح کیا جا سکتا ہے اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ عزّوجلّ

کا کلام مخلوق ہے وہ اصل میں اللہ ﷻ کے ساتھ کفر کر رہا ہے اور اللہ ﷻ معبود ہے اور اپنی ہر صفت میں جس طرح ہے ہمیشہ سے اسی طرح ہے اللہ ﷻ کو ان صفات کے بدلنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور اس کا کلام پڑھا، لکھا اور محفوظ کیا جاتا ہے اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو تعلیم کے عمل میں اس لئے زائل ہو جائے کہ اس کے لئے مناسب الفاظ، صحیح ادائیگی، اور درست تحریر، پورے کلمات، کامل حروف نہ مل سکتے ہوں۔

....

اس مسئلہ کی بنیاد ایک اور مسئلہ پر ہے اور وہ یہ کہ کلام اور متکلم میں کیا تعلق ہے؟

دونوں ایک ہی ہیں یہ عیسایوں کا عقیدہ ہے اسی لئے انجیل یوحنا میں ہے:

ابتداء میں کلام تھا کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ ۱:۱

ھندو وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ: دونوں جدا جدا حقیقتیں ہیں۔ اہل السنّت کی رائے یہ ہے: نہ دونوں ایک ہیں اور نہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں

......

الخصلة ٦ : الافضل من الامة بعد الانبياء

نُقِرُّ بِأنّ افضل هذه الامّة بعد نبينا محمد ﷺ ابو بكر الصديق رضی اللہ عنہ ثم عمر رضی اللہ عنہ ثم عثمان رضی اللہ عنہ ثم على رضوان اللّٰه عليهم اجمعين لقوله تعالى :

﴿والسَّابقُون السَّابقُون اولٓئك المقَرَّبُون فى جَنّٰتِ النَّعِيمِ﴾

(الواقعة : ١٠-١٢)

وكُلُّ مَن كان اَسبَق فهُو افضل ـ ويُحِبُّهُم كل مؤمنٍ تقىٌّ ويبغضهم كل منافقٍ شقىٌّ ـ

﴿چھٹی خصلت﴾

امت میں افضل ترین شخص؟

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد امت میں افضل ترین شخص حضرت سیدنا ابو بکرؓ الصدیق اسکے بعد حضرت عمرؓ الفاروق اسکے بعد حضرت عثمانؓ ذوالنورین اسکے حضرت علیؓ المرتضی ہیں اور دلیل اس کی اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

والسابقون السابقون ألٓئك المقربون فى جنات النعيم

اور سبقت لے جانے والے اللہ عزوجل کے مقرب بندوں میں سب سے آگے ہیں اور نعمتوں والی جنت میں انکا ٹھکانہ ہوگا۔

اس اللہ عزّوجلّ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ: ایمان لانے میں جو زیادہ مقدم ہے وہی افضلیت میں بھی زیادہ افضل اور مقدم ہے اور ہر مؤمن، متقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہے جبکہ ہر منافق، بدقسمت ان سے بغض رکھتا ہے.

....

اس خصلت میں تین باتیں قابل ذکر ہیں

پہلی بات: یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے زیادہ افضل خلفائے اربعہ ہیں

دوسری بات: یہ کہ ان کے بعد جو ایمان میں مقدم ہوگا وہ افضل ہے اس سے جو ایمان کے لحاظ سے مؤخر ہوگا۔

تیسری بات: یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خواہ وہ کسی درجے کا صحابی ہو کے ساتھ محبت کمال ایمان کی نشانی ہے اور ان کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ نفرت منافقت کی علامت ہے۔

......

الخصلۃ ۷ : العبدُ مع اوصافِہٖ مخلوقٌ

نُقِرُّ بان العبد مع جميع اعماله واقراره ومعرفته مخلوقٌ فلمّا كانَ الْفَاعِل مخلوقاً فأفعاله اولٰى ان تكون مخلوقة ولم يكن لهم طاقة لانّهم ضعفاء عاجزون۔

ونقرّبان اللّٰه تعالى خالق الخلق ورازقهم لقوله تعالى:

﴿اللّٰه الذى خلقَكم ثم رزقكم ثم يميتكم ثم يحييكم﴾

(الروم:٤٠)

والكسب بالعمل حلالٌ وجمع المال حلال ، وجمع المال من الحرامِ حرامٌ .

ثم النّاس على ثلاثة اصناف:

١۔ المؤمن المخلص فى ايمانه ۔

٢۔ والكافرالمجاهد فى كفره ۔

٣ ۔ والمنافق المداهن فى نفاقه ۔

واللّٰه تعالى فرض على المؤمن العمل ، وعلى الكافر الايمان ، وعلى المنافق الاخلاص ، بقوله تعالى :

﴿يآايها الناس اتقوا ربكم﴾

(لقمان:٣٣)

معناه: يآأيها المؤمنون اطيعوااللّٰه ، وايُّها الكفرون آمنوا باللّٰه ، وايُّها

المنافقون اخلصوا لله۔

﴿ساتویں خصلت﴾

انسان اپنے تمام اوصاف سمیت مخلوق ہے

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: بندہ اپنے تمام اعمال، ایمان کے اقرار، اور معرفتِ الٰہیہ سمیت اللہ عزّوجلّ کی مخلوقات میں سے مخلوق ہے کیونکہ جب اعمال کا عامل جو انسان ہے وہ مخلوق ہے تو اس سے صادر ہونے والے اعمال بطریق اولیٰ اللہ عزّوجلّ کی مخلوق ہوں گے۔

اللہ عزّوجلّ تمام مخلوقات کے خالق و رازق ہیں

پھر ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: اللہ عزّوجلّ تمام مخلوقات کے خالق، اور رازق ہیں جبکہ بندوں کے پاس اپنی ذاتی کوئی طاقت نہیں ہے کہ: وہ اپنے آپ کو بنا سکیں یا اپنے رزق کا از خود انتظام کرسکیں ان کے ضعیف، عاجز، محدث (temporary) ہونے کی وجہ سے اللہ ہی ان کا خالق اور رازق ہے اور دلیل اس بات کی اللہ عزّوجلّ کا یہ قول ہے:

والله خلق کم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم

اللہ عزّوجلّ وہ ذات ہے جو تمہیں پیدا کرتی ہے پھر تمہیں رزق دیتی ہے پھر تمہیں زندگی دے گی اور موت دے گی۔

حلال اور حرام کمائی اور اس کا حکم

اور حلال ذرائع سے حلال کمائی حلال ہے اور حرام ذرائع سے مال

جمع کرنا حرام ہے

فائدہ:

البتہ اگر حرام مال کھا لیا جائے یا استعمال کر لیا جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں ا: اسکا استعمال بوجہ اضطرار یا مجبوری کے ہو تو جس حد تک مجبوری ہے اس حد تک گناہ نہ ہوگا اور مجبوری ختم ہو جانے کے بعد اس کو استعمال میں لانا گناہ ہے البتہ اس کے استعمال سے صادر شدہ فعل شرعی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے کافی ہوگا مثلاً حرام روزی کھانے کے بعد اگر کوئی شخص نماز ادا کرے تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی لیکن حرام مال جمع کیا جائے اور اسکا مالک بھی معلوم ہو تو اس کا لوٹانا لازم ہے اسی طرح اگر چور کے پاس چوری شدہ مال مل گیا تو اس کے اصل مالک کو لوٹا دیا جائے گا بشرطیکہ اس چور پر حد جاری نہ کر دی گئی ہو۔

انسانوں کے ایمان کے لحاظ سے اقسام!

انسان اپنے ایمان کے لحاظ سے تین اقسام پر مشتمل ہے

۱۔ مؤمن جو اپنے ایمان میں مخلص ہو اور دل سے اللہ عزّوجلّ کے دین کا مطیع اور فرمانبردار ہو

۲۔ کافر جو کفر پر قائم ہونے کے ساتھ اس کی اشاعت میں جدو جہد کرنے والا ہو

۳۔ منافق جو اپنے نفاق میں اعلانیہ اقرار کرنے والا ہو اور اس میں کسی قسم

کی جھجک محسوس نہ کرتا

اور اللہ عزوجل نے مؤمن پر ایمان لا چکنے کے بعد عمل لازم کیا ہے اور کافر پر ایمان لانا لازم کیا ہے اور منافق پر اخلاص لازم کیا ہے اور دلیل اس بات کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

یاایھا الناس اعبدوا ربّکم

یعنی اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔تو مطلب اس کا یوں ہوگا کہ: اے لوگو اگر تم مؤمن بن چکے ہو تو اللہ عزوجل کے احکامات کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو اور اگر عالمِ کفر میں مبتلا ہو تو اللہ عزوجل پر ایمان لے آؤ اور اگر منافقت کی بے آب وگیاہ وادی میں سرگرداں ہو تو اپنے اندر اللہ عزوجل کے لئے اخلاص پیدا کرو اسی پر تمہاری دائمی کامیابی کا مکمل انحصار ہے

....

اس مسئلے میں بھی مختلف نقطہ نظر ہیں جنہوں نے انسان کو قدیم مانا ہے وہ اس کے افعال کو بھی قدیم کہتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک انسان چونکہ حادث ہے اس لئے اس سے صادر ہونے والے افعال بھی حادث ہیں۔

......

الخصلۃ ۸ : وقت الاستطعۃ مع الفعل

نُقِرُّ بان الاستطاعة مع الفعلِ لاقبل الفِعلِ ولابعد الفعل لأنّه لوكان قبل الفعل لكان العبد مستَغنِياً عن اللّٰه سبحانه وتعالى وقت الفِعل وهذا خلافُ حكم النّص لقوله تعالى:

﴿واللّٰه الغنى وانتم الفقرآء﴾

(محمد:۳۷)

ولوكان بعد الفعل لكان مِنَ المحال لان حُصُول الفعلِ بلا استطاعة. ولاطاقة للمخلوق فى ما لم تقارنه الاستطاعة من اللّٰه تعالى ـ

﴿آٹھویں خصلت﴾

انسان کےعمل کرنے کی طاقت عمل سے پہلے ہے یا بعد میں؟

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ:عمل کے صادر کرنے کی طاقت اللہ عزّوجلّ کی طرف سے صدورفعل کے ساتھ ہی ملتی ہے نہ کہ فعل کے صادر ہونے سے پہلے یافعل کے صادر ہو جانے کے بعد کیونکہ اگر یہ استطاعت صدورفعل سے پہلے ہوتو بندہ اپنے تمام افعال سرانجام دہی میں اللہ عزّوجلّ سے مستغنی اور کارخودمختار بن جائیگا اور یہ عقیدہ رکھنا شریعت کے خلاف ہے کیونکہ ارشادِباری ہے:

واللہ الغنی و انتم الفقراء

اللہ عزّوجلّ غنی ہےاوراے اللہ کے بندوتم سب اللہ عزّوجلّ کی بارگاہ کےفقیراور

محتاج ہو۔

اسی لئے قطعہ ہے کہ

تو غنی ہے کل جہاں سے میں فقیر آ گیا در پر ترے بندہ حقیر
گر کیا نہ تو نے اعلانِ عفو تو رہے گا خوف مجھکو دار و گیر

اور کسی نے اسکو یوں کہا ہے

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو مے بینی حسابم ناگزیر از نگاہ مصطفےٰ پنہاں بگیر

اور اگر یہ کہا جائے کہ فعل کے سرانجام دینے کے بعد اس کی استطاعت اور استعداد ملتی ہے تو یہ امرِ محال (impossible) ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ ہم ناممکن بات کو ممکن کہہ رہے ہیں کیونکہ کسی فعل یا امر کا سرانجام دیا جانا یا عمل میں لانا طاقت و استطاعت کے ذریعے ممکن ہے اور جب مخلوق میں کسی کے پاس بذاتِ خود کوئی طاقت نہیں تا وقتیکہ اللہ عزّوجلّ کی طرف سے اس کی کوشش کے ساتھ توفیق اور استطاعت حاصل نہ ہو جائے تو وہ کام عمل کی حدود میں داخل کیسے ہو سکتا ہے۔

......

الخصلة ٩ : المسحُ علی الخُفَّین

نُقِرُّ بان المسح علی الخفین جائزٌ للمقیم یوماً و لیلةً ، و للمسافر ثلثة ایامٍ و لیا لیهَا لانّ الحدیثَ وَرَدَ هٰکذا ، و من أنکره فانه یخشی علیه الکفر لأنّه ثبتَ بالخبرِ المتواترِ ۔

والقصرُ و الافطارُ فی السفرِ رخصة بنص الکتاب لقوله تعالی :

﴿واذا ضربتُم فی الارض فلیس علیکُم جناحٌ ان تقصُروا من الصَّلوة﴾

(النساء:١٠١)

و فی الافطار قوله تعالی :

﴿فمن کان منکم مریضاً اوعلی سفرٍفعدةٌ من ایامٍ اُخر﴾

(البقرة:١٨٤)

﴿نویں خصلت﴾

موزوں پر مسح کرنا

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: مقیم کے لئے ایک وقت میں موزوں پر مسح کرنا ۲۴ گھنٹے کے لئے اور مسافر کیلئے ۷۲ بہتر گھنٹے تک جائز ہے کیونکہ احادیث میں اسی طرح وارد ہوا ہے اور جو شخص اسکا انکار کرتا ہے اس پر کفر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوجاتا ہے اس لئے کہ مسح کا حکم احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے

فائدہ:

موزوں پر مسح کرنے کے لئے سات شرائط ہیں

۱۔ موزہ پاؤں دھونے اور طہارتِ کاملہ کے بعد پہنا گیا ہو یعنی ایسے وقت پہنا گیا ہو جب اس پر غسل لازم نہ ہو۔

۲۔ موزوں نے پاؤں کو ٹخنوں تک چھپا لیا ہو۔

۳۔ مستقل طور پر انکو پہن کر چلنا ممکن ہو۔

۴۔ پاؤں کی چھوٹی تین انگلی کے برابر یا اس سے زیادہ نہ پھٹا ہوا ہو۔

۵۔ موزہ باندھے یا پکڑے بغیر پاؤں پر جمارہے۔

۶۔ پانی کو جسم تک پہنچنے سے مانع ہو: کیونکہ اس کے باریک ہونے کی وجہ سے یا پھٹ جانے کی وجہ سے جسم تک پانی پہنچ گیا تو مسح باطل ہو جائے گا۔

۷۔ پاؤں کا اگلا حصہ کم از کم تین انگلی کی مقدار پاؤں کے ساتھ موجود ہو اگر ایڑھی موجود ہو مگر پاؤں کا پنجہ موجود نہ ہو تو مسح جائز نہ ہو گا۔

ضروری تنبیہ:

آجکل امریکہ اور یورپ میں بسنے والے مسلمان خصوصاً اور دیارِ مشرق میں عموماً اپنی پہنی ہوئی عام جرابوں پر مسح کر لیتے ہیں جو وہ جوتوں کے ساتھ رواجاً پہنتے ہیں اس بارے میں معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر وہ اتنی موٹی نہیں کہ پانی کو جسم تک پہنچنے سے روک سکے یا مذکورہ شرطیں پوری نہ کرتی ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز نہیں گا اور بلا وجہ ضد اور عناد کی وجہ سے اپنی نمازیں ضائع کرنا عقل مندی نہیں ہے احادیث مبارکہ میں جو جوربین کے

الفاظ ہیں وہ اردو زبان میں بولے جانے والے لفظ جراب کے معنوں میں نہیں ہیں اور جب کوئی ایسا لفظ حدیث میں استعمال ہو جو کسی اور زبان میں بھی استعمال ہوتا ہو تو کسی ایسے عالم سے جو زمانہ نبوی کی عربی زبان اور اس زمانے کی اصطلاحات جانتا ہو معلوم کر لیا جائے ورنہ اصطلاحات سفر (travel) کرتی ہیں کبھی ایک لفظ کسی زبان میں ایک چیز کا نام ہوتا ہے تو دوسرے وقت میں وہ دوسرے کام کا نام بن جاتا ہے اس لئے لفظی اشتراک سے حکم مشترک نہیں نکالا جا سکتا لہذا جس چیز پر حکم لگایا گیا ہو پہلے دیکھا جائے کہ اپنی اصل کے لحاظ سے اس عمل کا کیا حکم ہے یہ معلوم ہو چکنے کے بعد عمل کیا جائے اور یہی فطری طریقہ ہے بلاوجہ کے ضد اور عناد میں مبتلا رہنا کہیں کی عقل مندی نہیں ہے۔

قصر نماز، روزہ کے افطار کا حکم

اور نماز میں قصر اور سفر کے دوران روزہ نہ رکھنے میں رخصت قرآن کریم میں ثابت ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصرو من الصلوٰۃ

یعنی جب تم زمین پر چلو اور سفر کرو تو دوران سفر لازم ہونے والی نمازیں قصر کر لیا کرو

فائدہ: یہ صرف قصر کا حکم چار رکعتوں والی نماز کے لئے ہے اور نوافل، سنتوں وغیرہ میں تین اختلافی رائے ہیں

ا: رخصت جانتے ہوئے سنتوں کو چھوڑ دیا جائے یا اللہ عزوجل کا قرب جانتے ہوئے سنتوں کو ادا کرلیا جائے

۲: دوران سفر سنتیں چھوڑ دیں اور منزل پر پہنچ جانے پر ادا کرنا شروع کردیں

۳: صحیح رائے یہ ہے کہ: دوران سفر اگر کسی قسم کا خوف ہو تو سنتیں چھوڑ دینا اولی اور اگر اطمینانی کیفیت ہو تو سنتوں کو ادا کرنا اولی اور قابل ترجیح ہے خواہ یہ سفر کسی ثواب کے کام کے لئے کیا جائے یا گناہ کے لئے کیا جارہا ہو۔

مسافر کی حد مسافت، اور مدت:

اگر کوئی شخص اپنے اصل مقام سے اڑتالیس میل یا اسکے مساوی مسافت کے لئے سفر کا ارادہ لیکر نکلے تو اپنے شہر کی حدود سے نکل جانے کے بعد مسافر کہلائے گا اور ائر پورٹ (airport) پر نماز قصر نماز پڑھی جائے گی کیونکہ عموما یہ شہر سے باہر ہوتے ہیں اور انکا حکم شہروں میں نہ ہونے کا ہے اور اس بارے میں یہی تعامل ہے اور پندرہ دن یا اس سے کم تک مسافر ہی رہے گا اور اگر کسی جگہ قیام کا ارادہ کرلیا تو نماز مکمل پڑھے گا اسی طرح اگر امام مقیم کے اقتداء میں نماز پڑھے تو بھی پوری پڑھے گا اور روزے کے افطار کے بارہ میں بھی اگر سفر کی مسافت اور اتنی ہی مدت کا ارادہ ہو تو مسافر کے حکم میں ہوگا ورنہ نہیں اسی لئے ارشادِ باری عزوجل ہے:

فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدةٌ من ايامٍ اخر

یعنی اگر کوئی شخص مریض ہو یا سفر پر ہو تو رمضان کے روزوں کی قضاء ایام

رمضان کے علاوہ دوسرے ایام سے گنتی پوری کرے۔

......

الخصلۃ ۱۰ : التقدیر مکتوبٌ و ما ھو کائنٌ

نُقِرُّ بان اللّٰہ تعالی اَمَرَ القلَم بانِ أکتُب ! فقال القلمُ ماذا أکتُبُ یا رَبّ ؟ فقال اللّٰہ تعالی أُکتب ماھو کائن الی یومَ القیامۃِ لقولہ تعالی :

﴿وکل شیءٍ فعلُوہُ فِی الزُّبر و کلُّ صغیرٍ و کبیرٍ مستطَر﴾

(القمر : ۵۳،۵۲)

﴿دسویں خصلت﴾

اللہ تعالی نے قلم سے صحیفۂ تقدیر لکھوالیا ہے

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: اللہ عزّوجلّ نے قلم کو ہر چیز کی تقدیر لکھنے کا حکم دیا اور کہا اے قلم لکھ اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ اے میرے رب! اللہ عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا جو کچھ بھی قیامت تک ہونے والا ہے اس کو لکھ دے اور اس پر دلیل اللہ عزّوجلّ کا قول ہے:

وکلّ شَیءٍ فعلُوہ فِی الزُّبر

اور ہر عمل جو انسان کرتے ہیں وہ نامۂ اعمال میں محفوظ کردیا جاتا ہے اور ہر چیز خواہ چھوٹی ہو یا بڑی وہ لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے

......

الخصلة ١١ : عذابُ و ثوابُ القبر و ما بعده

نُـقِـرُّ بـان عـذاب الـقبر كائنٌ لا مَحَالةَ ونقربان سؤالُ المُنكرِ وَ النكيرِ حقٌّ لورود الاحاديث ـ

ونـقـربـان الـجنةُ و النارُ حقٌّ .و هما مخلوقتَان الآن لاتفنيان ولا يفنى اهلهمَا لقوله تعالى فى حق المؤمنين :

﴿أعدت للمتَّقين﴾

(آلعمران:٢٤)

و فى حق الكفار :

﴿أعدَّت للكافرين﴾

(آلعمران:١٣١)

خلقهما اللّٰه تعالى للثّواب و العقاب .

ونقر بان الميزانُ حقٌّ لقوله تعالى :

﴿و نضعُ الموازينَ القسطَ ليو مِ القيامة﴾

(الانبياء:٤٧)

والوزن يومئذٍ حقٌّ لقوله تعالى :

﴿فمن ثقُلت مَوَازينهٗ فاولٰئك هم المُفلِحون ، و من خفَّت موازينه فاولٰئك الذينَ خسِروا انفسَهم بما كانُو بِايتنَا يظلِمُون﴾

(الاعراف:٩)

ونقرّبأن قرائةُ الكتابِ يوم القيامةِ حقٌّ لقوله تعالى :

﴿ونخرجُ لهٗ يومَ القيامةِ كتاباًيلقٰه منشُوراً اِقرَء كِتابك كفٰى بنفسكَ اليومَ عليكَ حسِيباً﴾

(الاسراء:١٤،٣)

﴿گیارہویں خصلت﴾

عذابِ قبر کے بارہ میں

ہم اقرار کرتے ہیں کہ عذابِ قبر ہر عذاب کے مستحق شخص کو ہوگا اور منکر نکیر کے سوال و جواب جو قبر میں پوچھے جائیں گے یہ حق ہیں اور اسی کے مطابق اللہ عزّوجلّ کے پاس معاملہ ہوگا کیونکہ ان باتوں کا احادیث میں اس کثرت سے ذکر کیا گیا ہے کہ گویا متواتر احادیث کے حکم میں ہے۔

جنت اور دوزخ

اور جنت اور جہنم حق ہیں اور یہ دونوں اللہ عزّوجلّ کی ایسی مخلوق ہیں کہ انسان کی طرح ان پر فناء نہیں ہے جنت اور اہل جنت کے بارہ میں ارشادِ ربانی ہے:

أعدت للمتقين

جنت متقی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اور جہنم، اور اہل جہنم کے بارے میں ارشادِ باری ہے:

أعدّت للكافرين

جہنم کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اور جنت یا جہنم اللہ ﷻ نے اپنے بندوں کے جزاء یا سزا کے لئے بنائی ہے

میزان کی حقیقت

اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ میزان حق ہے

جیسا کہ اللہ ﷻ کا قول ہے:

ونضع المَوَازِينَ القِسطَ لِيَومِ القِيَامَة

اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ساتھ اعمال کو تولیں گے۔

اور اسی طرح قیامت کے دن اعمال کا وزن کیا جانا حق ہے

قیامت کے دن اعمال نامہ پڑھا جانا

اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اعمال ناموں کا لوگوں کے سامنے پڑھا جانا حق ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

ونخرِجُ له يوم القيامة كتاباَيلقاه منشوراً اقرء كتابك كفابنفسكَ الُيَومَ عَلَيك حَسِيُباً

اور ہم قیامت کے دن انکے اعمال نامے کو کھلی کتاب کی صورت میں ان کے سامنے پھیلا دیں گے (اور انہیں کہا جائے گا کہ) اپنے اعمال نامے پڑھو جو تمہارے محاسبہ کے لئے بہت کافی ہے۔

....

اس بحث میں چند فوائد ہیں

پہلا فائدہ:

عذاب قبر اور مرنے کے بعد کی جزاء وسزاء کے بارے میں اس کے بارے میں ایک حقیقت کو جاننا چاہیئے اور وہ یہ کہ اس دنیا میں انسان ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتا ہے اور چونکہ اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے لیکن جنت یا دوزخ میں چونکہ اجر و جزاء ملنے کا آخری اور حتمی مرحلہ ہے لہذا انسان کی روح کے ساتھ اس کا وجود بھی متصل ہوگا اور دونوں پر فنا نہیں ہوگی بلکہ جزا اور سزا دونوں کو اکٹھے ملے گی کیونکہ اللہ عزوجل کا قول:

ولا تزر وازرة وزر اخرى

ایک کی سزاء دوسرے کو نہ دی جائے گی

اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ مرنے کے بعد یا تو انسان کو اللہ عزوجل کی طرف سے انعامات ملیں ہے اور یا سزاء کا بھگتان کرنا ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے:

انّ العبدَ اِذَا وُضعَ فی قَبره وتَولّی عَنهُ اصحابُهُ وانَّه لَیسمعُ قرعَ نِعالِهم ، أَتاه مَلَكانِ فَیُقعِدَانِه فَیَقُولَا ن : مَاکُنتَ تَقول فِی هذا الرَّجُل ؟ لِمحمّدٍ ﷺ ۔ فامّا المُؤمنُ فیَقُولُ : اَشهدُ اَنَّه عبد اللّٰه ورَسُولِه ، فیُقالُ له اُنظرُ اِلی مَقعَدِك مِن النَّارِقَد اَبدَلَكَ اللّٰه به مَقعَدَكَ مِنَ الُجنَّةِ فَیَرَاهُمَا جَمِیعاً

اخرجه الشيخان

بندے کو جب اسکی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسکو دفنانے والے دفنا کر واپس ہوتے ہیں تو وہ مردہ واپس ہونے والے ساتھیوں کے جوتوں کی اواز

سنتا ہے، اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسکو اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اسکو کہتے ہیں اس آدمی کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اور انکا اشارہ حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی طرف ہوتا ہے۔ اگر تو وہ شخص مؤمن ہوتا ہے تو کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ عزّوجلّ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ اس کے بعد اسکو کہا جاتا ہے، اپنا جہنم کا ٹھکانہ دیکھ لو اور اب اسکو اللہ عزّوجلّ نے جنت سے بدل دیا ہے اور اسکو یہ سب کچھ دکھایا جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ:

اعمال کے تولے جانے کے بارے میں ہے اگرچہ عقل اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے امادہ نہیں ہوتی کہ ایک کیفی چیز کو تولا جائے لیکن جدید سائنسی اکتشافات وایجادات نے ہمیں اس مقام لاکر کھڑا کر دیا ہے کہ اس کو ماننے سے اب کوئی چیز مانع نہیں رہی اور سب سے بڑی بات اللہ عزّوجلّ کا فرمان ہے:

فمن ثقلت موازینہ فاؤلٰئك ھم المُفلحون

جن کے نامۂ اعمال میں عملوں کا وزن زیادہ ہوگا وہ کامیاب ہو جائے گا

اور دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے:

واما من خفت موازینہ فامہ ھاویہ

اور جن کے اعمال کا وزن تھوڑا ہوگا یہ لوگ انکا ٹھکانہ ھاویہ ہے

اور اعمال ناموں کو تولے جانے اور انصاف ہونے کے بعد دائیں یا بائیں

ہاتھ میں دیا جائے گا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

أمّامَن اُوتِی کِتَابَه بِیَمِینه فیقول هآؤم اقرؤا کتابیّه

جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، وہ لوگوں کوخوشی سے یہ کہتا پھرے گا یہ لو میری کتاب اس کو پڑھ کر دیکھو اس میں کیا لکھا ہے۔

اللّٰھُمّ اعْطِنِیْ کِتَابِی بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَاباً یَّسِیْراً

واللّٰھُمّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ

امین ثم آمین

......

الخصلۃ ۱۲ : اِحیاءِ الاموات و حشرھم

نُقِرُّ بان اللّٰه تعالی یُحیِی ھٰذہ النفوسَ بعد الموت یبعثھم اللّٰه فی یوم کان مقدارہٗ خمسین الف سنة للجزآءِ و الثوابِ واداٴ الحُقوقِ لقوله تعالی:

﴿و ان اللّٰه یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُور﴾

(الحج:۷)

ونقرُّ بانّ لقاءُ اللّٰهِ تعالی لاھل الجنة بلا کیفیة و لا تَشبِیهٍ و لا جهةٍ حقٌ لقوله تعالی :

﴿وجوهٌ یومئذٍ ناظرةٌ الی ربها ناظرة﴾

وشفاعة محمد ﷺ حقٌ لکل من ھو اھل الجنة و ان کان صاحبُ الکبیرةِ .

وَنقربان عَائِشَةُ رَضِی اللّٰه عَنهَا اَفْضَلُ نِسَآءِ الْعٰلَمِینَ بَعْدَ خَدِیْجَة الْکُبْرٰی وَ هِیَ اُمُّ الْمَؤْمِنِیْنَ مُطَهَّرَةٌ عَنِ الزّنا و بَرِیّةٌ مما قال الروافض فمن شهد علیها بالزّنا فهو ولد الزّنا

وَ نقربانّ أهل الجنةِ فی الجنة خالدُون و أهلُ النار فی النار خالدُون لقوله تعالی فی حقِّ المؤمنین :

﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

(البقرة:۳۹)

و فی حق الکفرین :

﴿اُولٰٓئِكَ اَصۡحَابُ النَّارِ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ﴾

(البقرۃ:۲۱۷)

﴿بارہویں خصلت﴾

مردوں کوزندہ کرنا اور میدانِ حشر میں جمع کیا جانا

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد ان تمام جانوں کو زندہ کرے گا اور سب کو ایک ایسے دن میں اکٹھا کرے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے اور اس دن تمام انسانوں کو جزاء اور بدلہ دینے کیلئے اکٹھا کیا جائے گا اور ہر ایک شخص کے حقوق پورے پورے ادا کئے جائیں گے اور:

یوم لا تظلم نفس لنفسٍ شیئاً

اس دن کسی جان کے ساتھ کوئی ظلم یا زیادتی نہیں کی جائے گی اور دوبارہ زندہ کیا جانا اس بنا پر ہے کہ ارشادِ ربانی ہے:

وان اللّٰہ یبعث من فی القُبُور

یعنی اللہ عزوجل قبروں سے سب کو دوبارہ زندہ کرے گا

اللہ تعالیٰ کی ملاقات، اسکی کیفیت:

اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہین کہ جنتی لوگوں کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہونا حق ہے مگر یہ ملاقات بلا کیفیت اور

بلاتشبیہ ہوگی اور نہ ہی کوئی جگہ متعین ہوگی جس طرف سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا جا ئے۔

فائدہ:

اللہ تعالیٰ کی ملاقات دنیا میں بعض انبیاء کو ان آنکھوں سے بھی ہوئی اور ایسی رؤیت دنیاء میں انبیاء کے لئے حق ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے شبِ معراج میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھا یہ رؤیت غیر انبیاء کو نہیں حاصل البتہ خواب میں غیر انبیاء کے لئے بھی حق ہے جیسے امام اعظمؒ نے ایک سو سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالی کو دیکھا اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے خواب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھا اسی طرح اولیاء کرام کا مکاشفات میں اللہ تعالی کو دیکھنا، جو اصل میں خواب ہی کے ہم معنی ہوتے ہیں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اولیاء کرام کی کتب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھنے کے جتنے واقعات ملتے ہیں یہ سب عالم مکاشفہ یا عالم رؤیا کے واقعات ہوتے ہیں اور ان کا حکم خواب سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔

البتہ اہل التشیع کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام کا الہام اور کشف بمنزلہ وحی ہوتا ہے اور اسی لئے انکے نزدیک امام اپنے الہام سے بعض اوقات قرآنی آیات کو منسوخ کر دیتے ہیں جبکہ اہلِ السنّت والجماعت کے ہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے اور بعض اصحاب کو دیکھا کہ وہ مکاشفات پر بنیاد رکھ کر آئمہ تصوف کی تغلیط اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اس سے پرہیز لازم ہے معلوم نہیں کہ انسان مخالفت کرنے حد سے تجاوز کر جائے یا وہ شخص

واقعی اللہ ﷻ کے اولیاء میں سے ہو اور کسی ولی اللہ کی مخالفت یا اس سے ضد وعناد اللہ ﷻ کو محاربہ یا اپنے خلاف جنگ کی دعوت دینا ہے اور اس سے ایمان سلب کر لئے جانے کا اندیشہ ہے اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے ان باتوں سے بچنا لازم ہے

اور آخرت میں اللہ ﷻ کی زیارت کی دلیل یہ ہے کہ: اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

وجوه يومئذ نا ظرة الى ربها ناظرة

قیامت کے دن اکثر چہرے اللہ ﷻ کو دیکھنے والے ہوں گے اور ان کا دیکھنا اپنے رب کو ہوگا اس آیت میں اللہ ﷻ نے ان لوگوں کا شبہ دور کر دیا جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالی کی زیارت کسی اور روپ (shape) میں ہوگی

شفاعت رسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی شفاعت قیامت کے دن حق ہے اور یہ شفاعت ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اہل جنت میں سے ہوگا اگرچہ وہ شخص کبیرہ گناہ کا مرتکب کیوں نہ ہو جیسے کہ امامؒ نے متنِ فقہ اکبر ۴۷ میں ارشاد فرمایا۔

عورت میں افضل ترین عورت

اور سارے جہاں کی عورتوں میں افضل ترین عورت حضرت عائشہؓ الصدیقہ ہیں مگر ان کی افضلیت حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بعد ہے اور یہ

دونوں ام المؤمنین ہیں اور اہل التشیع میں سے جوان پر زنا کا الزام لگایا گیا اس سے وہ پاک ہیں۔

اور رافضیوں کے تمام الزامات جو وہ ام المؤمنین کے بارے میں زبان زنی کرتے ہیں ان سے پاک اور بری ہیں اور جو شخص ان پر زنا کا الزام لگاتا ہے وہ مؤمنوں کی ماں پر زنا کا الزام لگانیکی وجہ سے خود ولدالزنا ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کی بدعقیدگی اور بے ایمانی والی صورتحال سے محفوظ فرمائے

آخرت کا بدلہ دائمی ہوگا نہ کہ وقتی

اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور جہنمی جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قول ہے کہ:

اولٰئك اصحاب الجنة هم فيها خالدون

یہی لوگ اہل جنت ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کافروں کے بارہ میں ارشاد ہوا:

اولٰئك اصحابُ النّار هم فيها خالدون

یہی لوگ جہنم والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس خصلت میں پانچ مسائل بیان ہوئے ہیں

پہلا مسئلہ: اللہ تعالی کی پیدا شدہ ہر چیز کو ایک وقت مقررہ پر موت آئے گی

اور اسکی موت کو وقت آگے پیچھے نہ کیا جا سکے گا

دوسرا مسئلہ: قیامت کے دن ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کا شرف حاصل ہوگا

تیسرا مسئلہ: اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی فضل سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا بابرکت حصہ ملے گا اور آپ کی اس لطف وکرم سے گناہ گار بھی فیض یاب ہونگے اللھم جعلنا منہم ۔

چوتھا مسئلہ: تمام عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ترین ہیں اور ان کے بعد حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقام ہے اور باقی سب کا مقام درجہ بدرجہ ان کے بعد ہے۔

پانچواں مسئلہ: جنتی ہمیشہ جنت میں (اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان میں سے بنا دے) اور جہنمی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے (اللہ اس سے ہماری حفاظت فرمائے) آمین

تمت والحمد لله اوّلاً وآخراً وظاهراً وباطنا

......

أشهد أن لا إله إلا الله

و

وأشهد أن محمداً عبده ورسوله

صلی اللہ علیہ وسلم



وصیت بنام عثمان البتّی

اس وصیت نامے کو علامہ زاہد الکوثری
نے اپنی تحقیق کے ساتھ مصر
بیروت اور شام سے
طبع کروایا
تھا
اور ہماری
کوشش بسیار کے باوجود
اس کا عربی متن دریافت نہ ہوسکا
اور ان شاء اللہ اگر قارئین کرام نے حوصلہ افزائی
فرمائی تو آئندہ اشاعت میں اسکو بھی شامل اشاعت کریں
گے اس تحریر میں امام اعظم نے اپنے اوپر مرجیہ کا الزام لگائے
جانے کا علمی محاسبہ کرتے ہیں یہ تفصیل امام اعظم نے اپنے ایک شاگرد
بصرہ کے معروف عالم دین اور امام عثمان بن سلیمان البتی المتوفی: ۱۴۳ھ
کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔



من ابی حنیفة الی عثمان البتّی

اسّلام علیك !

بعد از حمد و صلوۃ تم کو خشیت الٰہی اور اطاعت باری تعالی کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ کہ اللہ تعالی بہت زیادہ محاسبہ کرنے والے ہیں اور ہر عمل کی پوری جزاء دینے والے ہیں۔

تمہارا خط مل گیا ہے اور اس میں جو ہمدردانہ باتیں آپ نے لکھی ہیں ان کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں اور تم نے جو خط میں یہ لکھا کہ

''خط لکھنے کا مقصد صرف طلب ہدایت اور خیر خواہی ہے''

آپ کی اس بات کو میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

اور تم نے ایک جگہ لکھا کہ تمہیں میرے فرقۂ مرجیہ میں شامل ہونے کی اطلاع ملی ہے نیز یہ کہ آپ کو اطلاع ملی کہ میں اس بات کا مدعی ہوں کہ:

''مؤمن گمراہ بھی ہوسکتا ہے''

اور یہ باتیں میری طرف سے آپ کے لئے تکلیف اور طبیعت پر گرانی کا باعث ہوئی ہیں اور انہی باتوں نے آپ کو میری طرف خط لکھنے پر مجبور کیا ہے۔

قال الاما م :

ان افضل ماعُلِّمْتُم وما تُعَلِّمُونَ النَّاسَ السُّنّةَ ۔

وانت ينبغی لك ان تعرفَ من أهلها الذی ينبغی ان تتعلم منه ذلك وتعلم ۔

ولعمری! مافی شَیءٍ باعدٌ من اللّٰه تعالی عذرٌ لاهله ولا فيما احدث النّاس وابتدعوا أمرٌ يهتدی به ۔

ولا الأمر الاماجاء به القرآن ودعا اليه محمد ﷺ وكان عليه اصحابه حتی تفرق الناس ۔ وامّا ما سوی ذلك فمبتدع ومحدث

لہذا جواب سنو! کہ

جو چیز اللہ تعالی سے دوری کا باعث ہو وہ شرعی طور پر عذر نہیں بن سکتی اور انسان اپنی بنائی ہوئی باتوں سے کبھی راہ ہدایت اور صداقت نہیں پا سکتا۔ شرعی طور پر کلمہ حق اور قول فیصل اگر کوئی چیز بن سکتی ہے تو وہ صرف تین چیزیں ہیں (ایک): قرآنی ہدایت (دوسری) سنت رسول ﷺ (تیسری): اُصحابؓ رسول اللہ کا عمل اس کے علاوہ سب کچھ بندوں کی ایجاد ہے، اور ایک لحاظ سے بدعت کی تعریف میں آتی ہیں۔

میرے اس مکتوب کو پوری توجہ سے پڑھو اور خود پسندی ، شیطانی خواہشات سے اجتناب کرو۔ اللہ تعالی ہمیں اس بیماری سے محفوظ فرمائے اور اپنے اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم اسی کی

رحمت اور اطاعت کی توفیق کے طلب گار ہیں۔

سنو!

حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگ مشرک تھے جب آپ دعوت اسلام لے کر مبعوث ہوئے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں کہا کہ وہ اس بات کی گواہی دیں۔

''اللہ تعالی اپنی ذات میں ایک ہیں اور حضور اکرم ﷺ جو کچھ اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے لائے ہیں اسکا اقرار کریں اب جو شخص بھی اسلام میں داخل ہوگیا وہ شرک سے بری ہوگیا اور اس کا خون باقی تمام مسلمانوں پر حرام ہوگیا، اور تمام مسلمانوں پر اس مسلمان کی عزت وحرمت کی پاسداری ضروری قرار دی گئی اس کے برعکس جس شخص نے حضور علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ شخص کافر اور ایمان سے دور رہا، لہذا اس کا مال اور خون مسلمانوں کیلیئے حلال قرار دیا گیا اور اسکے قتل یا جزیہ کے علاوہ کوئی چیز اس سے باعث مصالحت نہیں ہوسکتی تھی۔ اسکے بعد مسلمانوں کے حقوق اور فرائض کے بارے میں قرآن کریم میں آیات کا نزول ہوا اور ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال کی بجا آوری بھی ضروری ہوگئی اور اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿الّذِینَ آمَنُو وعَمِلُو الصَّالِحَاتِ﴾

جولوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ بھی انجام دیئے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ مَن یُّؤمِن بِاللّٰہِ وَ یَعمَلُ صَالِحاً ﴾

جوشخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔

اور اس جیسے بہت سے ارشادات عالیہ ہیں جو رب غفور نے قرآن کریم میں ارشاد فرمائے ہیں۔

ایمان اور اعمال میں تعلق

لیکن اعمال صالحہ کے ترک کرنے سے آدمی کے ایمان کا نہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ تصدیقتو اعمال کے بجالانے کے بغیر ہی حاصل ہو چکی ہے۔ لہذا اب اگر کوئی انسان عمل سے محروم ہونے کے ساتھ ایمان اور تصدیق سے بھی محروم سمجھا جاتا تو اس سے ایمان کا نام اور ایمان کا اس پر سے اطلاق بھی ختم ہو جاتا اور اسکی نہ حرمت باقی رہتی نہ اسکا اسلام کی طرف سے دیئے گئے حقوق میں سے کوئی حق باقی رہتا اور ایسے تمام لوگ پہلے کی طرح کفر میں داخل ہوکر کافر قرار دئے جاتے۔

ایمان وعمل کی ایک دوسرے سے جدا ہونے کی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تصدیق کے لحاظ سے لوگوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔اور نہ ہی تصدیق کے لحاظ سے ان میں باہمی طور پر کوئی فرقِ مراتب ہے اسلئے کہ فِرق مراتب تو اعمال کے لحاظ سے ہوتا ہے اور اعمال ایک دوسرے سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

جبکہ دین کے لحاظ سے تمام انبیا ورسل اور فرشتگاں سب کا دین ایک ہی ہے جیسا کہ ارشاد باری:

﴿ شَرع لکُم من الدّین مَا وصّی به نوحاًوّالّذی أوحَینا اِلَیكَ وَمَا وَصّینابِه اِبْراهِیمَ ومُوسٰی وَعِیسٰی اَنْ أقِیمُو الدّینَ وَلَا تَتَفرّقُو فِیه ﴾

تمہارے لئے بھی وہی شریعت بطور دین مقرر کی ہے جو نوح علیہ السلام وصیت کی تھی اور جو وحی کی آپ کی طرف اور جو وصیت کی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف موسیٰ علیہ السلام کی طرف اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ دین خداوندی کو قائم کرو اور اس کے بارے میں آپ میں متفق رہو متفرق نہ ہو جاؤ۔

ایک ہدایت تو وہ ہے جس کا تعلق انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق سے ہے اور ایک وہ ہے جس کا تعلق اعمال اور فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ہے اور یہ دونوں تصدیقیں یکساں اور برابر نہیں ہوسکتی ہیں، یہ جو بات آپ کے سامنے بیان کی جارہی ہے اس کا سمجھنا بالکل مشکل نہیں ہے کیونکہ ایک انسان کو تصدیق وایمان کی وجہ سے اس طرح مؤمن کہا جاتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب میں مؤمن فرماتے۔ اب اگر وہ فرائض سے آگاہ نہیں ہے تو جاہل اور بے خبر کہلائے گا، اس طرح اگر وہ فرائض اور اعمال سیکھنے میں مشغول ہو تو یہی کہا جائے گا کہ فرائض یا اعمال سیکھ رہا ہے یہ نہ کہا جائے گا کہ وہ ایمان لا رہا ہے یا نئے سرے سے تصدیق کر رہا ہے۔

کیا اسکو اللہ تعالی کی معرفت اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جاہل کہنا درست ہوگا؟

کیا اس شخص کی جہالت اور نادانی ایک کافر کی نادانی اور جہالت کے برابر ہو سکتے ہیں۔ اعمال کی تعلیم اور فرائض کی بجا آوری کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿ یبیّن اللّٰہ لکم انْ تضلّو واللّٰہ بکلّ شَیءٍ علیمٍ ﴾

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہارے لئے سب چیزیں واضح فرمارہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم گمراہ ہو جاؤ اور اللہ تعالی ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری سبحانہ وتعالیٰ ہے:

﴿ فَعلتُھا اِذاً وّانا منَ الضّالین ﴾

جب میں نے وہ کام کیا تھا اس وقت میں راہ راست نہ جاننے والوں میں سے تھا۔

مؤمن اور انکے بُرے اعمال:

اگر تم جیسا کوئی بھی انسان کتاب اللہ اور سنت رسول سے اس بارے میں کوئی حجت یا دلیل تلاش کرنا چاہے تو اس کے لئے کوئی مشکل بات نہیں اور نہ ہی یہ کوئی ایسی پیچیدہ اور نا قابل فہم بات ہے۔

ذرا سوچو!

کیا تم ایک مؤمن کو ظالم مؤمن ، گناہگار مؤمن ، غلط کار مؤمن ، معصیت کا مؤمن ، ناانصاف مؤمن نہیں کہتے ،اس قول کے بعد اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں:

(۱): یہ کہ مؤمن ہدایت ایمانی کی وجہ سے ظلم اور غلط روی میں بھی راہ راست اور ہدایت پر ہی رہا۔

(۲): یہ کہ جس عمل کے بارے میں اس سے غلطی ہوئی اب وہ اس سے دور ہوگئی ، جیسا کہ یعقوب کے بیٹوں نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے کہا تھا اللہ تعالی اسکو حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ انّك لَفِي ضَلالِكَ القَدِيم ﴾

بلاشبہ آپ اپنے انہی پرانے اور غلط خیالات میں محو ہیں۔

اس آیت کے بعد کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی اپنے اس قول میں کفر مراد تھی ''حاشا وکلا'' تم قرآن کے عالم ہوتے ہوئے ایسی بات نہیں کہہ سکتے ۔تم نے خود لکھا ہے کہ:

''لوگ فرائض سے پہلے اہل تصدیق میں سے تھے اور اس تصدیق کے بعد فرائض کا نزول ہوا''

اگر یہ بات درست ہے تو جس وقت اللہ تعالی کے فرائض کا نزول ہوا اس وقت انہیں تصدیق کرنے والا کہا جاتا ۔تمہارے پاس غالبا اس کا کوئی جواب نہیں ہے کہ

(۱): فرائض کے نزول سے پہلے اللہ تعالی کی تصدیق کرنے والے کی اور رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کیا تھی؟

(۲): اوران کا دین کیا تھا؟

(۳): تمہارے نزدیک ان کا مقام کیا تھا؟

کیونکہ تمہارے کہنے کے مطابق تصدیق کرنے والے کہلائے جانے کے مستحق تو حقیقت میں یہ لوگ اعمال اورفرائض کی بجا آوری کے بعد ہوئے ہیں۔ اگرتم یہ راہ اختیار کرو کہ یہ لوگ صرف اللہ تعالی اور اسکے رسول کی تصدیق کے بعد مؤمن ہو گئے اس بناء پران پر مسلمانوں کے احکامات جاری ہو گئے تو یہ رائے درست ہے۔

یہی بات میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔

اوراگرتم یہ کہتے ہو کہ یہ لوگ اعمال کی بجا آوری کے بغیر کافر تھے۔تو تم نبی ﷺ اورقران کریم کی مخالفت کرنے والے ہو گے اورحق بات سے انحراف کرنے والے ہو جاؤ گے۔ اور اگر بالفرض تم نے بے راہ اور اہل بدعت کی طرح یہ کہا کہ یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ مؤمن بلکہ انکا اس کے بیچ میں راستہ ہے۔تو تمہارا یہ کہنا ایک نئ بدعت اورحضور اکرم ﷺ اورصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صریح مخالفت ہے۔

معاصی اورصحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ''امیر

المؤمنین'' کہلائے تھے تو کیا آپ کی مؤمنین کی امارت سے مراد مطیعین اور نیکوکار مراد تھے یا کوئی اور تھے، اور نیز یہ کہ شام سے جو جماعت حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھی حضرت علیؓ ان کو اپنے خطوط میں مؤمن کہتے ہیں۔ پس یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کے مطابق برسر حق تھے وہ اسی جماعت سے برسر پیکار بھی تھے۔

صحابہ کرامؓ دو جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے اور دونوں جماعتیں آپس میں تیغ بکف تھیں۔ کیا آپ کے نزدیک یہ دونوں جماعتیں برسر حق تھیں یا نہیں؟

یقیناً ان میں سے ایک ضرور ہدایت یافتہ اور دوسری ضرور راہ راست سے بغاوت پیشہ پر تھی۔ اب ان میں سے جو جماعت بغاوت پیشہ ہے اس کے متعلق آپ کیا کہو گے؟

کون نہیں جانتا کہ اہل قبلہ کا سب سے بڑا جرم اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ ناحق قتل ہے۔ پھر خاص طور پر صحابہ کرامؓ کا قتل کرنا تو اور بھی بڑی بات ہے۔ جبکہ یہ دونوں جماعتیں تمہارے نزدیک ہدایت یافتہ نہیں ہیں تو تمہارے نزدیک ان دونوں کا نام اور مقام کیا ہوگا؟

اگر کہتے ہو کہ یہ دونوں برسر حق ہیں تو غلط کہتے ہو۔ اگر کہتے ہو کہ دونوں برسر باطل ہیں۔ تو غلط کہتے ہو۔

اگر کہتے ہو کہ صرف ایک برسر حق ہے۔ تو دوسری کے بارے میں کیا

کہو گے؟ کیا تم صاف طور پر کہہ سکتے ہو کہ وہ برسر باطل ہے

ہاں صرف ایک رائے باقی رہ جاتی ہے کہ تم دونوں کے بارے میں اللہ تعالی کے علم پر بھروسہ کرتے ہوئے اللہ اعلم (اللہ انکی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے) کہہ دو۔اور اس معاملے میں اپنے ظن اندازوں کو دخل نہ دو۔

خلاصہ کلام:

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں غالبا تم میری بات اچھی طرح سمجھ رہے ہو گے میں اس بات کو دوبارہ پوری بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ کہتا ہوں کہ

"تمام اہل قبلہ مؤمن ہیں اور انکو فرائض میں سے کسی کوتاہی کے باعث ایمان کی حدوں سے باہر نہیں شمار کر سکتا"

اور

"جس نے ایمان باللہ کی دولت کے ساتھ ساتھ پورے فرائض کی بجا آوری اور اس کے ساتھ اللہ کی اطاعت کو اختیار کیا اسکو اہل جنت میں سے شمار کیا جائے گا ہے"

اور جس شخص نے ایمان وعمل دونوں کو ترک کر دیا وہ اہل جہنم میں سے ہے۔اور جس کو ایمان کی دولت تو نصیب ہوئی مگر فرائض کی ادائیگی میں کوتاہ ہمت رہا تو وہ گنہگار مؤمن شمار کیا جائے گا۔اب اللہ تعالی کو اسکے بارے میں پورا پورا اختیار ہے وہ چاہے تو انکو معاف کر دے اور چاہے تو

انکو عذاب بھی دے سکتے ہیں ۔اب اگر اللہ تعالی نے انکو معاف فرما دیا تو انکے گناہوں کو معاف کردیا اور اگر عذاب دیا تو گناہوں کی وجہ سے انکو عذاب دیا۔اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اس بات پر جس قدر بھی اختلافات پیدا ہورہے ہیں ہر ایک کے باب میں صرف ایک ہی بات کہہ سکتا ہوں اور وہ ہے:

اللہ اعلم

کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔

اہل قبلہ کے بارے میں اوپر جو رائے نقل کی گئی وہ صرف تمہارے خیالات وافکار ہیں ورنہ فقہ وسنت کے حق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ تو وہی تھا جو میں نے ظاہر کیا ہے۔اور وہ اہل قبلہ کے بارے میں یہی کچھ کہتے تھے جو میں کہہ رہا ہوں ان میں عطاء بن ابی رباح ، نافع ،سعید بن جبیر، ابن عباس،ان سب حضرات کا یہی ارشاد ہے۔

اورحضرت علی کے ایک خط کا ذکر آچکا ہے جس میں انہوں نے دونوں جماعتوں کو مؤمن کہا ہے،عمر بن عبد العزیز کے متعلق بھی یہی منقول ہے، یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ تم سب سے پہلے طریق سنت حاصل کرو اور اہل سنت کے بارے میں پوری معلومات بہم پہونچاؤ۔

فرقہ مرجیہ کی حقیقت

رہی فرقۂ مرجیہ کی بات، تو ایک ایسی جماعت کا کیا واقعی قصور ہو سکتا ہے جس نے ایک درست بات ہی اور اہل بدعت نے انہیں مرجیہ کا نام دے دیا حالانکہ یہ لوگ اہل عدل اور اہل سنت ہیں۔ ان کا یہ نام محض بغض وعداوت کی وجہ سے رکھا گیا، میں لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہوں اور لوگ بدعت کی وجہ سے یہ نام دیتے ہیں۔

بھلا جو چیزیں میں نے اہل عدل سے حاصل کی ہیں اس کو کیسے ترک کر سکتا ہوں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان تمام مسائل کو شرح وبسط کے ساتھ لکھتا جو تم نے پوچھے ہیں، اس کے باوجود اگر اس بدعت کے حیلہ سازیوں کی وجہ سے کسی چیز میں تمہیں اشکال ہو تو میں اسکو حل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میں ایضاح حق کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اور آپ مخلوق خدا کو ہدایت کا سلسلہ جاری رکھو۔

رزقنا اللّٰہ متقبلا کریما،

والسّلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته،

والحمد للّٰہ ربّ العالمین ،

وصلی اللّٰہ علی سیّدنا

محمّدٍ وعلی اٰله و صَحبه

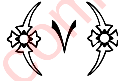
أجمَعین



سُبحان اللّٰہ وبحمدہ

سُبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ





اقوالِ عشرۃ

امام اعظم کے بعض فرامین اور نصائح جنکو

امام ابن عبد البرّ الاندلسیؒ

نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب

الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء

کے ایک باب بنام

ذکر مذہب ابی حنیفۃ فیما یعتقد اہل السنۃ وما علیہ ائمۃ الجماعۃ

میں بیان کیا ہے

....



(۱): عن ابی عصمة نوح بن ابی مریمؒ

قال سألت ابا حنیفةؓ فقلت من اهل السنة والجماعة ؟

قال: الذی لاینظر فی اللّٰه عزّوجلّ ، ولایکفر احداً بذنب ، ویقدم ابابکر وعمر رضی اللّٰه عنہم ، ویتولّی علیّا وعثمان رضی اللّٰه عنہم ، ولا یحرم نبیذ الجرّ ، ویمسح علی الخفین ۔

....

امام نوح بن مریم فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اہل السنّت والجماعت کون لوگ ہیں؟

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: وہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں بحث مباحثہ میں نہیں پڑتے ۔اور کسی شخص کی اسکے گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے ۔ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو باقی صحابہ پر ترجیح دیتے ہیں ۔اور عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ دونوں سے محبت کرتے ہیں ۔نبیذ تمر کو حرام نہیں جانتے ۔اور وضوء میں موزوں پر مسح کرنے کو جائز جانتے ہیں ۔



(۲): نوح بن ابی مریم :

یقول سألت اباحنیفة فقلت هل تشهد لاحد انه من اهل الجنة سوی الانبیاء؟

فقال: کل من شهد له النبی ﷺ انه فی الجنة بخبر صحیح

....

امام ابوعصمہ نوح بن مریم

فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے سوال کیا کہ کیا آپ انبیاء کے علاوہ کسی اور شخص کے جنتی ہونے کے بھی دعوے دار ہیں؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا ہر وہ شخص جو ایمان کی حالت میں نبی ﷺ کے زیارت سے مشرف ہوا وہ خبر صحیح کے مطابق جنتی ہے۔



(۳): عن یحی بن نصیر

قال: کان ابو حنیفة یفضل ابا بکر وعمر ﷺ، ویحب علیا وعثمان ﷺ، وکان یؤمن بالقدر خیره وشره، ولایتکلم فی اللّٰه ﷻ بشیء، وکان یمسح علی الخفین، وکان من أفقه اهل زمانه وأتقاهم۔

....

یحی بن نصیر فرماتے ہیں کہ:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہم کو باقی صحابہ پر فضیلت دیا کرتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔

اور خیر اور شر کے اللہ تعالی کی طرف سے ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔

اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں بحث مباحثہ کو درست نہیں جانتے تھے۔

وضوء کے دوران موزوں پر مسح کو جائز جانتے تھے۔

اور آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ اور سب سے زیادہ متقی تھے۔

......☆......☆......

(٤): عن عبد الرحمن بن المثنى

قال: كان ابوحنيفة يفضل ابابكر وعمر ﷺ، ثم يقول على وعثمان ﷺ، ثم يقول بعد: من كان أكثر سابقةً وأكثر تقى، فهو أفضل۔

....

عبدالرحمٰن بن المثنّی فرماتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر ﷺ کو باقی صحابہ سے **افضل** جانتے تھے اس کے بعد فرماتے تھے کی عثمان رضی اللہ عنہ وعلی ﷺ کا مقام ہے

اس کے بعد فرماتے تھے جو ایمان میں سبقت والا ہے اور جو زیادہ متقی ہے وہ باقی حضرات پر قابل ترجیح ہے۔



(٥): عن حماد بن ابی حنیفة

یقول سمعت ابا حنیفة یقول : الجماعة ان تفضل ابابکر وعمر، وعلیّا وعثمان ﷺ، ولا تنتقص احداً من أصحاب رسول اللّٰه ﷺ، ولا تکفر النّاس بالذنوب، وتصلی علی من قال لااله الااللّٰه، وخلف من قال لااله الااللّٰه، وتمسح علی الخفّین، وتفوض الأمر الی اللّٰه، وتدع النطق فی اللّٰه جل جلاله۔

....

امام حماد بن ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام ابوحنیفہ سے سنا:

وہ فرماتے تھے اہل السنّت والجماعت میں ہونے کی نشانی یہ ہے کہ آدمی ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کو باقی صحابہ سے افضل جانے۔ اوراصحاب رسول رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تنقیص شان نہ کرے۔ ارتکاب گناہ کی وجہ سے کسی شخص کی تکفیر نہ کرے۔

اور ہر اس شخص کی اقتداء میں نماز پڑھ لے اور ہر اس شخص پر نماز جنازہ پڑھے جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے اقرار پر فوت ہو جائے۔ اور دوران وضوء موزوں پر مسح کو جائز سمجھے۔ اور تقدیر کے معاملات کو اللہ تعالے کے سپرد کر دے۔ اور اللہ تعالی کے بارے میں بحث مباحثہ نہ کرے۔

(٦): عن بشار بن قيراط

قال : قدم الكوفة سبعون رجلاً من القدريّة فتكلّموا فى مسجد الكوفة بكلام فى القدر فبلغ ذلك أباحنيفة رضی اللہ عنہ

فقال : لقد قدموا بضلال ـ

ثم أتوه فقالوا نخاصمك ـ

قال: فيم تخاصموننى؟

قالوا : فى القدر

قال أما علمتم أن النّاظر فى القدر كالنّاظر فى شعاع الشمس كلّما ازداد نظراً ازداد حيرةً أو قال تحيراً

قالوا : ففى القضاء والعدل؟

قال: فتكلّموا على اسم اللّٰه

فقالوا: يا اباحنيفة ! هل يسع احداً من المخلوقين ان يجرى فى ملك اللّٰه ما لم يقض ؟

قال : لا الان القضاء على وجهين : منه امرُ وحيٌ، والآخرُ قدرةٌ ، فاما القدرة فانه يقضى عليهم ويقدر لهم الكفر ولم يأمر به بل نهى عنه ـ

والامر امران : امر الكينونة ، اذا امر شيئا كانوهو على غير امر الوحى ـ

قالوا : فاخبرنا عن امر اللّٰه أموافق لارادته ام مخالف؟

قال: امره من ارادته وليس ارادته من امره ، وتصديق ذلك قول اللّٰه عزّوجلّ

لابراهيم اذقال لابنه

﴿ اِنِّی اَرَا فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی فَقَالَ یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ ﴾

الصافات:۱۰۲

ولم يقل : ستجدنى صابراً من غير ان شاء اللّٰه فكان ذلك من امره ولم يكن من ارادته ذبحه

قالوا : فاخبرنا عن اليهود والنصارى الذين قالوا على اللّٰه ﷻ ما قالوا :

﴿ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُنِ بْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَی الْمَسِيْحُ بْنُ اللّٰهِ ﴾

التوبة:۳۰

أفقضى اللّٰه على نفسه أن يشتم او تضاف اليه الصاحبة والولد ؟

فقال : ابو حنيفة رضی اللہ عنہ ان اللّٰه لا يقضى على نفسه انما يقضى على عباده ولو كان يقضى على نفسه لجرت عليه القدرة

قالوا : فاخبرنا عن اللّٰه ﷻ اذا اراد من عبده ان يكفر، احسن اليه ام اساء؟

قال: لا يقال اساء ولا ظلم الالمن خالف ما امربه واللّٰه قد جلّ عن ذلك ، وقد عرف عباده بما اراد منهم من الايمان به

فقالوا : يا ابا حنيفة ! امؤمن انت ؟

فقال : نعم

قالوا : أفانت عند اللّٰه مؤمن ؟

قال : تسئلونی عن علمی وعزیمتی ، او علم اللّٰه وعزیمته ؟

قالوا : بل نسئلك عن علمك ، ولا نسئلك عن علم اللّٰه

قال: فانی بعلمی اعلم انی مؤمن ولا اعزم علی اللّٰه عزوجل فی علمه

فقالوا : یا اباحنفة ! ما تقول فیمن جحد حرفا من کتاب اللّٰه ؟

قال : کافر لأن اللّٰه ﷻ قال مهدّداً لهم وموعداً

﴿فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر﴾

الکهف:۲۹

قالوا : فان کان هذا من باب الوعید ،

وقال انّی لاأومن ولا أکفر

قال : فقد خصمتم أنفسکم الا ترون أنّی أن لم اؤمن فأنّا مجبور فی ارادة اللّٰه ﷻ علی الکفر وان لم أکفر فأنا مجبور فی ارادة اللّٰه ﷻ علی الایمان

قالوا یا اباحنیفة : حتّی متی تضلّ الناس ؟

قال : ویحکم انما یضلّ النّا س من یستطیع أن یهدیهم:

﴿واللّٰه یضل من یشاء ویهدی من یشاء﴾

....

بشار بن قیراط فرماتے ہیں کہ:

فرقہ قدریہ کے ستّر افراد کوفہ میں آئے اور کوفہ کی جامع مسجد میں آ کر علم تقدیر کے مسئلہ میں لوگوں سے بحث مباحثہ کرنے لگے یہ بات امام ابو حنیفہ کو معلوم ہوئی تو آپ مسجد میں تشریف لائے ۔اور انکے بارے میں فرمایا کہ یہ تو بڑی گمراہی کے رستے پر ہیں۔

وفد قدریہ: یہ سن کر انہوں نے امام ابو حنیفہ کا رخ کیا اور آپ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہم آپ سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔

امام اعظمؒ: کس بارے میں مباحثہ کرنا چاہتے ہو؟

وفد قدریہ: تقدیر کے مسئلے پر۔

امام اعظمؒ: کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ علم تقدیر میں بات کرنا تو سورج کی شعاؤں میں جھانکنے کے مترادف ہے آپ جتنی گہری نظر سے اس کو دیکھو گے اتنی زیادہ طبیعت میں حیرت اور پریشانی بڑھے گی

انہوں نے کہا اچھا چلو قضاء قدر اور عدل باری کے بارے میں بات کرلو

امام اعظمؒ: اس پر بات کرنی ہے تو اللہ کا نام لو اور شروع کرو؟

وفد قدریہ: اے ابو حنیفہ کیا آپ نے اللہ تعالی کی مخلوقات میں سے کسی کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے ایسا کام سرانجام دیا ہو جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو؟

امام اعظمؒ: نہیں ایسا تو نہیں سنا لیکن اللہ تعالی کی قضاء کی دو قسمیں

ہیں:

(۱): اللہ تعالی کا امر اور اسکی طرف سے وحی کی گئی ہو

(۲) دوسری اللہ تعالی کی قدرت۔

اب قدرت تو اللہ تعالی کی انکے معاملات میں جاری وساری ہے اور اسکی وجہ سے انکو کفر میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔لیکن اللہ سبحانہ وتعالی نے اس بات سے انکو منع کیا اور اور اس کا حکم نہیں دیا۔

اور اللہ تعالی کا امر بھی دو طرح سے ہے

(۱): امر کینونی: یہ وہ امر ہے جو اللہ سبحانہ وتعالی نے کسی کو حکم تو دیا ہو لیکن یہ امر اسکی وحی والے امر سے مختلف ہو

(۲) دوسرا امر وحی جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔

وفد قدریہ: اچھا آپ یہ بتائیں کہ اللہ تعالی کا امر اس کے ارادے کے موافق ہوتا ہے یا مخالف ہوتا ہے

امام اعظمؒ: اللہ تعالی کا امر تو اسکے ارادے میں سے ہی ہوتا ہے لیکن اس کا ارادہ اس کے امر میں سے نہیں ہوتا اور اس بات کی تصدیق چاہئے تو اللہ تعالی کا وہ قول جو ابراہیم نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا

’’بے شک مجھے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ میں تجھے ذبح کروں۔اب تو بتا تیری کیا رائے ہے آپنے جواب دیا اے میرے ابا جان جو آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اس پر عمل کر گزرئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں

سے پائیں گے‘‘

اب جواب میں ان شاء اللہ کے بغیر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے اس لئے کہ یہ بات اللہ تعالی کے امر میں سے تو تھا لیکن اسماعیل کا ذبح کیا جانا اس کے ارادے میں سے نہ تھا۔

وفدقدریہ: اچھا تو یہود ونصاری کی ان باتوں کے بارے میں بتائیں جو انہوں نے اللہ تعالی کے بارے میں کہیں تھیں انکی کیا حقیقت تھی کیونکہ انہوں نے کہا:

’’کہا یہودیوں نے کہ عزیرؑ کو اللہ تعالی کا بیٹا ہے اور کہا نصرانیوں نے کہ مسیح ابن مریمؑ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بیٹا ہے‘‘

تو کیا اللہ تعالی نے خود اپنے بارے میں فیصلہ کیا تھا کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے بارے میں ایسی بری باتیں کریں یا اللہ تعالی کی طرف بیوی ہونے یا اولاد کا محتاج ہونے کی نسبت کریں؟

امام اعظمؒ: کہ اللہ تعالی اپنے بارے میں تو فیصلہ نہ کیا تھا البتہ اپنے بندوں کے بارے میں یہ فیصلہ ضرور کیا تھا اس لئے کہ اگر اپنے بارے میں فیصلہ کیا ہوتا تو یہ اللہ تعالی کی تقدیر ہوتی اسکی قضاء نہ ہوتی

وفدقدریہ: اچھا آپ یہ بتائیں کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی بندے کے بارے میں یہ ارادہ کرتے ہیں کہ وہ کفر میں مبتلا ہو جائے تو یہ اس کے ساتھ اچھائی کرتے ہیں یا برائی کرتے ہیں؟

امام اعظمؒ: اس بارے میں ہم نہ تو یہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ برائی کی گئی ہے یا ظلم کیا گیا ہے۔ہاں اتنی بات ہے کہ جو شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر کی مخالفت کرے یہ بات ناممکن ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے برتر اور بلند تر ہیں کہ اس کے اوامر کی مخالفت کی جا سکے۔لہذا بندوں میں سے جو شخص بھی یہ بات جانتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارادے کی کیا حقیقت ہے یہ بات اس کے ایمان میں سے ہے۔

وفد قدریہ: اے ابوحنیفہ: کیا آپ مؤمن ہیں؟

امام اعظمؒ: ہاں میں مؤمن ہوں۔

وفد قدریہ: کیا آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مؤمن ہیں؟

امام اعظمؒ: آپ نے میرے عالم اور استطاعت کے مطابق سوال کیا ہے یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم اور استعداد کے بارے میں سوال کیا ہے؟

وفد قدریہ: بلکہ ہم نے تو آپ کے علم اور استعداد کے بارے میں سوال کیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں سوال نہیں کیا ہے۔

امام اعظمؒ: میں اپنے علم کی حقیقت تو جانتا ہوں کہ میں مؤمن ہوں اور اللہ تعالیٰ کے علم و استعداد کے بارے میں میں نہیں جانتا۔

وفد قدریہ: اے ابوحنیفہ: آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب میں سے کسی ایک حرف کا بھی انکار کر دے؟

امام اعظمؒ: وہ شخص کافر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو

تہدید کرتے ہوئے اور وعید سناتے ہوئے فرمایا:

''پھر تم میں سے جو شخص چاہے ایمان لے آئے اور جو شخص چاہے کفر اختیار کر لے''

وفد قدریہ: یہ آیت تو وعید کے زمرے میں سے ہے؟

امام اعظمؒ: میں نہ ایمان لاتا ہوں اور نہ ہی کفر اختیار کرتا ہوں اب کیا ہوگا؟

یقیناً تم اپنے بنائے ہوئے جال میں خود پھنس جاؤ گے اس لئے کہ کیا تم دیکھتے نہیں: کہ اگر میں ایمان نہ لاؤں تو میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارادے کے لحاظ سے کفر اختیار کرنے پر مجبور ہوں۔ اور اگر میں کفر اختیار نہ کروں تو میں اللہ تعالیٰ کے ارادے کے لحاظ سے ایمان لانے پر مجبور ہوں۔

وفد قدریہ: اے ابو حنیفہ تو لوگوں کو کب تک گمراہ کرتا رہے گا؟

امام اعظمؒ: افسوس تمہارے حال پر جسکو اللہ ہدایت دینا چاہے میں اسکو کیسے گمراہ کر سکتا ہوں؟

جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

''اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے''



(۷): عن ابی مطیع البلخی

یقول قال ابوحنیفة ما مسحت علی الخفین حتی جاء عندی مثل الشمس فی صحته

....

امام ابو مطیع بلخی ارشاد فرماتے ہیں

امام ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا: میں موزوں پر کبھی مسح نہ کرتا لیکن میرے پاس صحت کے لحاظ سے اس قدر واضح دلائل آئے ہیں کہ جن کی صحت سے سورج بھی ماند پڑ جائے۔

﴿☆......☆﴾

(۸): عن ابی یوسف

یـقـول جاء رجل الی مسجد الکوفة یوم الجمعة فدار علی الحِلَق یسئلهم عن القرآن وابو حنیفة رضی اللہ عنہ غائب بمکة فاختلف الناس فی ذلک و اللّٰه ما احسبه الا شیطانا تصور فی صورة الانس حتی انتهی الی حلقتنا فسئـلنا عنهاوسئل بعضنا بعضا وامسکنا عن الجواب وقلنا لیس شیخنا حاضرا ونکره ان نتقدم بکلام حتی یکون هو المبتدئ بالکلام

فـلـمـا قـدم ابـوحـنیـفة تـلقّینا بالقادسیة فسألنا عن الاهل والبلد فاجبناهم ؟

قـلـنـا لـه بـعد ان تمکنا منه رضی اللّٰه عنک وقعت مسئلة فما قولک فیها فکأنّه کان فی قلوبنا، وانکرنا وجهه ، وظنّ انّه وقعت مسئلة معنتة ، وانا قد تکلمنا فیها بشیءٍ ۔

فقال ماهی الجواب؟

قُلنا کذَا وکذَا ، فأمسك سَاکتاً ساعةً

ثم قال : فما کان جوابکم فیها؟

قلنا لم نتکلم فیهابشیء وخشینا ان نتکلم فیها بشیء فتنکر ه فسری عنه وقال جزاکم اللّٰه خیرا اِحفظُوا عنّی وصیّتی:

لا تـکـلـمـوا فیهـا ، ولا تسئلوا عنها ابدا ، انتهوا الی انه کلام اللّٰه

عزوجل بــلازيـادة حرف واحد ، ما احسب هذة المسئلة تنتهى حتى توقع اهل الاسلام فى امر لا يقومون به ولا يقعدون !

اعاذنا اللّٰه واياكم من الشيطان الرجيم

....

امام ابو یوسف ارشاد فرماتے ہیں:

ایک روز جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں ایک شخص آیا اور جتنے علمی حلقے وہاں لگے ہوئے تھے ان سب کے پاس باری باری گیا اور ہر ایک سے وہ قرآن کے بارے میں پوچھتا تھا، امام ابو حنیفہ ہم میں تھے نہیں اور وہ مکہ کے سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ لوگوں نے اس کے جواب دینے میں مختلف آراء ظاہر کیں۔ اللہ کی قسم میں تو اس کی شکل و شباہت کی وجہ سے اسکو شیطان تصور کر رہا تھا جو انسانی روپ اختیار کر کے آ گیا ہو۔ آخر کار وہ ہمارے حلقے میں بھی آ پہنچا اور ہم سے بھی اس نے اسی طرح کے سوالات کئے اور ہم ایک دوسرے سے بھی اس کے بارے میں پوچھنے لگے لیکن کسی سے جواب نہ بن پڑا۔

آخر کار ہم نے کہا کہ ہمارے استاد ہم میں نہیں اور یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ ہم طالب علم استاد کی عدم موجودگی میں اس طرح کے مسائل میں دخل دینے لگیں بلکہ ہم استاد کا انتظار کرتے ہیں اور انہی کے آنے کے بعد اس کلام میں کوئی حتمی رائے ظاہر کریں گے

آخر کار جب ہمارے استاد کی تشریف آوری ہوئی اور ہم انکے استقبال کی غرض سے قادسیہ پہنچے تو ملاقات کے بعد آپ نے سب شہر والوں کی خیریت دریافت کی؟ اور ہم نے انکوان کی خیروعافیت سے آگاہ کردیا۔

ان کے آرام اور سکون کے بعد ہم نے کہا کہ اللہ تعالی آپ سے راضی ہو ہمارے سر پر ایک مسئلہ آپڑا ہے آپ اس بارے میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔ ہمارے استاد تو گویا ہمارے دلوں میں جھانک رہے تھے باوجود اس کے کہ ہم اپنے چہروں پر اس کے اثرات ظاہر نہ کررہے تھے، اور وہ سمجھ گئے کہ ہم کسی لایعنی مسئلہ میں پڑ گئے تھے اور اس میں ہم نے کچھ طبع آزمائی کی ہے

آخر کار سارے مسئلے کو بھانپتے ہوئے ہم سے پوچھا کہ اچھا بتاؤ تمہارے سوالات کا کیا جواب تھا؟

ہم نے کہا: ایسے اور ایسے جواب تھا۔

تھوڑی دیر بالکل خاموش رہنے کے بعد ارشاد فرمایا

آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ اب تمہارا اس مسئلے میں کیا جواب ہے؟

ہم نے کہا:

ہم نے اس بارے میں بالکل بات نہیں کی اس ڈر سے کہ ہم اس میں کوئی بات کریں گے تو کہیں آپ اسکو ناپسند کریں اس لئے ہم خاموش رہے

آپ نے فرمایا: اللہ تمہیں جزائے خیر دے میری ایک وصیت اچھی طرح یاد

رکھو!

''اس بارے میں کبھی بھی کوئی بات، یا سوال نہ کیا کرنا۔

اور اپنی بات یہ کہہ کر ختم کردو کہ یہ اللہ تعالی کا ایسا کلام ہے جس میں ایک حرف کی کمی یا زیادتی نہیں ہوسکتی

اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ مسئلہ کبھی ختم ہوسکے گا حتی کہ اہل اسلام کو ایک ایسی دلدل میں ڈال دے جسکا تعلق نہ قول اقرار سے ہے اور نہ ہی اعتقاد سے

اللہ ہمیں پناہ دے اور آپ سب کی حفاظت بارگاہ ربوبیت سے نکالے گئے شیطان کی شر سے ہماری حفاظت فرمائے



(۹) : عن ابی مقاتل

قال سمعت أباحنيفة يقول ألنّاس عندنا على ثلاثة منازلٍ

(۱) : الانبياء من اهل الجنة و من قالت الانبياء أنّه من أهل الجنّة فهو من أهل الجنّة

(۲) : والمنزلة الاخرٰى المشركون : نشهد عليهم أنّهم من أهل النّار

(۳) : والمنزلة الثّالثة المؤمنون : نقف عنهم ولانشهد على واحد منهم أنّه من أهل الجنّة ولا من أهل النّار و لكنّا نرجوا لهم ونخاف عليهم ونقول كما قال اللّٰه تعالى

﴿خَلَطُوا عَمَلاً صَالِحاً وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ﴾

التوبة:۱۰۲

حتّى يكون اللّٰه ليقضى بينهم وأنّما نرجوا لهم لأنّ اللّٰه عزّوجلّ يقول

﴿أن اللّٰه لايغفر أن يشرك به و يغفرمادُون ذلك لمن يشاء﴾

النساء:٤٨

و نخاف عليهم بذنوبهم وخطاياهم وليس أحد من النّاس أوجب له الجنّة ولوكان صوّاماً قوّاماً غيرالأنبياء ومن قالت فيه الأنبياء أنّه من أهل الجنّة

....

امام ابو مقاتل ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے سنا

وہ فرماتے تھے کہ میرے نزدیک لوگوں کی تین اقسام ہیں

(۱): پہلی قسم انبیاء علیہ السلام ہیں اور وہ اہل جنت میں سے ہیں اور جو انبیاء علیہ السلام کے جنتی ہونے کا قائل ہے وہ بھی جنتی ہے۔

(۲): دوسری قسم: مشرکین کی ہے ان کے بارے میں ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ اہل جہنم میں سے ہیں

(۳): تیسری قسم: مؤمنوں کی ہے ان کے بارے میں جنتی یا جہنمی کہنے کے بارے میں ہم خاموشی اختیار (توقف) کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں ہم جنتی ہونے کا دعوی نہیں کرتے اور کسی ایک کے جہنمی ہونے کا دعوی نہیں کرتے ہیں

البتہ ہم ان کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مغفرت کی امّید اور عذاب کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اور ہم اللہ تعالی کے قول کا اقرار کرتے ہیں جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

''انہوں نے اعمال صالحہ کو اعمال سیئہ میں ملا دیا اب ہوسکتا ہے اللہ تعالی انکی طرف توجہ فرمائے''

حتی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود انکے بارے میں حتمی فیصلہ کرے۔

اور ہم امیدوارِ مغفرت بھی ہیں اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

''بلاشبہ اللہ وہ ذات ہے وہ اس شخص کی مغفرت نہیں کرتی جو اسکے ساتھ شرک کرتا ہے اور اس کے علاوہ جس کی چاہتی ہے مغفرت فرما دیتی ہے''

لیکن ہم ان کے گناہوں اور غلطیوں پر پکڑ کی وجہ سے اللہ ﷻ سے ڈرتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

یہ ہوا کہ انبیاء علیہ اسلام کے علاوہ ہم کسی کو بھی جنتی نہیں جانتے خواہ وہ روزے رکھنے والا اور نمازیں پڑھنے والا شخص ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اگر انبیاء علیہ السلام کسی شخص کی گواہی دیں کہ فلاں شخص بھی جنتی ہے۔ تو ہم اسکو بھی جنتی مانتے ہیں۔



(۱۰): عن ابی مقاتل

قال ابوحنيفة ﷺ ألأيمان هوالمعرفة والتصديق والاقرار بالاسلام

قال : والنّاس فى التصديق على ثلاثة منازل فمنهم من صدق اللّٰه وما جاء منه بقلبه ولسانه و منهم من صدقه بلسانه وهو يكذبه بقلبه ومنهم من يصدق بقلبه ويكذب بلسانه

(۱) : فأمّا مَن صدق اللّٰه وماجاء به رسوله ﷺ بقلبه ولسانه فهم عند اللّٰه وعند النّاس مُؤمنون ۔

(۲) : و مَن صدق بلسانه وكذب بقلبه كان عند اللّٰه كافرا وعند النّاس مؤمنا لأن النّاس لايعلمون ما فى قلبه و عليهم أن يسمّوه مؤمناً بما ظهر لهم من الاقرار بهذه الشّهادة وليس لهم أن يتكلّفوا علم القلوب ۔

(۳) : و منهم من يكون عند اللّٰه مؤمناً وعند النّاس كافراً و ذلك أن يكون المؤمن يظهر الكفر بلسانه فى حال التّقية فيسمّيه من لا يعرف كافراً وهو عنداللّٰه مؤمن ۔

....

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

ایمان اللہ تعالی کی معرفت، اسکی تصدیق، اس کے اقرار، اوراس پر اسلام لانے کا نام ہے۔ لہذا اللہ سبحانہ وتعالی کی تصدیق کے لحاظ سے لوگوں کی تین اقسام

ہونگی:

پہلی قسم: وہ ہے کہ آدمی اپنی زبان اور دل سے اللہ تعالی کی تصدیق کرے۔
دوسری قسم: وہ ہے کہ آدمی زبان سے تصدیق تو کرے لیکن دل سے جھٹلائے
تیسری قسم: وہ ہے کہ آدمی دل سے تو تصدیق کرے لیکن زبان سے اقرار کی بجائے جھٹلائے۔

اب ان تینوں قسموں کا حکم یہ ہے:

جو شخص اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی لائی ہوئی باتوں کی دل و زبان سے تصدیق کرے وہ اللہ سبحانہ وتعالی کے نزدیک اور تمام مؤمنوں کے نزدیک مؤمن سمجھا جائے گا۔

اور جو شخص زبان سے تو تصدیق کرتا ہے لیکن اپنے دل سے حق کو جھٹلاتا ہے وہ اللہ تعالی کے نزدیک تو کافر ہے اگرچہ مؤمنوں کے نزدیک وہ مؤمن سمجھا جائے گا اس لئے کہ لوگوں کو کسی کے دل کا حال معلوم نہیں ہوسکتا لہذا جو حالات ان کے سامنے ظاہر ہوں انکو اس کے مطابق رائے دینی چاہیئے چونکہ اس شخص نے لوگوں کے سامنے شہادت کا اقرار کیا ہے اس لئے اسکو مؤمن کہا جائے گا اور انکو اس کے دل کا حال جاننے کے تکلف میں نہیں پڑنا چاہیئے۔

اور وہ شخص جو اللہ سبحانہ وتعالی کے نزدیک تو مؤمن ہے لیکن عام لوگوں کی نظر میں وہ کافر ہے یہ وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت کے باوجود لوگوں

کے سامنے تقیہ کرتے ہوئے کفر کا اظہار کیا ہے اس لئے انجان لوگوں کی نظر میں تو وہ کافر ہے اگر چہ اللہ ﷻ کے ہاں اسکو مؤمن ہی سمجھا جائے گا۔

....

فائدہ:

عام زبان میں ایمان کے لحاظ سے لوگوں کی تین اقسام ہیں

(۱):مؤمن (۲):کافر (۳):منافق

جو شخص زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرے وہ مؤمن ہے۔اور جو اقرار اور تصدیق نہ کرے وہ کافر ہے۔اور جو زبان سے اقرار تو کرے لیکن دل سے تصدیق نہ کرے وہ وہ شخص منافق ہے۔

البتہ اگر اقرار و تصدیق کے لحاظ سے یوں دیکھا جائے کہ جو شخص زبان سے اقرار تو کرے لیکن دل سے حق کو جھٹلائے اسکو عام مؤمنوں کی نظر میں مؤمن ہی کہا جائے گا اسلئے کہ عام لوگ ظاہری حالات کے پابند ہیں اور کسی کے دل کی بات کو اگلوانے کے مکلّف نہیں، اور اسی طرح اگر کوئی شخص دل سے تصدیق تو کرتا ہو لیکن حلات کے جبر کی وجہ سے ایمان ظاہر نہ کرتا ہو اسکو بھی مؤمن ہی کہا جائے گا۔

تلک عشرۃ کاملۃ



تاریخ اسلام کے پہلے

قاضی

القضائت

امام ابو یوسف

یعقوب بن ابراہیمؒ الانصاری

کے حالات



احوال قاضی ابو یوسف

قاضی ابوایوب یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری:

امام طحاوی کے بقول آپ کی ولادت ۱۱۳ ہجری میں ہوئی اور آپ کا نام ونسب یہ ہے: یعقوب بن ابراہیم بن حبیب ابن سعد بن حبتہ انصاری البجلی اور آپ کا شجرۂ نسب حضرت عبد مناف پر جا کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے آپ کے نسب میں سعد رضی اللہ عنہ نامی وہی ہستی ہیں جو احد کے دن جنگ کی تیاری کے دوران رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر کم عمری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو جہاد میں جانے سے روک دیا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوفہ میں مقیم ہو گئے تھے اور وہیں آپکی وفات ہوئی اور زید بن ارقم نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں تھیں۔

امام صمیری کے بقول

حضرت سعد رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس میں سے تھے اور جب آپ غزوۂ خندق کے دن ایمان لائے تو آپ کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک اور دست شفقت رکھا اور اسی دست مبارک کی برکت سے اللہ تعالی نے انکی نسل میں امام ابو یوسف جیسا فرزند جلیل عطاء کیا جس کے عالم اسلام پر ان گنت

احسانات ہیں اور حضور ﷺ کی اس دعا اور دست شفقت کے اثرات انکی نسل میں تا قیامت جاری و ساری رہیں گے۔

امام ابو یوسف خلفائے بنو عباس میں سے ہادی اور رشید کے زمانے میں بغداد کے قاضی رہے ہیں۔ اور تاریخ اسلام میں سب سے پہلے قاضی القضاۃ کا لقب آپ ہی کو دیا گیا۔

(اخبار الامام ابی حنیفه: ۹۰)

امام ابو حنیفہ کی خدمت میں سترہ برس تک با قاعدہ حاضر ہوتے رہے اور اس دوران ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ آپ کا صاحب زادہ فوت ہو گیا لیکن آپ اس کی تجہیز و تکفین میں بھی شمولیت نہ کر سکے کہ کہیں امام اعظم کی علمی مجالس میں ناغہ ہو کر بہت سارے علمی فیض سے محرومی نہ ہو جائیں۔

ایک بار امام اعظم ابو یوسف بیمار ہو گئے اور امام اعظم آپ کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کی بیماری والی حالت دیکھ کر فرمانے لگے کہ اگر یہ نوجوان فوت ہو گیا تو بہت سارا علم ضائع ہو جائے گا۔

امام اعظم کے اصول فقہ کو سب سے پہلے آپ ہی نے مدوّن کیا اور اسی لئے آپ کے بارے میں امام طلحہ بن محمد جعفر فرماتے ہیں:

انّه کان مشهوراً بالعلم ظاهرالفضل بین أصحاب الامام أفقهُ أهل عصره لم یتقدمه أحدٌ فی زمانه کان النّهایة فی العلم والحلم والرّیاسة ۔ وأوّل من وضع فی أُصول

الفقه علی مذهب الامام وأملی المسائل وبثّ عِلم الأمام فی أقطارِ الارض

(المناقب لکردری:١٢٤)

امام اعظم کے اصحاب میں آپ وسعت علم اور بلندیٔ مقام میں سب سے بلندتر اور معروف تھے اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ تھے اور آپ کے ہم عصر لوگوں میں سے کوئی بھی آپ سے اونچے مقام پر فائز نہ تھا۔ اور وسعت علم و بردباری اور بلندی مرتبہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ اور آپ ہی وہ ہستی ہیں جنھوں نے امام اعظم کے مسلک کے مطابق علم فقہ کو مدون کیا۔ آپ نے بہت سارے مسائل اپنے تلامذہ کو لکھوائے اور امام اعظم کے علم کو زمین کے کونوں تک پھیلانے کا ذریعہ بنے۔

علم حدیث میں بھی آپ کا مقام بہت بلند تھا اور آپ نے حضرت امام اعظم سے باقاعدہ ایک کتاب بنام کتاب الآثار بھی روایت کی ہے جو ذخیرہ احادیث میں ائمہ احناف کی سبقت، اور علم حدیث میں ائمہ احناف کی جانب سے ایک بے مثل اضافہ ہے۔

آپ کی محدثانہ شان کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ یحی بن معین کا فرمان عالی شان ہے:

كان يحب أصحاب الحديث ويميل اليهم وكتبناعنه احاديث

(المناقب لکردری:١٢٥)

آپ اصحاب حدیث سے بہت محبت فرماتے تھے اور انکی طرف بہت میلان رکھتے تھے اور ہم نے آپ سے بہت ساری احادیث لکھی ہیں۔

امام حسن بن زیاد اللؤلؤی آپ کی علمی برتری کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حججنامع ابی یوسف فاعتل فی الطریق

ہم نے امام ابو یوسفؒ کے ساتھ جب بھی علمی مباحثہ کیا تو آپ نے ہمیں ایسے حال میں پہنچا دیا کہ ہمیں سجھائی نہ دیتا تھا کہ کیا کریں۔

علم احادیث میں امام احمد بن حنبل کے سب سے پہلے استاذ تھے اور امام ابو یوسف نے ہی امام احمد بن حنبل میں علم حدیث کا ذوق اور شعور بیدار کیا تھا۔

اور ابن جریر طبری کے امام ابو یوسفؒ کے بارے میں رائے ہے کہ:

کان ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم القاضی فقیھا عالما حافظا ذکر انه کان یعرف بحفظ الحدیث وانه کان یحضر المحدث فیحفظ خمسین او ستین حدیثا ثم یقوم فیملیھا علی الناس وکان کثیر الحدیث

شان امام اعظم:۱۵۱

ابو یوسف قاضی تھے اور فقیہ عالم حافظ تھے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے انکا حافظہ بہت زیادہ تھا جب وہ کسی محدث کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو ان سے پچاس یا ساٹھ احادیث ایک ہی مجلس میں سنتے اور اسی وقت کھڑے ہو کر لوگوں کو لکھوا دیتے تھے اسی بناء پر آپ کثیر الحدیث علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔

اور آپ کے شاگرد علی بن صالح جب بھی آپ سے نقل کردہ روایات بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے:

حدّثنی افقه الفقهاء، وقاضی القضاء، وسید العلماء۔

مجھے طبقہ فقہاء میں سب سے بڑے فقیہ نے اور قاضیوں میں سب سے بڑے قاضی نے اور علماء میں سے سب سے بڑے عالم نے یہ حدیث بیان کی۔

اور ایسا مقام آپ کو کیوں نہ ملتا جبکہ آپ اللہ ﷻ امام اعظم کی شاگردی میں وسعت علم کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا اور اسی لئے محمد بن علی طوسیؒ آپ کی وسعت علم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال یحیٰ بن مُعین وعلیّ بن المدینی کان أفقههم و أحفظهم وأعرفهم بمعانی الحَدیث

(المناقب لکردری:۱۲۷)

امام یحی بن معین اور علی مدینی کا فرمان ہے کہ امام ابو یوسف زمانے میں سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ یادداشت والے اور سب سے زیادہ معانی حدیث کو جاننے والے تھے۔

آپکی تصانیف کی تعداد متعدد محققین مندرجہ ذیل ذکر کی ہیں:

(۱) : کتاب الرد علی سیر الاوزاعی (۲) : کتاب الخراج (۳) : کتاب الاثار (٤) : کتاب الامالی (٥) کتاب الصلوة۔

(٦) : کتاب الزکوة (۷) : کتاب الصیام (۸) : کتاب الفرائض (۹)

: كتاب البيوع (١٠) : كتاب الحدود۔

(١١) : كتاب الوكالة (١٢) : كتاب الوصايا (١٣) : كتاب الصيد والذبائح (١٤) : كتاب الغصب والاستبراء ۔

(١٥) : كتاب اختلاف الامصار (١٦) : كتاب الرد على مالك بن انس

(١٧) :رساله فى الخراج (١٨) : كتاب الجوامع ۔

(١٩) :اراء ابى حنيفة والدفاع عنها (٢٠) : اختلاف ابى حنيفة وابن ابى ليلى (٢١) : كتاب الخراج۔

ان میں سے الجوامع کے بارے میں ہے کہ یہ کتاب آپ نے یحی بن خالد کے لئے لکھی تھی اور یہ کتاب چالیس کتب کا مجموعہ تھی اور اسلاف میں یہ طریقہ کار تھا کہ جو کتاب بھی لکھی جاتی اس میں متعدد کتب ہوتی تھیں اور اس انداز تحریر کے بانی بھی ائمہ احناف تھے اسی طرح امام محمد کی کتاب الاصل اسی انداز کی کتاب ہے اور امام ابو یوسف کی کتاب میں اسی طرح چالیس کتب تھیں۔

آپ کی کتب میں متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں، اور کتاب الخراج کا اردو ترجمہ دہلی یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے پروفیسر خورشید احمد فاروق نے جائزے کے نام سے کیا تھا جو مطبوعہ ہے۔





وصیت بنام ائمہ کرامؒ
واصحاب عظامؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

(۱): روی عن أبی یوسف : یقول أجتمعنا عند أبی حنیفة رضی اللہ عنہ فی یوم مطیر فی نفر من أصحابه ، منهم داود الطائی وعافیة الأودی والقاسم بن معن المسعودی وحفص بن غیاث النّخعی و وکیع بن الجراح ومالك بن مغول وزفر بن الهزیل وغیرهم ۔ فأقبل علینا ۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں ایک دن باہر بارش ہورہی تھی اور ہم میں سے چند احباب امام اعظم کی خدمت میں حاضر تھے ۔ اوران حاضرین میں جو خاص طور سے قابل ذکر ہیں ان میں داود طائیؒ عافیہ الأودیؒ ، قاسم بن معن مسعودیؒ ، حفص بن غیاث نخعیؒ ، وکیع بن جراحؒ ، مالک بن مغولؒ ، زفر بن ہزیلؒ وغیرہم خاص طور سے قابل ذکر تھے امام اعظم نے ہماری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا:

(۲): و قال : أنتم مسار قلبی ، وجلاء حزنی ، قد أسرجت لکم الفقه وألجمته ، فاذا شئتُم فارکبُوا وقد ترکتُ لکُم النّاس یطئُون أعقابکم ، ویلتَمِسُون ألفَاظکم ، وذلّلت لَکُم الرّقاب ، و مامِنکم من أحدٍ الاّ وَهُوَ یُصلح للقَضآء و فیکم عشرةٌ یّصلحون أن یکونوا مؤدّی القضاةِ

تم میرے دل کی مسرت اور غموں کو زائل کرنے کا سامان ہو۔میں نے تم سب کے لئے علم فقہ پر اس طرح زین کس کے لگام چڑھا کر تمہارے ہاتھ میں تھما دی ہے کہ تم اس پر جب چاہو سوار ہو جاؤ۔

اب میں لوگوں کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہاری تابع داری کرنے کے درپے ہیں اور تمہارے منہ یا قلم سے نکلے ہوئے الفاظ ان کے لئے دلیل و برہان کا درجہ رکھتے ہیں۔

عنقریب ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے جب لوگ تمہارے سامنے مطیع اور فرمانبردار بن کر کھڑے ہو جائیں گے اور تمہاری تابعداری کریں گے

تم میں سے ہر ایک شخص اس بات کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے کہ اگر اسکو منصب قضاء پر بٹھایا جائے تو وہ اسکی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کر سکے۔اور تم میں سے دس افراد ایسے بھی موجود ہیں جو قاضیوں کی تربیت کر سکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

(٣): فسـألتُكُم باللّٰه ، و بِقَدرِ مَا وَهب لَكم مِن جلالةِ العِلم أن تَصُونُوا العِلم عَن الذّل ، أوقال لِمَا صَنعتُموه عن ذلّ الأستِيمار

میں ﷻ کے نام پر تم سے التماس کرتا ہوں اور اس علم کے وقار اور مرتبے کا تمہیں واسطہ دیتا ہوں جو اللہ جل جلالہ نے تمہیں دیا ہے کہ تم اس علم کو ذلت سے محفوظ رکھانا۔

یا یوں کہا کہ۔اس علم کو امارت اور سرداری کی طلب کی ذلت امیزی سے محفوظ رکھنا۔

....

فائدہ:

جو نصیحت حضرت امام اعظم نے فرمائی اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات انسان سمجھتا ہے کہ دولت یا شہرت کے ذریعے اصل عزت حاصل ہوتی ہے جبکہ اصل عزت اور ذلت دینے والی ذات تو اللہ تعالی کی ذات ہے جیسا کہ فرمایا:

ان العزۃ للہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون

ساری کی ساری عزت تو اللہ تعالی کے لئے ہے اے مؤمنوں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

جتنا انسان دولت کے پیچھے بھاگتا ہے اتنی ہی اللہ تعالی کی طرف سے ذلت ملتی ہے اور دولت کے ذریعے ذلت میں مبتلا ہونا ایک ایسا امر ہے جو آسانی

کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا اس لئے کہ امارت کا شوق اور بڑا بننے کی فکر آدمی کو اندھا کر دیتی ہے اور آدمی عزت حاصل کرنے کے مقصد کے لئے ہر دروازہ کھٹکھٹا تا ہے حتی کہ حکمرانوں کے دروازوں کا بھکاری بن جاتا ہے اور یہ بات بھول جاتا ہے کہ:

قربِ سُلطاں آتشِ سوزاں بود

حکمرانوں کا قرب تو جلانے والی آگ ہے۔ جو ان کے قریب جاتا ہے جل جاتا ہے۔ اور آدمی یہ بات بھول جاتا ہے کہ:

بئس الفقير على باب الامير، وخير الامير على باب الفقير

بدترین فقیر وہ ہے جو امراء کے دروازوں کا چکر کاٹتا پھرے اور بہترین امیر وہ ہے جو فقراء کے دروازوں پر آئے اور انسان کو اسکی طلب اس قدر اندھا کر دیتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حبك شيء يعمى ويصم

کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

آدمی کو حب جاہ، حب مال، حب دنیا، حب شہوات کا مرض لاحق ہو جائے تو اس سے بڑے بڑے فتنوں کے سوتے پھوٹتے ہیں اور علم جیسی بے مثل دولت ضائع ہو جاتی ہے۔ اور اس فتنے سے بچاؤ کی امام اعظم وصیت فرما رہے ہیں

(٤): فاِنْ بُلِیَ مِنکُم رَجلٌ بالدّخول فی القضآء ، فعَلِمَ من نَّفُسِه خَرَبَةٌ ، سَتَرَهَا اللّٰه تَعَالی عَنِ العِبَادِ ، لَمْ یَجُزْ قَضَائهٗ وَلَم یَطلُب لَه رِزقُه۔

وَاِنْ کَانَتْ سَرِیَرتُه مِثُل عَلانِیَته جَازَ قَضائه وَطَلَبَ لَه رِزُقُهُ۔

اگر تم میں سے کوئی شخص قاضی بنائے جانے کی آزمائش میں مبتلاء ہو جائے ،اور وہ شخص اپنے اندرونی حالت کی وجہ سے جانتا ہو کہ وہ قاضی بنائے جانے کے اہل نہیں اور اس کی یہ بات اللہ جل جلالہ نے لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھی ہو تو اس کا قاضی بننا جائز نہیں ہوگا اور اس سلسلے میں جو وہ تنخواہ یا روزینہ لے وہ حلال نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو تو اسکو اگر قاضی بنائے جانے کی پیش کش کی جائے تو اسکو قاضی بننا جائز ہے اور اسی صورت میں اسکا وظیفہ اور تنخواہ حلال ہے۔

(۵): فَـاِن دَفَعَتُهُ أوُ أَلُجَأَتُه ضَرُورَةٍ اِلَی الدُّخُولِ فِیهِ فَلَا یَجُعَلَنَّ بَیُنَهٗ وَبَیُنَ النَّاسِ حِجَاباً۔

وَلِیُصَلِّ الصّلٰوۃ الُخَمُسَ فِی جَامِعِهٖ ، وَلِیُنَادِ عِنُدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ "مَنُ لَهٗ حَاجَةٌ " فَاِذَا صَلّی صَلٰوۃُ الُعِشَاءِ الُآخِرَۃِ نَادٰی ثَلَاثَةُ أَصُوَاتٍ "هَلُ أَحَدٌ مَنُ لَهٗ حَاجَةٌ " ثُمّ یَدخُل اِلی مَنزِلِهٖ ۔

فَاِنُ مَرِضَ مَرَضاً لَایَسُتَطِیُعُ الُجُلُوسَ مَعَهٗ لِلُحُکُمِ أَسُقَطَ مِنُ رِزُقِهٖ بِقَدُرِ مَرَضِهٖ

پھر اگر کسی وجہ سے عہدۂ قضاۃ قبول کرنا پڑ گیا تو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان کوئی حجاب یا پردہ نہ رکھنا۔

اور پانچوں نمازیں جامع مسجد میں ادا کیا کرنا۔ اور ہر نماز کے بعد اعلان کر دیا کرنا کہ اگر کسی کو کوئی ضرورت ہو وہ مجھ سے رابطہ کر سکتا ہے اور جب عشاء کی نماز پڑھے تو یہی اعلان تین مرتبہ کیا کرنا۔ اگر کوئی ضرورت مند نہ آئے تو اپنے گھر میں چلے جانا۔

اگر زمانۂ قضائت میں کوئی ایسی بیماری لاحق ہوگئی ہو جس کی وجہ سے مجلس قضائت میں بیٹھنا ممکن نہ رہے تو جتنے دن بیمار رہے اتنے دن کی مقدار اپنی تنخواہ میں سے منہا کر دیا کرنا۔

(٦): وأیّما اِمَامٍ غَلاَ فِینَا ، أو جَار فِی حُکمِه بَطَلت اِمَامَته ولم یَجُز حُکمه

وفی روایة قال: ایّما امام أغل فینا أوجار فی حکمه من أحکامه۔

اور اگر کسی شخص کو امام بنایا جائے اور وہ اس امامت کے منصب کی قدردانی نہ کرے اور اس میں دھوکہ دہی کی عادت اپنالے یا اپنے جاری کردہ احکامات میں اللہ جل جلالہ کے احکامات کی تکمیل کی بجائے ظلم کا راستہ اختیار کرے تو اس عمل سے اسکی امامت باطل ہو جائے گی اور اس کو احکام جاری کرنا جائز نہیں رہے گا۔

اور ایک روایت میں جو الفاظ ارشاد فرمائے اس میں یوں کہا:

کہ ہر وہ امام جو ہمارے درمیان بدعہدی کرے یا اپنے اجرائے احکام میں سے کسی حکم میں ظلم کے راستے کو اختیار کرے تو اسکی امامت کا حق باطل ہو جاتا ہے اور لوگوں پر اسکے احکامات کی تابعداری لازم نہیں رہتی۔

....

فائدہ: امام اعظم کے اس قول کے پیش نظر صاف طور سے یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی امام یا حاکم امامت یا حاکمیت کے برحق اور درست طریقہ کار کے مطابق اس منصب پر فائز ہو لیکن بعد میں ظلم وستم کا راستہ اختیار کر لے تو اس کے اس عمل اور طریقہ کار سے اسکی امامت خود بخود باطل ہو جائے گی اور اس کو اس کے منصب سے ہٹانے کی اور معزول کرنے کی شرعاً ضرورت نہیں

ہوگی بلکہ وہ اپنے منصب سے خودبخود معزول سمجھا جائے گا۔

اور یہ کہ اس کے خلاف اگر کوئی شخص جماعت سازی یا حکومت سازی یا انقلاب آفرینی یا تبدیلیٔ نظام کی کوشش کریگا اس پر بغاوت کا فتوی نہ لگایا جائے گا اور نہ ہی اس کو رسول اللہ ﷺ کے احکامات کا امین سمجھا جائے گا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے:

السَّمعُ والطَّاعَةُ عَلَى الُمَرءِ المُسلِم فِیُ مَا أَحبَّ و کَرِہَ ، مَالَمُ یُؤُمَرُ بِمَعُصِیَةٍ ، فَاذَا أَمَرَ بِمَعُصِیَةٍ فَلا سَمُعَ وَلَا طَاعَةَ

اخرجه الشيخان

امیر کی بات کا سننا اور اسکی اطاعت کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے خواہ وہ بات اسی کی پسند کی کرے یا ناپسند کی کرے لیکن یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک وہ امیر معاصی کے ارتکاب میں نہ پڑ جائے اور ہاں جب وہ معاصی اور گناہوں کا راستہ اختیار کر لے تو نہ اسکی بات سننا ضری اور نہ اسکی اطاعت کرنا لازم ہے

لہذا ایسے شخص کو باغی نہ کہا جائے گا، اور آج کل امت مسلمہ میں سب سے بڑا فتنہ انکے اپنے بنائے ہوئے دستور اور قوانین ہیں جن کا اسلام اور دین کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں

اور گر ہے تو دو چار سو شقوں میں سے ایک دو شقیں اس میں ایسی ڈال دی گئی ہیں جو اپنا مفہوم بتانے میں خود الجھاؤ کا باعث بنتی ہیں اس لئے ایسے

کسی دستور یا منشور یا قاعدے اور قانون کا اللہ تعالی اور اس کے رسول کے قوانین کے سامنے کوئی حیثیت نہیں

اسلئے اگر کوئی امام یا حاکم وقت احکامات نبویہ یا احکامات خداوندی کی مخالفت کرتا ہے اس کی حیثیت حاکم نہیں قابض کی ہے اور وہ امام حق نہیں امام باطل ہے اور اسکی وجہ سے اللہ ﷻ کا سایہ لوگوں پر نہیں بلکہ ایسا شخص نحوست کا باعث

اور مورد لعنت ہے اور اسکی وجہ سے جو آفات سالوں میں آنے والی ہیں وہ دنوں میں نازل ہوتی ہیں دعا ہے کہ ﷲ تعالی ہماری حفاظت فرمائے

اس وقت دنیائے اسلام کے اکثر حکمران امام باطل کے حکم میں آتے ہیں اور ان میں سے شرعی لحاظ سے کوئی بھی واجب الاطاعت نہیں

(۷) وان أذنب ذنبا بينه وبين النّاس أقيم عليه ويقيمه أقرب القضاء اليه وفي رواية : فان اذنب ذنبا بينه وبين الله تعالى يلزمه او يستوجب به الحد دریء عنه الحد لانه اولى باقامته ۔

اور اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے جس کا تعلق اس آدمی اور دوسرے لوگوں کے حقوق سے ہے تو اس پر ایسے طریقے سے شرعی حکم نافذ کرنا جو تمہارے منصب قضائت میں سب سے بہتر طریقہ ہو اور اس کے نتیجے میں وہ بندہ اور لوگ شرعی حدود کی پاس داری کرنے لگیں ۔

اور ایک اور روایت میں جو الفاظ ہیں انکا مفہوم یوں ہے :

اگر کوئی شخص ارتکاب گناہ کرتا ہے جس کا علم یا معاملہ صرف اس بندے اور اللہ جل جلالہ کے درمیان ہی ہے اور کسی شخص کو اس کے بارے میں علم ہی نہیں ہے اور بظاہر اس کے عمل سے اس پر حد جاری کیا جانا بھی معلوم ہو رہا ہے تو اس سے حد کو ساقط کردینا اس لئے کہ کسی شخص پر حد جاری کئے جانے سے اس کا ساقط کردینا زیادہ بہتر ہے ۔

تمت بحمد اللہ ومنّہ

یا قاضیَ الحاجات ویا دافع البلیات

یا مجیب الدعوات

یا دلیل المتحیرین ویا خیر الناصرین

یا مقلب القلوب ویا موسع الارزاق

ھب لنا منک رشادا وسدادا ویقین

ویارب العالمین

امین



وصیت بنام قاضیٔ اسلام

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری

امام اعظم

کی اپنے تلمیذ خاص

امام أبو یوسف القاضی رحمہ اللہ

کو جو انکی تکمیل تعلیم اور حصول معرفت الہیہ

کے بعد انکو روانہ کرنے کے وقت جو وصیت فرمائی

وہ ہم علمائے کرام اور خاص طور سے درجہ تخصیص کے طلباء

عظام کی راہنمائی کے لئے درج رقم کر رہے ہیں تاکہ امام اعظم

کے کلمات رحانیہ اور پر از حکمت سے ہم میں سے

ہر کوئی فائدہ حاصل کر سکے۔



نحمد اللّٰہ العلیّ العظیم وسبحان ذالقوّۃ المتین وذالعرش العظیم ۔ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امّا بعد

فعن ابی حنیفة رضی اللہ عنہ انّه اوصى الى ابى يوسف رحمه اللّٰه

بعد ان ظهرله منه الرشد وحسن السيرة والاقبال على العلم ۔

فقال له يايعقوب !

(۱): سیاست اور حاکموں کی مصاحبت کے اصول

☆...... و قّر السلطان و عظّم منزلته ۔

☆...... وأياك و الكذب بين يديه

☆...... ولا تدخل عليه فى كل وقت وفى كل حال مالم يدعك لحاجة علميّة ، فأنك اذا أكثرت الاختلاف اليه تهاون بك ، واستخف و صغرت منزلتك فى عينه فكُن منه كما انتَ مِن النّار تنتَفع و تتباعد و لا تدن منها ، فأنك تتحرق وتتأذى منها ۔

☆...... فان السُّلطان لايرى لأحدٍ ما يرى لنفسه۔

☆...... وأيّاك و كثرت الكلام بين يديه فانّه يأخذ عليك ماتتفوّه به

وقلّته لیری من نفسه بین یدی حاشیته أنّه أعلم منك و انّه یخطئك وتصغر بذلك فی أعین قومه ۔

☆...... ولتکن اذا دخلت علیه تعرف قدرك و قدر غیرك۔

☆...... و لا تدخل علیه و عنده من اهل العلم من لا تعرفه فانك ان کنت أدون حالا منه لعلّك تترفع علیه فیضرك و ان کنتَ اعلم منه لعلك تحط عنه وتسقط بذلك من عین السلطان۔

☆...... و اذا عرض علیك شیئا من أعماله فلا تقبل منه الا بعد ان تعلم انه یرضابك و یرضی مذهبك فی العلم و القضایا کیلا تحتاج الی ارتکاب مذهب غیرك فی الحکومات۔

☆...... و لا تواصل أولیاء السلطان و حاشیته بل تقرب الیه فقط و تتباعد عن حاشیته لیکون مجدك و جاهك باقیاً۔

....

......اے یعقوب ! صاحب مرتبہ کی عزت و وقار کا خیال رکھنا اور اسکی قدر و منزلت کا خیال رکھنا۔

......اور اس قسم کے لوگوں کے سامنے جھوٹ مت بولنا۔

......اور ہر وقت اور ہر حال میں اس کے پاس آنے جانے کا معمول نہ بنانا جب تک تجھے کوئی علمی ضرورت نہ پیش آ جائے۔کیونکہ اگر تم اس کے پاس کثرت سے آنا جانا رکھو گے تو وہ تمہیں معمولی درجے کا آدمی سمجھے گا۔اور

اسکی نظروں میں تجھے اور تیرے مقام کو کمتر اور حقیر بنا دے گا۔اور تم حاکم وقت کے ساتھ ایسے رہو جیسے آگ کے ساتھ رہتے ہو بوقت ضرورت اس سے نفع اٹھاتے ہوئے بھی اس کے قریب نہیں جاتے بلکہ اس سے دور رہتے ہو۔اور آپ کو معلوم ہے کہ اس کے قریب جانے سے وہ آپ کو جلا دے گی اور نقصان پہنچائے گی۔

...... بلا شبہ حاکم وقت جو اپنا مقام اور مرتبہ سمجھتے ہیں وہ اپنی نظروں میں کسی اور کا نہیں سمجھتے۔

...... جب اس کے پاس جانا ہوتا تو انکے سامنے زیادہ باتیں نہ کیا کرنا کیونکہ اگر تو نے کوئی نامناسب بات کی تو وہ تیرا مؤاخذہ اور بے احترامی کرے گا اور اس بات کا تذکرہ اپنے حاشیہ نشینوں میں کریگا تا کہ ان میں بیٹھ کر وہ یہ ظاہر کر سکے کہ وہ تجھ سے زیادہ بڑا عالم ہے۔اور بلا وجہ تیری غلطیاں نکالی جائیں گی اور تجھے لوگوں کی نظروں میں حقیر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

...... جب تو اسکے پاس جائے تو کوشش کرنا کہ وہاں اپنی اہمیت اور دوسروں کی قدر و منزلت کا لحاظ رکھنا اور اسکی پاسداری بھی کرنا۔

...... حاکم وقت کے پاس کسی ایسے وقت میں نہ جانا جب اس کے پاس کوئی ایسے اہل علم بیٹھے ہوں جو تجھے نہ جانتے ہوں کیونکہ علمی مسائل میں بحث کے دوران اگر ان مسائل میں تو ان پر غالب آ گیا تو ہوسکتا ہے تجھے

اس کا نقصان ہوکونکہ وہ بادشاہ کے مقرب ہوں تو بادشاہ کو یہ بات بری لگے اور وہ تیری ناقدری کرے اور اگر وہ تجھ سے کم علم والے ہوں اور اپنی جہالت کا جادو بادشاہ کے سامنے جگا چکے ہوں تو آپس میں گٹھ جوڑ کر کے حاکم وقت کی نظروں میں تیری ذلت کریں گے۔

......اگر بادشاہ وقت تیرے لئے کوئی مال بھیجے تو اسکو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک تجھے یقین کامل نہ ہو جائے کہ وہ تجھ سے اور تیرے مذہب سے اور تیرے کئے گئے فیصلوں راضی ہے تاکہ حکومتی سیاست میں کسی دوسرے شخص کے مذہب کو اختیار کرنے کی مجبوری نہ لاحق ہو۔

......اور بادشاہ کے دوست واحباب اور حاشیہ نشینوں کے قرب اور انکی دوستی سے بچ کر صرف اور صرف اسی سے تعلقات قائم رکھنا اور اس کے علاوہ سے پرہیز کیا کرتا کہ تیرا رعب اور وجاہت قائم رہے۔

فائدہ:......

اس موضوع پر امام اعظم کی وصیت بنام اصحاب کرام کا مطالعہ ضرور کیا جانا چاہئے۔

(۲): نجی زندگی کے راہنماء اصول

☆...... ولاتتکلم بین یدی العامّة الابما تسئل عنه۔

☆...... وأیّاك و الکلام فی المعاملة و التجّار الابما یرجع الی العلم کیلا یوقف علی حبّك و رغبتك فی المال فانّهم یسیئون الظّن بك و یعتقدون مَیلك الی اخذ الرّشوة منهم۔

☆...... ولاتضحك ولاتتبسم بین یدی العامّة۔

☆...... و لا تکثر الخروج الی الاسواق۔

☆...... و لا تتکلم المراهقین فانّهم فتنة و لا بأس ان تکلم الاطفال و تمسح رؤسهم۔

☆...... ولاتمش فی قارعة الطریق مع المشائخ والعامّة ، فانّك ان قدّمتهم ازدری ذلك بعلمك ، وان اخرتهم ازدری بك من حیث انّه اسنّ منك فان النبی ﷺ قال:

من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منّا۔

☆...... ولا تقعد علی قوارع الطریق فاذا دعاك ذلك فاقعد فی المسجد

☆...... ولا تأکل فی المساجد والاسواق ولا تشرب من السقایات ولامن أیدی السقائین۔

☆...... و لا تقعد علی الحوانیت۔

☆...... ولاتلبس الدیباج والحلی وانواع الابریسم فان ذلك یفضی الی الرعونة۔

....

......اور عام لوگوں کے سامنے اپنی علمیت نہ بھگارا کر ہاں اگر تجھ سے کوئی علمی بات پوچھی جائے تو اسکا جواب ضرور دیا کر۔

...... اور تاجروں کے ساتھ انکے تجارتی معاملات کی باتیں نہ کیا کر بلکہ اس سے اجتناب کیا کر، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیری اس قسم کی باتوں سے یہ اندازہ لگائیں کہ تیرے دل میں مال کی رغبت اور محبت ہے اور اس سے وہ تیرے بارے میں بدگمانی کرنے لگیں اور تیری اس قسم کی باتوں سے اندازہ لگائیں گے کہ تو ان سے رشوت لینا چاہتا ہے، اگر کوئی تاجر اپنے معاملات کے بارے میں تجھ سے استفسار کرے تو اس کی وضاحت ضرور کیا کر۔

...... اور تو عام لوگوں کے سامنے اونچی اواز میں نہ ہنسا کر اور نہ ہی بلا وجہ لوگوں کے سامنے مسکرایا کر اس سے تیرے رعب میں کمی آئے گی۔

...... اور تو بلا وجہ بازار میں نہ آیا جایا کر اس سے عامۃ الناس کی نظروں میں عزت اور وقار میں کمی واقع ہوگی۔

......اور مراہق (قریب البلوغ لڑکوں) سے باتیں نہ کیا کر ط کیونکہ وہ سراسر فتنہ ہوتے ہیں، ہاں نوعمر بچوں سے باتیں کرنے میں اور انکے سر پر

ہاتھ پھیرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

...... مشائخ اور عام لوگوں کے ساتھ راستے کے درمیان میں نہ چلا کرنا کیونکہ اگر تو انکے آگے چلو گے تو انکی عمر تجھ سے زیادہ ہونے کی وجہ سے انکی بے ادبی کرو گے اور اگر تم انکے پیچھے چلو گے تو اپنے علم کی قدر دانی نہ کر سکو گے

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جو شخص ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔

...... بلا وجہ راستوں کے درمیان نہ بیٹھا کرو اور اگر اسکی ضرورت پیش آجائے تو اس کے لئے بہترین جگہ مسجد ہے

...... اور مساجد میں یا بازار میں بیٹھ کر کھانے اور پینے سے مکمل اجتناب کیا کر۔ اور اسی طرح عام پانی پینے کی سبیلوں سے یا عام بازاری پانی پلانے والوں سے پانی لیکر پینے سے مکمل پرہیز کیا کر۔ اسلئے کہ وہ پاکیزگی اور صفائی کا خیال نہیں رکھتے ۔

...... اور عام دوکانوں پر بلا وجہ جا کر نہ بیٹھا کرنا اسلئے کہ ایک تو یہ عامۃ الناس کا شعار ہوتا ہے اور دوسرا عام لوگوں کی نظروں میں آپ کی اہمیت کم ہوجائے گی اور انکی نظروں میں آپ کا علمی مقام اور وقار ختم ہوجائے گا۔

......اور دیباج اور زیورات اور ابریشم کسی بھی قسم کی ریشم کو استعمال نہ کیا کر اس لئے کہ اس کو استعمال کرنے سے آدمی میں تکبر پیدا ہوتا ہے

....

فائدہ:......ا

عام لوگوں کے سامنے بلا وجہ علمی مسائل بیان کرنے سے دو نقصان ہوں گے ایک علم کی ناقدری اور دوسرا اہل علم کی ناقدری ہوتی ہے اور یہ دونوں نقصان دہ عمل ہیں ایک علماء کے لئے نقصان دہ ہے اس کی وجہ سے لوگ ان سے علمی استفادہ نہ کیا کریں گے اور دوسری علم کی ناقدری ہے جس سے ﷲ تعالی کی ناراضگی کا خطرہ ہے اور یہ بات زیادہ خطرناک ہے۔

فائدہ:......۲

اگر کسی کے ہاں مہمان گئے اور صاحب خانہ اپنے گھر میں موجود نہ ہوں تو انکے انتظار میں عام یا بازاری مقامات پر بیٹھنے کی بجائے یا انکے گھر کے باہر بیٹھے رہنے کے محلے کی مسجد میں جا کر بیٹھنا چاہیئے اس سے علمی وقار بھی قائم رہتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں عزت بھی ہوتی ہے اور ﷲ جل جلالہ کا مہمان بننے کا شرف بھی ملتا ہے۔

(۳): ازدواجی زندگی کے اصول

☆...... ولا تكثر الكلام فى بيتك مع امرأتك فى الفراش الا وقت حاجتك اليها الا بقدر ذلك

☆...... ولا تكثر لمسها ومسّها ولا تقربها الا بذكر الله تعالى ، و تستخير فيه ۔

☆...... ولا تتكلم بأمر نساء الغير بين يديها ،

☆...... ولا بأمر الجوارى ، فانّها تنبسط اليك فى كلامك ولعلّك اذا تكلّمت عن غيرها تكلمت عن الرجال الاجانب ۔

☆...... و لا تتزوج امرأة كان لها بعل ، او اب ، اوام ، او بنت ، ان قدرت الا بشرط ان لايدخل عليها احد من اقاربها

☆...... فان المرأة اذا كانت ذات مال يدّعى ابو ها ان جميع مالِها لهٗ وأنّه عاريةٌ فى يدها۔

☆...... ولا تدخل بيت ابيها ما قدرت۔

☆...... واياك ان ترضى ان تزف فى بيت ابويها فانهم يأخذون اموالك ، ويطعمون فيها غاية الطمع ۔

☆...... وايّاك ان تتزوج بذات البنين والبنات۔

☆...... فانها تدخر جميع المال لهم ۔

☆...... وتسرق من مالك وتنفق عليهم ۔

☆...... فان الولد اعزّ عليها منك ۔

☆...... ولا تجمع بين امرأتين فى دار واحدة ۔

☆...... و لا تتزوج الا بعد ان تعلم انك تقدر على القيام بجميع حوائجها۔

....

......اگر اپنے گھر میں ہونے کی صورت میں اپنی بیوی کے ساتھ ایک بستر میں سونے کی ضرورت پیش آجائے تو اس کے ساتھ شرعی ضروریات کے علاوہ بے کار باتیں نہ کیا کر اور اگر ضرورت آگئی تو بس ضرورت کی حد تک باتیں کیا کر۔

......اس کو چھیڑا چھاڑی اور چھونا زیادہ نہ کیا کر اور اگر اسکے قریب ہونا پڑے تو پہلے اللہ جل جلالہ کا ذکر اور اس سے خیر طلب کرلیا کرو۔

......دوسری عورتوں کی باتیں اور انکے معاملات اپنی بیوی کے سامنے بیان نہ کیا کر۔

......لونڈیوں کے معاملات بھی اسکے سامنے نہ بیان کیا کرنا ورنہ وہ تجھ سے اسی قسم کی باتیں اور زیادہ کیا کرے گی۔ اور ہوسکتا ہے وہ موقع پا کر دوسری عورتوں کے سامنے غیر مردوں کا تذکرہ کیا کرے۔

......اور جب شادی کی ضرورت پیش آجائے تو جہاں تک ممکن ہو کسی

ایسی عورت سے شادی نہ کرنا جو مطلقہ ہو، یا اسکا باپ اسکے ساتھ ہو، یا اسکی ماں، یا اسکی کوئی بیٹی ہو، اور اگر ایسا کرنا ہی پڑ جائے تو یہ شرط لگا دینا کہ اس کے رشتہ داروں میں سے کوئی اس کے پاس نہیں ٹھہرے گا۔

...... اگر وہ عورت مال والی ہوگی تو اسکا باپ جگہ جگہ یہ کہتا پھرے گا کہ سارا مال میرا ہے اور میں نے عارضی طور پر اسکو دیا ہوا ہے۔

......اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کے باپ کے گھر میں نہ جایا کرنا۔

......اور ایسا ہرگز نہ کرنا کہ شادی کے بعد شب زفاف اپنے سسر کے گھر گزارو، ورنہ آپکا سارا مال لیکر بھی انکی لالچ اور طمع ختم نہ ہوگا۔

......اور جب تجھے نکاح کی ضرورت پیش آئے تو ایسی عوارت سے نکاح نہ کرنا جو پہلے سے اولاد والی ہو۔

...... ورنہ وہ سارا مال انکے لئے جمع کرتی رہے گی اور آپ کی پرواہ بھی نہ کیا کرے گی۔

...... اور تیرے مال میں سے چوری کر کے ان پر بے جا خرچ کیا کرے گی۔

...... بے شک اسکی سابقہ اولاد اسکی نظروں میں تجھ سے بہت زیادہ محبوب اور قابل عزت ہوگی۔

......اور کبھی دو عورتیں ایک گھر میں ایک ہی نکاح میں جمع کر کے نہ رکھنا

......اس وقت تک شادی نہ کرنا جب تک تو یہ بات اچھی طرح نہ جان لے کہ شادی کے بعد کے تمام اخراجات کی تو خود کفالت کر لے گا

....

فائدہ:

بیوی کے پاس رات کے وقت بستر میں ہونے کی صورت میں زیادہ باتیں نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سنت کے مطابق اداب کا خاص خیال رکھا جا سکے اور اس سے پہلے نبی ﷺ سے منقول دعائیں پڑھ لینی چاہئیں۔

اور دوسری بیوی سے اگر شادی کی ضرورت پیش آ جائے تو انکو ایک دوسرے سے بہت دور رکھنا ورنہ وہ تیرے خلاف سازشیں کرتی رہا کریں گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ آپس میں جھگڑا کر کر کے تیرا جینا دوبھر کر دیں گی اس لئے ان کا آپس میں ایک دوسرے کے قریب رکھنا مناسب نہیں ہے۔

(۴): حصول علم کے اصول

☆...... واطلب العلم اولاً ثم اجمعَ المال من الحلال ثم تزوّج ۔

☆...... فانّك ان طلبتَ المال فی وقتِ التعلّم عجزتَ عن طلبِ العلم ۔

☆...... ودعاك المال الی شراء الجواری والغلیان وتشتغل بالدنیا والنّساء قبل تحصیل العلم ، فیضیع وقتك ، ویجتمع علیك الولد ، ویکثر عیالك فتحتاج الی القیام بمصالحهم ، وتترك العلم

☆...... واشتغل بالعلم وقت عنفوان شبابك ، و وقت فراغ قلبك وخاطرك۔

☆...... ثم اشتغل بالمال لیجتمع عندك فان کثرت الولد والعیال یشوش البال فاذا جمعت المال فتزوج ۔

....

...... سب سے پہلے حصول علم میں مصروف ہونا اس کے بعد حلال طریقے سے مال جمع کرنا اور اسکے بعد شادی کی طرف متوجہ ہونا۔

......ورنہ حصول علم کے دوران آپ اگر مال جمع کرنے میں لگ گئے تو علم حاصل کرنے کا حق ادا نہیں کرسکو گے۔

......اور اگر کسی کے پاس مال جمع ہو جائے تو انسان کا دل چاہتا ہے

کہ اپنی خدمت کے لئے کوئی لونڈی یا غلام خرید لے اور اس طرح کرنے سے وہ لازماً دنیا کے دوسرے امور میں مشغول ہو جائے گا اور علم کے حصول کی بجائے عورتوں میں مشغولیت ہو جائے گی اور علم کے حصول سے پہلے اس طرح مشغول ہونے میں بہت وقت ضائع ہو جائے گا، اور جب آپ کے پاس لونڈی یا منکوحہ بیوی ہوگی تو آپ کے ہاں یقیناً اولاد بھی پیدا ہوگی اور اسطرح خاندانی معاملات میں اور انکی ضروریات کے پورا کرنے میں لگے رہنے سے حصول علم کی کوشش چھوٹ جائے گی۔

......بہتر یہ ہے کہ علم کے حصول میں جوانی میں مشغول ہو جاؤ جبکہ دل میں فرصت اور طبیعت میں کشادگی اور بےفکری غالب ہوتی ہے۔

......اس کے بعد مال کے جمع کرنے میں مصروف ہو جاؤ ورنہ اگر اولاد پہلے ہی زیادہ ہوگئی اور بڑا خاندان بن گیا تو تیرے احوال میں انتشار اور تیری طبیعت میں بےچینی پیدا ہو جائے گی، ہاں جب مال جمع ہو جائے تو اسکے بعد نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

....

فائدہ: یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ جو حضرات دوران تعلیم ٹویشن یا امامت یا مؤذنی یا چوکیداری وغیرہ میں مصروف ہو جاتے ہیں وہ ہزار کوشش کے باوجود حصول علم کا حق ادا نہیں کر سکتے اس لئے کہ انکا دھیان صحیح معنوں میں علم کی طرف نہیں جمتا بلکہ طبیعت منتشر رہتی ہے

(۵): اخلاق عامہ کے اصول

☆...... وعليك بتقوى الله تعالى ـ

☆...... وأداء الامانة والنصيحة لجميع الخاصة والعامة۔

☆...... و لا تستخف بالناس ووقر نفسك و وقرهم ـ

☆...... ولاتكثر معاشرتهم الا بعد ان يعاشروك ، وقابل معاشرتهم بذكر المسائل ، فانه ان كان من اهله اشتغل بالعلم ، وان لم يكن من اهله احبك۔

☆...... واياك وان تكلم العامة بامرالدين فى الكلام فانهم قوم يقلدونك فيشتغلون بذلك۔

....

...... زندگی کے ہر موڑ پر تقوی اور پرہیز گاری کے راستے پر مضبوطی سے قائم رہنا۔

...... امانتوں کی پاسداری کرنا اور ہر خاص و عام کے لئے خیر خواہی اور نصیحت کو لازم پکڑنا ہے

...... اپنی عام زندگی میں کوئی ایسا رویہ اختیار نہ کرنا جس سے آپکی وجہ سے لوگوں کی یا آپکی اپنی عزت میں کمی آئے۔ بلکہ اپنے وقار کو خاص طور

سے پیش نظر رکھانا اور عام لوگوں کے وقار کا دھیان بھی لازمی رکھنا۔

......اور عام لوگوں کے ساتھ کثرت سے میل جول نہ رکھا کر، ہاں اگر کوئی آپ کے ساتھ میل جول رکھے تو اس کے ساتھ میل ملاقات میں کوئی حرج نہیں۔اور جب بھی عام لوگوں میں سے کسی کے ساتھ میل جول اختیار کرنا پڑے تو ان کے سامنے دینی مسائل بیان کیا کر،اور اگر ان میں کوئی ایسا شخص ہوگا جو علم کا قدردان یا علمی ذوق والا ہوگا تو وہ آپ کی قدردانی کرے گا اور اگر ایسا کوئی بندہ نہ ہوگا تو وہ سب لوگ آپ سے محبت کرنے لگیں گے۔

...... عام لوگوں کے سامنے علم کلام کے مسائل بیان کرنے سے مکمل اجتناب کیا کرنا اور اگر آپ نے ایسا کیا تو عام لوگوں میں سے بعض لوگ آپ کی تقلید کرتے ہوئے علم کلام میں انہماک پیدا کرلیں گے جبکہ وہ اس کے بارے میں جانتے کچھ بھی نہ ہوں گے۔

....

فائدہ: علم کلام اس کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ دین اسلام پر کیئے گئے اعتراضات کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ کفار کو اسلام کی طرف مائل کیا جاسکے یا معاندین کی علمی مقابلے سے زبان بندی کی جاسکے،اور اس میں عام لوگوں کو اجتناب کرنا چاہیئے ورنہ معمولی مسائل بڑے فتنے کی وجہ بن سکتے ہیں جیسا کہ آج کل عام طور سے دیکھنے کو ملتا ہے۔

(٦): علماء کے بارے میں اصول

☆...... و من جائك يستفتيك فى المسائل فلا تجب الا عن سؤاله ۔

☆...... ولا تضمّ اليه غيره ، فانه يشوّش عليك جواب سؤاله ۔

☆...... وان بقيت عشر سنين بلا كسب ولا قُوَة فلا تعرض عن العلم ، فانك ان اعرضت عنه كانت معشتك ضنكا ،على ما قال اللّٰه تعالى:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكاً۔

☆...... وأقبل على متفقهيك كأنّك اتخذت كل واحد منهم ابنا وولدا لتزيدهم رغبة فى العلم ۔

☆...... و من ناقشك من العامّة والسوقة فلا تنا قشه فانّه يذهب ماء وجهك۔

☆...... و لا تحتشم من أحد عند ذكر الحق وأن كان سلطاناً۔

☆...... ولاترض من نفسك من العبادات الابأكثر مما يفعله غيرك ، و يتعاطاها، فان العامّة : اذا لم يروا منك الاقبال على الطاعات باكثر مما يفعلونها يعتقدون فيك السوء و قلّة الرّغبة فيها ويعتقدوا ان علمك لا ينفعك ولا يفيد الا مانفعهم الجهل الذى هم فيه ۔

....

......اور اگر کوئی شخص آپ کے پاس اپنے مسائل کا جواب لینے یا فتوی لینے کے لئے آئے تو اس کو اسی سوال کا جواب دو جو اس نے آپ سے پوچھا ہے۔

......جب کسی کے سوال کا جواب دینا چاہو تو اس سوال کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی بات نہ ملایا کرو، ورنہ سائل کے اصل سوال کا جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔

......اگر تو دس برس تک بھی بے روزگار رہے اور تیرے پاس کھانے پینے کے لئے بھی کچھ نہ ہو تو بھی علم سے منہ نہ موڑنا۔ اور اگر آپ نے اس سے اعراض کیا تو اللہ جل جلالہ تیری دنیا کی زندگی کو تنگ دستی والی زندگی بنا دیں گے، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

جو شخص میرے ذکر سے منہ موڑتا ہے تو اس کی زندگی تنگ والی بنا دی جاتی ہے

......اور جو لوگ علم فقہ کے حصول کا ارادہ کر کے آپ کے پاس آئیں تو انکی طرف پوری توجہ دیا کرنا اور انکو یوں سمجھنا جیسے وہ تیری اپنی اولاد کی مانند ہے اور ان میں سے ہر ایک کو اپنی اولاد کی مانند سمجھنا آپ کے اس انداز سے انکی حصول علم میں رغبت اور زیادہ بڑھ جائے گی۔

...... اگر عام لوگوں میں سے کوئی شخص تیرے ساتھ جھگڑا کرے تو آپ انکے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرنا ورنہ انکے دلوں سے تیرا رعب ختم ہو جائے

گا۔

......اور حق بات بیان کرنے میں کسی شخص کے جاہ وحشم کی پرواہ نہ کرنا خواہ وہ حاکم وقت ہی کیوں نہ ہو۔

......عام لوگ جس قدر عبادت کرتے ہیں تو ان سے زیادہ عبادت کیا کر بلکہ اپنے آپ کو عبادت میں مشغول رکھا کرنا، اس لئے کہ جب عام لوگ آپ سے عبادت کی کثرت کا مشاہدہ نہیں کریں گے بلکہ جتنی عبادت وہ خود کرتے ہیں اتنی ہی آپ کو کرتے ہوئے وہ دیکھیں گے تو وہ آپ کے بارے میں بدگمانی میں مبتلاء ہو جائیں گے۔ اور وہ سمجھیں گے کہ آپ کو عبادت میں کوئی رغبت نہیں ہے اس لئے وہ آپ کے بارے میں یہ سوچنے لگیں گے کہ آپکے علم نے آپکو اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا فائدہ ہمیں ہماری جہالت نے دیا ہے

....

فائدہ:

امام اعظم نے جو علمی راستے کو ترک کرنے پر رزق کے تنگ ہو جانے کی وعید سنائی ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى

جس کا مفہوم یوں ہے فرمایا: جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرے گا

تو ان کے لئے دنیا کی زندگی تنگی والی بنا دیتے ہیں اور قیامت کے دن اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔اسی طرح علم دین بھی چونکہ اللہ کے ذکر اور عبادت کی ایک قسم ہے اور جو اس سے اعراض کرے گا اس کو بھی اسی قسم کی سزاء متوقع ہے۔

فائدہ:

عبادت کی عادت انسان کا وقار بڑھانے کے ساتھ ساتھ ﷲ تعالی کی رضاء اور قرب کا باعث ہوتا ہے جس سے علمی کام کرنا آسان ہو جاتا ہے اور انسان کی عملی زندگی میں ترقی اور برکت اس پر متزاد ہوتی ہے۔اس لئے کہ جو شخص عالم ہو اور اس علم کے مطابق عمل نہ کرتا ہو تو اس کو اس علم کا کیا فائدہ ہوگا اس لئے ضروری ہے کہ عام لوگوں سے عبادت اور اعمال زیادہ بجالائے۔

(۷): عملی زندگی کے اصول

☆...... واذا دخلت بلدة ، فيها اهل العلم ، فلا تتخذها لنفسك ، بل كن كواحد من اهلهم ، ليعلموا انّك لا تقصد جاههم و الا فانهم يخرجون عليك بأجماعهم اويطعنون فى مذهبك و العامّة يخرجون عليك ، و ينظرون اليك بأعينهم فتصير مطعونا عندهم بلافائدة

☆...... ولا تفت وأن استفتوك فى المسائل ، فلا تناقشهم فى المناظرة والمطارحات

☆...... و لا تذكر لهم شيئا الا عن دليل واضح

☆...... ولا تطعن فى اساتذتهم فانّهم يطعنون فيك لقول اللّٰه تعالى ولاتسبوالذين يدعون من دون اللّٰه فيسبوا اللّٰه عدوا بغير علم ۔

☆...... وكُن من الناس على حذر

☆...... وكن للّٰه فى السرّك كما أنت له فى علانيتك و لا تصلح أمر العلم الا بعد ان تجعل سرّه كعلانيّته

☆...... واذا ولاك السلطان عملا لا يصلح لك فلا تقبل ذلك منه الا بعد ان تعلم انك لو لم تقبله قبله غيرك ويتضرربه الناس وبعد ان تعلم انّه انّما يولّيك ذلك الا لعلمك

☆...... وایّاك وان تتكلم فی مجلس النظر علی خوف او وجل فان ذلك مما یورث الخلل فی الخاطر والاحاطة والكلّ فی اللسان ۔

....

......اور جب آپ کا کسی شہر میں قیام ہوا اور وہاں اور بھی اہل علم ہوں تو ان سے ہٹ کر اپنی الگ حیثیت نہ منوانا بلکہ انہی میں سے ایک بن کر رہنا تاکہ ان کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ آپ جاہ وحشم کے طلب گار ہو۔ ورنہ وہ سب ملکر آپ کے خلاف محاذ آرائی شروع کریں گے اور آپ کے مذہب کے بارے میں ایسی طعن وتشنیع کریں گے کہ انکو دیکھ کر عام لوگ بھی آپ کے خلاف محاذ آرائی پر اتر ائیں گے اور آپ کی طرف ایسے انداز سے دیکھیں گے کہ آپ بلا وجہ انکی نظروں میں برے بن جاؤ گے۔

...... اور اگر اس علاقے میں کوئی شخص آپ سے فتوی طلب کرے تو بھی انکی موجودگی میں کوئی فتوی نہ دینا۔ اور وہاں کے اہل علم کے ساتھ علمی جھگڑوں میں نہ پڑنا اور نہ ان کے ساتھ مناظرے وغیرہ کرنا اور نہ علمی بحث ومباحثہ میں الجھنا۔

......البتہ جب بھی ان کے سامنے کوئی بات بیان کرنے کی ضرورت پیش آئے تو واضح دلیل کے ساتھ بات کھول کر انکے سامنے پیش کر دینا۔

......اور ان کے اساتذہ کے بارے میں کوئی برائی بیان نہ کرنا ورنہ وہ آپکے بارے میں طعنہ زنی کرنے لگیں گے جیسا کہ اللہ جلّ جلالہٗ کا قول:

اور تم برا نہ کہو ان کو جن کی اللہ کے علاوہ لوگ عبادت کرتے ہیں ورنہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو آپکی دشمنی اور بے علمی کی وجہ سے برا کہنے لگیں گے۔

......اور لوگوں کے ساتھ محتاط میل جول رکھا کر کیونکہ معلوم نہیں کون شخص آپ کے پاس کس رنگ میں آئے گا۔

......اور اللہ جل جلالہ کے ساتھ تنہائی میں بھی ویسا ہی تعلق رکھا کرو جیسا تم عام لوگوں کے سامنے رکھتے ہو اور جب تک تیرا ظاہر تیرے باطن کے موافق نہ ہوگا اس وقت تک تو علمی مسائل اور دوسری علمی ضروریات کو پورا نہ کر سکے گا

......اور تجھے حاکم وقت کسی جگہ کا یا کسی کام کا ذمے دار بنائے اور تو اسکی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک آپ کو یقین نہ ہو جائے کہ یہ کام آپ کے علاوہ کسی ایسے نا اہل کے حوالے کیا جانے والا ہے جو عام لوگوں کے لئے نقصان دہ ہے اور آپ کو اس کام کی سپردگی آپ کی علمی برتری کی وجہ سے دی جا رہی ہے۔

......اور تو جب کسی خوف یا ڈر کی کیفیت میں ہو تو کسی سے علمی مناظرہ نہ کرنا اس لئے کہ ایسے موقعہ پر کھل کر بات نہیں ہو سکے گی بلکہ طبیعت میں خلل ، مضمون بیان کرنے میں مشکل ، اور انداز بیان میں لکنت ہوگی جس سے آپ لوگوں کے سامنے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے سے قاصر رہو گے۔ اور لوگ آپ کی قدر و منزلت سے آگاہ نہ ہو سکیں گے۔

....

فائدہ:

جب آپ سے زیادہ علم یا اختیار والے احباب کسی جگہ موجود ہوں تو انکے سامنے علمی مسائل کا اظہار نہ صرف مشکل ہوتا ہے بلکہ علمی مسائل کے بیان کا صحیح معنوں میں حق بھی ادا نہیں ہوسکتا، اس لئے ایسی علماء کی مجالس میں اس قسم کے مسائل بیان کرنے سے گریزاں رہنا چاہیئے تاکہ علمی وقار کے ساتھ ساتھ شخصی وقار مجروح نہ ہوجائے۔

اس سے دو چیزوں کا خیال رکھنا لازم ہے علمی وقار اور شخصی وقار اور ان دو باتوں سے دو فائدے ہوں گے لوگوں کی نظروں میں آپ کا رعب قائم رہے گا اور عام لوگ علمی استفادے کے لئے آپ کی طرف متوجہ رہیں گے اور یہ کہ شخصی وقار قائم رہنے کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں اطمنان رہے گا

(۸): اخلاق کے بارے میں اصول

☆...... وايّاك ان تكثر الضحك فانه يميت القلب

☆...... ولاتكثر محادثة النساء ومجالستهن

☆...... ولا تمش الاعلى طمانينة

☆...... و لا تكن عجولا فى الامور

☆...... ومن دعاك من خلفك فلاتجبه فان البهائم تنادى من خلفها

☆...... واذا تكلمت فلا تكثر صياحك ولا ترفع صوتك

☆...... واتخذ لنفسك السكون وقلة الحركة عادة كى يتحقق عند الناس ثباتك

....

......اور کثرت سے ہنسی مزاح سے اجتناب کیا کر اس لئے کہ کثرت سے ہنسنا انسان کے دل کو مردہ کر دیتا ہے

...... اور عورتوں کے ساتھ کثرت سے بات چیت کرنے اور انکی مجالس میں بیٹھنے سے اعراض کرنا لازم ہے۔

......اور جب بھی پیدل چلنا پڑے تو بڑے تحمل اور اطمنان کے ساتھ چلا کر۔

......اپنی کاموں کی سرانجام دہی میں جلد بازی میں نہ پڑا کر۔

......اگر تجھے چلتے میں پیچھے سے کوئی شخص آواز دے تو اس کو جواب نہ دیا کر، اس لئے کہ پیچھے سے جانوروں کو بلایا جاتا ہے اور اس بلانے والے کو اگر انسانی اقدار کا علم ہی نہیں تو اس کے بلاوے پر جواب نہ دینا چاہیئے۔

......اور جب بھی کسی کے ساتھ گفتگو کیا کرے تو اپنی گفتگو میں چیخ و چنگھاڑ یا آواز بہت زیادہ بلند نہ کیا کر۔

......عام زندگی میں اپنے آپ میں سکون اور کم حرکتی کی عادت ڈال تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ آپ کی طبیعت میں استحکام اور سنجیدگی ہے۔

....

فائدہ:

عورتوں میں کثرت کے ساتھ بیٹھنے والے شخص میں عام طور سے عورتوں والی عادات پیدا ہو جاتی ہیں مثلا: لگائی بجھائی کی عادت۔ منافقت ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر لگانا۔ کم ہمتی۔ بے صبری۔ وغیرہ اور یہ تمام مرد کی شان کے خلاف ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان اس پر شاہد ہے فرمایا:

المرء مع من احب

آدمی اسی کا روپ اختیار کرتا ہے جیسا روپ اسکے محبوب کا ہو۔

(۹): اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے اصول

☆...... واكثر ذكر الله فيما بين النّاس ليتعلّموا ذلك منك

☆...... واتخذ لنفسك وِرداً خلف الصلاة فتقرأ فيها القرآن ، وتذكر اللّٰه تعالى ، وتشكره على ما اودعك من الصبر ، واولاك من النعم

☆...... واتخذ لنفسك اياما معدودة من كل شهر تصوم فيها ليقتدى غيرك بك

☆...... ولا ترضى من نفسك من العبادات بما ترضى به العامة ،

☆...... وراقب نفسك و حافظ على الغير لتنتفع من دنياك وآخرتك بعلمك

....

...... جب تو عام لوگوں کی ہم مجلسی میں ہوا کرے تو کثرت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یاد کیا کرتا کہ تجھے دیکھ کر وہ لوگ بھی اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے عادی بن جائیں۔

...... عام زندگی میں اپنے لئے کوئی مخصوص اوراد و وظائف متعین کر لینا اور انکو ہر نماز کے بعد انکو پڑھا کرنا اور اس میں قرآن کریم کی تلاوت اللہ تعالیٰ کا ذکر اور مشکلات اور پریشانیوں میں صبر کی توفیق اور

نعمتیں پر اللہ تعالی کا شکر ادا کیا کرنا۔

...... اور ہر مہینے میں اپنے لئے کچھ ایام مخصوص کر لینا جن میں روزہ رکھا کرنا تاکہ تجھے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تیری اقتداء کریں۔

...... اور تو صرف اس قدر عبادت پر اکتفا نہ کیا کرنا جتنی عبادت عام لوگ کیا کرتے ہیں۔

...... مراقبۂ نفس کیا کرتا کہ اپنے نفس کو راہ راست پر قائم رکھ سکو، اور دوسروں کی نگرانی بھی کیا کرنا تاکہ وہ آپ کے علم سے اپنی دنیا اور آخرت میں فائدہ حاصل کرسکیں۔

....

فائدہ:

مراقبہ نام ہے اپنے دل کی طرف متوجہ ہونے کا اور یہ مسنون عمل ہے اس کو اختیار کرنے میں بڑا ہی فائدہ ہے اسی لئے تمام صوفیاء کی تعلیمات میں اسکو خاص مقام حاصل ہے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے: کہ بندہ اپنے اعمال کو دیکھے اور اللہ تعالی کے انعامات کو دیکھے اور نیکیوں اور اچھے اعمال پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اسکے انعامات پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی صاحب طریقہ سے رابطہ کر کے اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنا محاسبہ کیا کرے ان شاء اللہ دنیا اور آخرت میں بہت فائدہ ہوگا۔

(۱۰): ذاتی زندگی کے اصول

☆...... ولاتشتر بنفسك ولاتبع بل اتخذ غلاماً مصالحا يقوم باشغالك وتعتمد عليه فى أمورك ۔

☆...... و لا تطمئن الى دنياك والى ما انت فيه فان اللّٰه تعالى سائلك عن جميع ذلك ۔

☆...... و لا تشتر الغلمان المردان ۔

☆...... و لا تظهر من نفسك التقرب الى السلطان ، وان قربوك فانهم يرفعون اليك الحوائج ، فان قمت اهانوك ، وان لم تقم بها عابوك ۔

☆...... وعد نفسك منهم الا فى فنك وهو العلم ۔

☆...... ولا تتبع الناس بالخطايا ، بل اتبع فى صوابهم ۔

☆...... واذا عرفت انساناً بالشّر فلا تذكرذلك منه بل اطلب له خيرا فاذكره به الا فى باب الدين ، فانك ان عرفت منه ذلك فى دينه فاذكره للناس كيلا يتبعواه ويحذروه ۔

وقال عليه السلام :

أذكروا الفاجر بما فيه كى يحذره النّاس وان كان ذا جاهٍ و منزلةٍ

☆...... و الـذی تری منه الخلل فی الدّین فاذکر ذلك ولا تبال من جاهه فان اللّٰه تعالی معینك وناصرك وناصر الدین ، فاذا فعلت ذلك مرّةً هابوك

☆...... ولـم یتـجـاسـرُ احد علی اظهار البدعة فی الدّین بین یدیك وفی بلدك وسلط العامة علیه فی ذلك لیقتدوا بك فی الجد فی الدین ۔

....

...... بازار میں خرید وفروخت کے لئے خود نہ جایا کر بلکہ اس مقصد کے لئے کوئی خادم رکھ لینا جو آپ کے اس قسم کے کام نمٹا دیا کرے اور اس پر مکمل اعتماد بھی کیا کرنا۔

...... اپنے دنیاوی امور اور موجودہ احوال پر مطمئن نہ ہو جانا بلکہ ان میں بہتر سے بہتر کی تگو دو کرتے رہنا اور یاد رکھنا کہ اللہ جل جلالہ ان تمام امور کے بارے میں تم سے سوال کرنے والا ہے۔

...... امرد یا مراہق (قریب البلوغ) غلاموں کی خرید وفروخت نہ کیا کرنا کیونکہ یہ خود بھی فتنہ ہیں اور تجھے بھی فتنہ میں مبتلا کر دیں گے۔

......لوگوں کے سامنے اپنی حاکم وقت کے ساتھ دوستی کے ترانے نہ گانا ورنہ لوگ اپنی ضروریات اور حاجات لیکر آپ کے پاس آئیں گے۔ اگر آپ انکو پورا کروانے کے لئے حاکم وقت کے پاس لے گئے تو اسکے دل سے آپکی عزت ختم ہو جائے گی اور وہ آپ کی اہانت کرنے لگے گا اور اگر اسکا کام مکمل نہ کیا تو وہ آپ پر طعنہ کرنے لگے گا۔

......اپنے آپ کو عام لوگوں میں سے شمار کیا کر البتہ جو تیرا خاص فن یا خاص علم ہو اس میں تو اپنی انفرادیت قائم رکھنا لازم ہے۔

......لوگوں کی غلطیوں کے پیچھے نہ پڑا کر بلکہ انکی اچھائیاں زیادہ بیان کیا کر اور انکو خود بھی یاد رکھا کر۔

......اور جب کسی انسان کی برائی تمہیں معلوم ہو جائے تو اسکا ہر جگہ اظہار نہ کیا کر بلکہ اس کی اچھائی ظاہر کر اور اسکو اچھا ہی جان۔ سوائے دین کے معاملات کے اسلئے کہ اگر تو دین کے بارے میں کسی کی برائی دیکھے تو اسکو لوگوں کے سامنے بیان کر دیا کرتا کہ لوگ اس کی اتباع کرتے ہوئے اپنا دین خراب نہ کریں اور اس کی برائی سے بچ سکیں۔

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فاجر کی برائی کا تذکرہ لوگوں کے سامنے کر دیا کرو تا کہ لوگ اس کے فساد سے بچ سکیں خواہ وہ فاسق کتنا صاحب مرتبہ اور بلند مقام والا ہی کیوں نہ ہو۔

......اور ایسی باتیں جو کسی فاجر سے دین میں خلل ڈالنے والی دیکھتے ہو تو اسکا لوگوں میں تذکرہ کر دیا کرو اور اس فاسق کے جاہ وحشم کی پرواہ نہ کیا کرو اسلئے کہ اللہ جل جلالہ آپکا اور اپنے دین کا بھی معین و مددگار ہوگا۔ اور اگر ایک بار آپ نے یہ فریضہ سرانجام دے دیا تو وہ لوگ آپ سے ہیبت زدہ ہو کر آئندہ اس قسم کی حرکات سے باز آجائیں گے۔

......اور اپنی موجودگی میں اور اپنے شہر میں دین کے معاملے میں کسی شخص کو اظہار بدعت کی اجازت نہ دو۔ بلکہ عام لوگوں کو ان اہل بدعت پر اس انداز سے مسلط کردو کہ ان کے پاس آپ کی اقتداء کے سواء اور کوئی راستہ باقی نہ بچے۔

....

فائدہ:

فاسق وفاجر اگر صاحب اختیار بھی ہو تو بھی اس کے سامنے اعلائے کلمۃ اللہ کرنا لازم ہے۔ اور اس میں حکمت کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ خالی جذبات میں پڑ کر بعض لوگ کسی بات کی رٹ لگا لیتے ہیں یہ طریقہ مناسب نہیں بلکہ اصل بات اظہار حقیقت ہے کسی کو حق تسلیم کروانا یہ بات ناممکن ہے ہاں اللہ تعالی کی طرف سے توفیق مل جائے تو دوسری بات ہے

(۱۲) سیاسیات کے اصول

☆...... واذا رأیت من سُلطانك مالایُوافق العلم ، فأُذکر مع طاعتِك اِیّاه ، فاِنُ یده أقوی من یدك نقول له أنَا مطیعٌ لك فی الّذی أنت فیه سلطانٌ و مسلطٌ علیّ غیر أنی أذکر من سیرتك ما لا یوافق العلم ۔

☆...... فاذا فعلتَ مع السلطان مرة کفاك ، لانّك اذا واظبت علیه ودمت لعلهم یقهرونك فیکون فی ذلك قمع للدین ، فاذا فعل ذلك مرة أو مرتین لیعرف منك الجهد فی الدین ، والحرص فی الأمر بالمعروف

☆...... فاذا فعلت ذلك مرة بحیث عرف الناس منك ذلك الجد ثم رأیت مرة اخری فادخل علیه وحدك فی داره وانصحه فی الدین وناظره ان کان مبتدعا وان کان سلطانا فاذکر له ما یحضرك من کتاب اللّٰه تعالی وسنة رسوله ﷺ فان قبل منك والا فاسئل اللّٰه تعالی ان یحفظك عن ظلمك ۔

....

......اور اگر آپ حاکم وقت کا کوئی ایسا فیصلہ دیکھیں جو آپ کے علم اور تجربہ کے مطابق درست نہ ہوتو اس کے سامنے اپنی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے حقیقت حال کو ظاہر کر دیا کرنا اسلئے کہ اس کے ہاتھ تیرے

ہاتھ سے زیادہ قوی اور با اختیار ہیں لہذا اسکو باور کرواتے ہوئے کہ جن معاملات میں اللہ جل جلالہ نے آپ کو حاکم بنایا ہے میں ان میں آپکا مطیع اور فرمانبردار ہوں لیکن میں آپ سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی فلاں بات یا فلاں فیصلہ صحیح علم اور درست رائے کے مطابق نہیں ہے۔

...... جب آپ ایک مرتبہ حاکم وقت کے سامنے یہ فریضہ انجام دیں لیں تو آپ کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس لئے اگر تم اس پر تنقید کرتے رہو گے تو وہ آپ کے ساتھ ناراضگی کا رویہ اپنائے گا اور اس سے تیرے ذریعے جو دین کا کام ہو رہا اس میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی اور یوں دین کا کام رک جائے گا اور اگر آپ نے یہ کام ایک یا دو بار کر لیا تو اس کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ آپ دین کے معاملات میں سنجیدہ آدمی ہیں اس لئے آپ امر بالمعروف اور نہی عن منکر میں زیادہ رغبت رکھتے ہیں اس سے دین کے کام میں رکاوٹ نہیں پیدا ہو گی نہ ہی آپ کی طبیعت پر اسکا بوجھ ہو گا۔

...... اور اگر حاکم وقت اسی طرح غیر شرعی فیصلے دوبارہ کرے تو اس کے گھر خاموشی سے اکیلے میں چلے جانا اور اسکو دین کے کاموں کو اختیار کرنے کی نصیحت کیا کرنا اور اگر وہ بدعات کے ارتکاب پر مصر ہو تو اس کے ساتھ علمی دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے مناظرہ کرنا اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں سے جو دلائل میسر آسکیں اس کے سامنے پیش کرنا اگر وہ آپ کی بات مان لے تو بہت اچھا ورنہ اسکے شر سے اپنی حفاظت کی اللہ جل جلالہ

سے دعا کیا کرنا۔

....

فائدہ:

اگر کوئی بااختیار اور صاحب مرتبہ شخص بدعات اور معاصی کا ارتکاب کرنے لگے اور اس وقت کے علماء اور اہل علم خاموشی اختیار کرلیں اس سے عوام الناس کی نظروں میں اہل علم کا مقام گر جاتا ہے اور انکی علمیت میں شکوک وشبہات پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں اس لئے تمام اہل علم حضرات کو چاہیئے کہ جب بھی وہ کسی شخص سے ایسا غلط کام ہوتا ہوا دیکھیں تو اس سے کسی نہ کسی طریقہ سے اپنی برائت ظاہر کردیں اور اسبات کا اعلان عام کردیا کریں کہ اس عمل سے ہم بری ہیں تاکہ عام لوگوں کومعلوم ہو جائے کہ علماء اور اہل علم حضرات اس حاکم وقت کی بدعات کے مخالف ہیں اس سے آپ کی علمی ثقاہت قائم رہے گیا ور اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ بھی ادا ہو جائے گا۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه

(۱۳) آداب زندگی کے اصول

☆...... و أذكر الموت ، وأستغفر للأساتذ ومن أخذ عنهم العلم

☆...... وداوِم على التّلاوة او قرائة القرآن ۔

☆...... وأكثر من زيارة القبور و المشائخ و المواضع المباركة ۔

☆...... واقبل من العامة ما يعرضون عليك من رؤياهم فى النبى ﷺ وفى رؤيا الصالحين فى المساجد والمنازل والمقابر ۔

☆...... و لا تجالس احداً من اهل الهواء الا على سبيل الدّعوة الى الدّين

☆...... و لا تكثر اللّعب و الشّتم ۔

☆...... واذا أذّن المؤذّن فأهب لدخول المسجد كيلا تتقدم عليك العامّة ۔

☆...... و لا تتخذ دارك فى جوار السلطان ۔

☆...... و ما رأيتَ على جارك فاستره عليه فأنّه أمانة ۔

☆...... و لا تظهر أسرار النّاس ۔

☆...... ومَن استشارك فى شىء فاشر عليه بما تعلم انّه يقربك الى اللّٰه تعالى

واقبل وصيتى هذه فانك تنتفع بها فى اولاك واخراك ان

شاء اللّٰہ تعالی۔

☆...... وایّاك و البُخل فأنّه يبغض به ويفتضح لديه المرء ۔

☆...... و لا تك طمّاعا وكذّابا ولا صاحب تخليط بل احفظ مرؤتك فى الأُمُوْرِ كلّها ۔

☆...... وألبس من الثّياب البيض فى الأحوال كلّها ۔

☆...... وأظهر غنا القلب ، مظهرا من نفسك قلة الحرص ، و الرغبة فى الدنيا واظهر من نفسك الغناء و لا تظهر الفقر وان كنت فقيرا ۔

☆...... وكن ذا همّة فان من ضعفت همته ضفعفت منزلته ۔

☆...... واذا مشيت فى الطريق فلا تلتفت يمينا وشمالا بل داوم النظر الى الارض ۔

☆...... واذا دخلت الحمام فلا تساو النّاس فى أجرة الحمام والمجلس ، بل ارجح على ما تعطى العامة لتظهر مروئتك بينهم فيعظمونك ۔

☆...... ولا تسل الامتعة الى الحائك والسائر الصنائع بل اتخذ لنفسك ثقة يفعل ذلك ۔

☆...... ولاتماكس بالحبّات والدوانيق ۔

☆...... ولاتزن الدراهم بل اعتمد على غيرك ۔

☆...... و حقّر الدنيا المعفرة عند اهل العلم فان ما عند اللّٰه خير منها ۔

☆...... وولّ أمورك غيرك ليمكنك الاقبال على العلم فان ذلك أحفظ

لحاجتك ۔

☆...... وأيّاك أن تتكلم المجانين ، ومن لا يعرف المناظرة و الحجة من اهل العلم ، و الذين يطلبون الجاه و يستغرقون بذكر المسائل فيما بين الناس فانهم يطلبون تخجيلك ولا يبالون منك وان عرفوك على الحق ۔

☆...... واذا دخلت على قوم كبارٍ فلا ترفع عليهم مالم يرفعوك كيلا يلحق بك منهم أذية ۔

☆...... واذا كنت فى قوم فلاتتقدم عليهم فى الصلوة ما لم يقدموك على وجه التعظيم ۔

☆...... و لا تدخل الحمام وقت الظهيرة ، والغداة ۔

☆...... ولا تخرج الى النظارات ۔

☆...... و لا تحضر مظالم السلاطين الا اذا عرفت انّك اذا قلت شيئا ينزلون على قولك بالحق ، فانهم ان فعلوا ما لا يحل وانت عندهم ربّما لا تملك منعهم ويظن الناس ان ذلك حق لسكوتك فيما بينهم وقت الاقدام عليه ۔

☆...... وأيّاك والغضب فى مجلس العلم ۔

☆...... و لا تقصّ على العامّة فان القاصّ لا بدّ له أن يّكذب ۔

....

......موت کو کثرت سے یاد رکھا کرا ور اپنے اساتذہ اور جن سے آپ نے علم حاصل کیا ہے انکے لئے دعا اور استغفار کیا کرو۔

......قرآن کریم کی تلاوت کا ہمیشہ معمول رکھا کرو۔

...... اکثر قبرستان میں جایا کرو اور مشائخ کی خدمت میں حاضری دیتے رہا کرو اور مبارک مقامات پر بھی وقتاً فوقتاً آتے جاتے رہا کرو۔

......اور عام لوگوں میں سے کوئی شخص کسی جگہ یا کسی مقبرہ میں یا کسی مسجد میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا دعوی کرے یا نیک اور صالح لوگوں کی ملاقات کا دعوی کرے تو انکے اس دعوے کو قبول کرلیا کر۔

......اہل ہوا یا بدعتی لوگوں کی صحبت نہ اختیار کرنا ہاں اگر انکو دین کی دعوت دینا مقصود ہو تو انکے ساتھ شریک محفل ہو سکتے ہو۔

......کھیل کود اور گالی گلوچ کی اپنے اندر عادت نہ پیدا کرنا۔

...... اور جب مؤذن آذان دیدے تو مسجد جانے میں جتنی جلدی ہو سکے اتنا بہتر ہے تا کہ مسجد میں داخل ہونے میں کوئی اور آپ سے پہل نہ کرلے۔

......اپنا گھر کسی حاکم کی ہمسائیگی میں نہ بنانا۔

......اور اگر کوئی بری بات آپ کو اپنے ہمسائیہ کے بارے میں معلوم ہو اسکو چھپاؤ۔ کیونکہ وہ آپ کے پاس امانت ہے۔

......اور اپنا راز لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کیا کرو۔

...... اور اگر کوئی شخص آپ سے کسی بات میں مشورہ مانگیں تو انکو ایسا مشورہ دیدیا کرو جو اللہ جل جلالہ کے قرب کا ذریعہ بن سکتا ہو۔

اور میری اس وصیت کو ہردم پیش نظر رکھنا تم اپنی گذشتہ اور آئندہ تمام زندگی میں اس سے فائدہ حاصل کرو گے۔

......اور بخل اور کنجوسی سے بچا کرو کیونکہ بخیلی کی وجہ سے آدمی دنیا میں ذلیل اور رسواء ہوجاتا ہے۔

...... اور زندگی میں لالچی اور جھوٹا نہ بننا اور نہ ذومعنی باتیں کرنے والا بننا بلکہ اپنے تمام کاموں میں صاحب مروّت بننا۔

...... ہر حال میں سفید لباس پہننے کی عادت بنانا۔

......اور ہمیشہ استغناء قلبی کی عادت رکھنا، اور لوگوں کے سامنے اپنے آپکو حریص یا دنیا کی رغبت نہ ظاہر کرنا۔ بلکہ اپنے دل کا غناء لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا اور باوجود اپنے فقر اور غربت کے اپنی فقیری اور غریبی کو ظاہر نہ کرنا۔

......اور عام زندگی میں بلند ہمت بن کر رہنا، اس لئے کہ بلند ہمتی والا اونچی عزت والا ہوتا ہے اور کمزور ہمت والا کم قدر و منزلت کا مالک ہوا کرتا ہے۔

......اور جب کسی راستے میں چل رہے ہوتو دائیں اور بائیں نہ دیکھا

کرو بلکہ اپنی نظر زمین پر جمائے رکھا کرو۔

......اور جب آپ حمام میں جایا کریں تو حمام والے کو عام لوگوں کے برابر اجرت نہ دیا کرنا۔ اور نہ عام لوگوں کی مجلس میں بیٹھا کر بلکہ اسکو عام لوگوں سے زیادہ اجرت دیا کرتا کہ تیری مروّت اور برتری ظاہر ہو اور اس سے تیری عظمت اور زیادہ بڑھ جائے گی۔

......اپنا ساز و سامان حجام یا کسی بھی پیشہ ور کے سپرد نہ کرنا بلکہ اپنے کسی با اعتماد کو اپنے ساتھ رکھنا وہ ان کاموں کی نگاہ داشت کرلیا کرے گا۔

......اور کسی شخص سے ایک دانے یا ایک پیسے کے برابر بھی ٹیکس نہ لینا یا اور نہ کسی پر ظلم کرنا۔

......کسی سے لین دین کے دوران دراہم کا وزن بذات خود نہ کیا کر بلکہ کسی دوسرے پر اعتماد کرلیا کرنا۔

......دنیا کو اہل علم کی نظروں میں بے قدر و قیمت ہونا چاہئے کیونکہ اللہ جلّ جلالہٗ نے انکے لئے جو اپنے پاس بدلہ رکھا ہے وہ بہت بہتر ہے۔

......اپنی دنیاوی کاموں کا ذمے دار کسی اور کو بنا دینا تا کہ تو مکمل طرح سے علم کی طرف متوجہ ہو سکے اور یہ تیری حاجات کی تکمیل کے لئے بہترین راستہ ہے۔

......مجنون اور دیوانے لوگوں سے باتیں کرنے سے پرہیز کرنا، اور ایسے لوگوں سے بھی بچنا جو مناظرہ کے اصول وضوابط اور دلائل کے طریقہ

کار تک نہ جانتے ہوں، اور وہ لوگ جو دنیاوی عزت کے طلب گار ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کے عام مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں تا کہ آپ کو اگر معلوم نہ ہوں تو وہ آپ کو شرمندہ کرسکیں وہ اس بات کو جانتے ہوئے بھی کہ آپ راہ حق پر ہیں اسکی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اپنی بے تکی راگنی الاپنے میں فخر محسوس کرتے رہیں گے۔

......اور جب آپ کسی ایسی قوم کے مہمان بنو تو اس وقت تک ان سے بلند مقام اختیار نہ کرنا جب تک وہ خود آپ کو بلند جگہ پر نہ بٹھائیں تا کہ انکی طرف سے آپکو کوئی اذیت اور تکلیف نہ پہنچے۔

...... اور جب آپ کسی قوم کے پاس جا کر مہمان بنو تو جب تک وہ لوگ خود آپ کی تعظیم کرتے ہوئے آپ کو نماز کی امامت کے لئے آگے نہ کریں آپ بذات خود آگے نہ ہونا۔

......صبح کو پہلے پہر اور بعد از دوپہر ان اوقات کے علاوہ حمام میں نہانے کے لئے نہ جانا۔

......عام لوگوں کی سیر وسیاحت کے مقامات پر نہ جانا۔

......حاکم وقت کے مظالم میں کبھی حاضر نہ ہونا تا وقتیکہ آپ کو یقین ہو کہ جو حق کی بات آپ کہیں گے یہ لوگ اس کے مطابق عمل بھی کریں گے، ورنہ وہ اگر کوئی ناجائز کام کرنا چاہیں گے اور آپ بھی وہاں موجود ہونگے تو لوگ آپ کو بھی اس کا شریک کار جانیں گے،

اور بعض اوقات اگر آپ وہاں موجود ہونے کی صورت میں کسی کام سے منع کرنا بھی چاہو تو منع نہ کرسکو گے اور اس کی وجہ سے لوگ یہ سوچیں گے کہ تم اس کے اس عمل میں شریک اور درست سمجھ رہے ہو۔

......علمی ار علماء کی مجالس میں کبھی بھی غصہ اختیار نہ کیا کرنا۔

...... عام لوگوں کے سامنے وعظ گوئی نہ کرنا کیونکہ اس کو جب تک جھوٹ سے آمیزہ نہ کیا جائے اس وقت تک ان لوگوں پر اسکا اثر نہیں ہوتا اور جھوٹ بولنا عالم کی شان کے خلاف ہوتا ہے۔

(۱۴) علمی مجالس کے اصول

☆...... اذا أردتَّ اتخاذ مجلس لأحد من أهل العلم فان كان مجلس فقه فأحضر بنفسك وأذكر فيه ما تعلمه كيلا يتغيّر النّاس بحضورك فيظنون انّهم على صفة من العلم وليس هو على تلك الصفة ، وان كان يصلح للفتوى فأذكر منه ذلك والاّ فلا ۔

☆...... و لا تقعد ليُدرس الاٰخر بين يَديك بل أترك عند من أصحابك ليخبرك بكيفية كلامه و كمّية علمه ۔

☆...... و لا تحضر مجالس الذكر ، أو من يّتخذ مجلس وعظ بتجاهك وتزكيتك له ، بل وجه اهل محلّتك وعامّتك الذين تعتمد عليهم مع واحدٍ من أصحابك ۔

☆...... و فوّض أمر المناكح الى خطيب ناحيتك و كذا صلاة الجنازة و العيدين ۔

☆...... و لا تنسى من صالح دعائك ۔

☆...... و أقبل هذه الموعظة منّى و أنّما أُوصيك لمَصلحتك و مَصلحةِ المُسلمِين ۔

....

......اگر کسی عالم کے لئے کوئی علمی مجلس منعقد کرنے کا ارادہ ہو تو اگر وہ علم فقہ کی مجلس ہے اس میں خود شریک ہوا کرنا، اور ان مسائل کے بارے میں جو تم جانتے ہو اس کو ضرور بیان کرنا، تاکہ لوگ آپ کے بارے میں یہ نہ سوچنا شروع کر دیں کہ ہم شریک محفل جس مقام پر فائز ہیں آپ اس مقام پر فائز نہیں ہو۔

اور اگر وہ مجلس فتوی ہو تو اس میں فتوی کے بارے میں جو معلومات آپ کے پاس ہیں وہ بیان کر دیا کرنا ورنہ خاموش رہا کرنا۔

......اور کسی جگہ کوئی دوسرا شخص درس دے رہا ہو تو اسکی مجلس میں نہ بیٹھنا بلکہ اس کو آزادی کے ساتھ اپنا کام کرنے دینا اور اپنے تلامذہ کے ذمے لگا دینا کے اس کے اسباق کی کیفیت اور علم کی کمیت اور انداز کلام سے آپ کو آگاہ کرتے رہا کریں۔

......کسی ایسے شخص کی مجلس ذکر یا مجلس وعظ میں شامل نہ ہونا جو آپ کے نام اور شہرت اور پاکبازی کی وجہ سے اپنی مجلس کو آباد کرنا چاہتا ہو بلکہ صرف اپنے اہل محلّہ کو اس میں جانے دیا کرو اور عام لوگوں کو بھی اس میں شامل ہونے دیا کرو اور ایک اپنا با اعتماد ساتھی بھی ان کی مجلس میں بھیج دیا کرنا تاکہ وہ آپ کو حقیقت حال سے باخبر کر دے۔

......نکاح کے معاملات، اور اسی طرح نماز جنازہ، اور عیدین کے سارے معاملات، کو اپنے محلے کے خطیب کے سپرد ہی رہنے دینا اور ان میں

سے اپنے ذمے کوئی کام نہ لینا۔

......اور اپنی نیک اور صالح دعاؤں میں یاد رکھنا۔

...... میری اس نصیحت کو قبول کرنا کیونکہ میں یہ آپ کے اور عام مسلمانوں کے مصالح اور بہتری کے لئے آپ کو وصیت کر رہا ہوں۔

....

فائدہ:

الحمد للہ رب العالمین یہ رسالہ پایہ تکمیل کو پہنچا اور اس کی تکمیل میں جو اہم تریں وجوہات تھیں ان میں سے

ایک تو: میرے درجہ تخصص کے طلباء اور طالبات تھے اس لئے کہ جب دوران تعلیم انکو اس کا باقاعدہ درس دیا گیا اور اس کے ساتھ بعض نفع مند باتیں طلباء کے سامنے عرض کی گئیں تو سب کا مطالبہ تھا کہ انکو تحریر میں لانا چاہیئے لیکن ان میں بعض طلباء اور طالبات تو تادم تحریر ہذا بار بار پوچھتے رہے بلکہ ایک طالبہ کا تو فون ایسے وقت میں بھی آیا جب میں درجہ ذیل کے کلمات تحریر کر رہا تھا

دوم یہ کہ: اپنے اسلاف کی سنت کو قائم کرسکوں جیسے وہ نصیحت کا بازار گرم رکھا کرتے تھے میں اگرچہ اس مقام پر تو نہیں لیکن انکی باتیں نقل کرنے کا اہل تو ہوں۔ اور تاکہ سنت نبویہ کے ساتھ ساتھ حضرت امام اعظم کی اتباع کرنے والوں میں سے بن سکوں اس لئے کہ

احبُّ الصّالحینَ ولستُ منھُم

لعلّ اللّٰہ یَرزُقُنی فَلاحاً

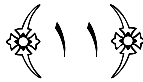
سوم یہ کہ: میرے پیش نظر میرے تلامذہ متعلقین متوسلین مریدین اصحاب خیر حضرات جو مجھ سے ملاقات پر ہمیشہ یہ مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ میں انہیں کوئی نصیحت کروں جبکہ میں اپنی کم مائیگی عدم تربیتی، بے علمی، کی وجہ سے میرے پاس کچھ ہوتا نہیں تھا جو میں انکو کہہ سکتا۔

اب الحمد للہ یہ رسالہ انکے مطالبے میں ایک علمی دستاویز ہے اور اسکی سب سے بڑے خوبی یہ ہے کہ یہ اللہ ﷻ کی ایک مقبول بندے کے دوسرے مقبول بندے کو کہے ہوئے کلمات ہیں اور بحمد اللہ نفس وشیطان کے شر اور آمیزش سے یقیناً محفوظ ہیں

چہارم یہ کہ: میرے پاس آخرت میں کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل نہیں تو ایسے وقت میں میں ان کلمات خیر اور اس خدمت عظیمہ کو بارگاہ ربوبیت میں پیش کرکے امیدوار مغفرت ہوسکوں گا۔

وما اُبَرّء نفسِی انّ النَّفسَ لامَّارۃٌ بِسُّوءِ الاّمَارَحِمَ ربّی





وصیت امام

بنام

نوح بن مریم

احوال امام نوح بن مریم رحمہ اللہ

امام نوح بن مریم ابو عصمہ اہل مرو میں سے تھے اور آپ کا لقب الجامع کے نام سے معروف تھا اور اس لقب کی وجہ تسمیہ اور زیادہ مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ ایک وقت میں چار مجالس کی صدارت کیا کرتے تھے۔

ایک مجلس: علم مناظرہ کی ہوا کرتی تھی۔

دوسری مجلس: تدریس علم فقہ کی ہوا کرتی تھی

تیسری مجلس: علم احادیث نبویہ کے مذاکرہ اور انکے معانی اور علم مغازی کے بارے میں ہوا کرتی تھی

اور چوتھی مجلس: علم معانی قرآن، علم ادب اور علم نحو کی ہوا کرتی تھی۔ اور یہ ساری مجالس جمعہ کے دن ہی منعقد ہوا کرتی تھیں۔

اور بعض اوقات انکی مجالس میں اور بھی اضافہ ہو جایا کرتا تھا:

اور ان میں ایک مجلس: علم آثار کی ہوتی تھی۔

اور ایک مجلس: اقوال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہوا کرتی تھی

اور ایک مجلس: اشعار کے بارے میں منعقد ہوتی۔

امام اعظم نے آپ کی عادات مبارکہ کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یا نوح اراك طلابا لابواب القضاء واراك حريصا عليه ، وانّه يعجبنى

ظرفك وفهمك فلا تفسدن ذلك عليك ۔

اے نوح میں تیرا محکمہ قضاء میں شامل ہونے کی رغبت اور حرص کو شروع سے محسوس کر رہا تھا، اور تیرا مزاج اور فکر بھی میں نے اس کے بالکل موافق پایا تھا اور مجھے تیری سوچ اور کردار نے بدگمان نہیں کیا۔

امام مکی المناقب میں ارشاد فرماتے ہیں:

قال : واستقضى نوحا على بغداد فانكر بصره فكان يقضى بعد ذهاب بصره ثلاث سنين لا يعرف احد انه ذهب بصره من ظرفه واحتياله فكان اصله من بخارا وقيل كان من الكوفة فنزل بخارا ۔

امام نوح بن مریم کو بغداد کا قاضی مقرر کیا گیا اور انکی آنکھیں چلی گئیں اور اس بات کا کسی کو پتہ بھی نہ چلا، اور آپ کی آنکھیں چلی جانے کے بعد بھی تین برس تک آپ عہدۂ قضاء پر فائز رہے تھے اور اپنی احتیاط طبع صائب الرائے ہونے کی وجہ سے صحیح فیصلے فرماتے رہے تھے۔ اور آپ اصل میں بخارا سے تھے اور بعض کی رائے یہ بھی ہے کہ آپ کوفہ سے تھے اور بخارا میں جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ آپ اپنے وقت کے ائمہ کبار میں شمار ہوتے تھے۔

وصیت امام



نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱): قال نوح بن ابی مریم کنت اسئل ابا حنیفة رحمه اللّٰه عن معانی الاحادیث والاخبار ، فکان یفسرها ، ویعبرها ، ویبینها ۔

وکنت اسئله ایضا عن المسائل الغامضة ، وعامة ما کنت اسأله عن مسائل القضاء والاحکام ۔

حضرت نوح بن مریم فرماتے ہیں: کہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے احادیث کے معانی دریافت کیا کرتا تھا؟ جبکہ آپ انکی مکمل وضاحت اور انکی مراد اور پوری تفصیل میرے سامنے بیان فرما دیا کرتے تھے۔ اور میں آپ سے دین کے باریک مسائل بھی پوچھا کرتا تھا اور عموما میرے سوالات کا موضوع مسائل قضاء اور احکام ہوا کرتے تھے ۔

(۲): فقال لی یوما:

یا نوح ! أراك تدق باب القضاء ۔

قال : فلما رجعت الی مرو لم البث الا قليلا حتى ابتليت بالقضاء وابوحنيفة رحمه الله باق ۔

قال: فكتبتُ اليه كتباً أعلَمه ذلك واعتذر اليه ۔

ایک دن امام اعظم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے نوح! لگتا ہے تو ضرور قضائت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔اس کے کچھ عرصہ بعد جب میں نے اپنی تعلیم مکمل کر لی اور مجھے واپس اپنے علاقے مرو میں چلے جانا تھا۔

میرے مرو میں واپس آنے کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مجھے قضائت کی ذمہ داری سے پالا پڑ گیا اور اس وقت تک حضرت امام ابوحنیفہؒ زندہ تھے میں نے انکو اس بات کی آگاہی کے لئے خط بھی لکھا۔اور انکی میرے قضائت کی ذمہ داری کے سر پڑنے کے بارے میں وقت سے پہلے کہی گئی بات کی ناقدر شناسی پر ان سے معذرت بھی کی۔

(۳): فکتب الی :

من ابی حنیفة الی ابی عصمة

اما بعد فقد ورد علی کتابكَ ووقفتُ علی جمیع ما فیه۔

وقلدتَ امانةً عظیمةً یعجز عنها الکبار من النّاس۔ وانّت کالغَریق، فاطلب لنفسك مخرجاً۔ وعلیك بتقوی اللّٰه فانّه ملاك وقَوام الامور۔ والاخلاص فی المعاد۔ والنّجاة من الکل بلیّة، وبه تدرك احسن العوقب قرن، واللّٰه بخیر عواقب امورنا ووفقنا لمرضاته انّه سمیعٌ قریب۔

امام اعظم نے اس کے جواب میں مجھے تحریر فرمایا:

از ابوحنیفہ برائے ابوعصمۃ

بعد از حمد وصلوۃ: مجھے آپ کا خط ملا ہے اور جو حالات آپ نے اس میں بیان کئے ہیں مجھے ان سے آگاہی ہوئی۔

اصل بات یہ ہے کہ آپ کے گلے میں ایک بہت بھاری امانت ڈال دی گئی ہے جس کے حقوق کی ادائیگی بڑے بڑے لوگوں کے لئے مشکل ہو جاتی ہے۔

اور اسوقت تمہارا حال ایک ڈوبنے والے شخص کی مانند ہے۔ لہذا تم پر لازم ہے کہ اس ڈوبنے سے بچاؤ کا کوئی راستہ تلاش کرو۔ اس سلسلے میں چند باتیں

تمہارے لئے لکھی جاتیں ہیں:

اس وقت اللہ جل جلالہ کا تقوی اور خوف تم پر لازم ہے کیونکہ یہ بات انسان کے تمام کاموں کو سیدھا رکھتی ہے۔

اور آخرت کے حساب وکتاب کی فکر کو پیش نظر رکھو اور تقوی اس سے بھی چھٹکارے کا ذریعہ ہے۔

اور اس سے ہر مصیبت سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے اور اسی کے ذریعے ہر کام کا اچھا انجام حاصل کیا جاسکتا ہے اور اللہ جل جلالہ ہمارے ہر کام میں خیر کو شامل فرمائے اور اپنی مرضیات کو ہمارے شامل احوال فرمائے بے شک وہی ہر مضطر کی دعا سننے والا اور ہر مجبور کے قریب ہے۔

....

فائدہ:

تقوی اصل میں قوام الامور ہے آخرت میں اعمال کا وزن ہے اور دنیا میں ریاکاری اور تمام روحانی بیاریوں سے بچاؤ کا سامان ہے اور جتنے زیادہ اعمال ہوں اور ان کے ساتھ تقوی نہ ہو تو وہ اعمال بے کار ہیں اس لئے تقوی کی اہمیت کے پیش نظر امام اعظم نے بھی ابتدا میں تقوی کی نصیحت کی ہے اور ہمیں بھی اپنی زندگی کے ہر موڑ پر تقوی کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا چاہیئے۔

(٤):

واعلم! ان ابو اب القضاء لايدركه الا العالم النحرير الذى وقف علـى اصـول العلم الكتاب ، والسنة ، و أقَاويل الصّحابة وكان له بَصرٌ و رَأيٌ ، ونـفـاذ ، فـاذا اشـكـل عليك شيء من ذلك فارحل الى الكتاب ، والسـنة ، والاجماع ـ فان وجدت ذلك ظاهرا فاعمل به ، وان لم تجده ظاهرا فرده الى النظائر ، واستشهد عليه الاصول ، ثم اعمل بما كان الى الاصـول اقـرب ، وبـه اشبـه ـ وشـاور اهـل المعرفة ، والبصر ، فان كان فيهم ان شاء الله من يدرك مالا تدركه انت۔

اور جان لو !

شعبہ قضاء کے مسائل ایسے دقیق ہوتے ہیں جنکی حقیقت تک رسائی ماہر عالم ہی کرسکتا ہے جسکی کتاب اللہ اور سنت رسول اور اقوال صحابہ پر گہری نظر بھی ہو اور وہ صاحب رائے بھی ہو اور صاحب اختیار بھی ہو۔

اور پیش آمدہ مسائل میں سے جب بھی کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو تو اسکا حل تلاش کرنے کے لئے سب سے پہلے کتاب اللہ میں سے تلاش کرنا اور اس کے بعد سنت رسول ﷺ سے اور س کے بعد اجماع اصحاب نبی رضی اللہ عنہم سے فیصلہ معلوم کر لیا کرو، ان میں سے اگر کسی مسئلہ کا حل کسی ظاہری عبارت سے معلوم ہو جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے ۔ اور اگر کسی

مسئلے کا حل ظاہری عبارت میں نہ ملے تو اسکا حل معلوم کرنے کے لئے اصول مذکور میں سے نظائر یا استشہاد کے پیش نظر فیصلہ کیا جائے اور جو بات اصول کے زیادہ قریب ہو اسکے مطابق عمل کیا جائے یا پھر جو بات اصول کے زیادہ مشابہ ہو۔ بصورت دیگر مسائل کو گہرائی سے جاننے والے صاحب نظر لوگوں سے مشورہ بھی کیا کرو اور ان لوگوں سے جو اس شعبے کو بہتر انداز میں جانتا ہو جن مسائل سے آپ آگاہ نہیں ہو۔

....

فائدہ:

اس پیراگراف سے آسانی کے ساتھ یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کی امام اعظم کے نزدیک استنباط اور استدلال مسائل کے لئے کیا طریقہ کار ہونا چاہئے اور اس سے ہمارا مؤقف بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ کسی بھی قسم کا کوئی بھی مسئلہ پیش آجائے تو سب سے پہلے کتاب اللہ اور اس کے بعد سنت رسول ﷺ اور اس کے بعد اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس کے بعد کا مقام ہے اجماع امت کا مقام آتا ہے۔ یہ بات اگر دھیان سے سمجھ لی جائے تو کسی بھی فکری پریشانی کا سدباب آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

(٥):

فاذا جلس اليك الخصمان للحكومة فسو بين الضعيف والقوى ، والشـريف والـوضيـع فـى الـمجلس ، والاقبال والكلام ، ولا تظهرن من نفسك شيئا يطمع فيه الشريف لشرفه ، وييأس الوضيع لضعته۔

جب فیصلہ کے لئے آپ کے پاس کوئی مدعی اور مدعا الیہ آئیں تو سب سے پہلے اس بات کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو کہ ان میں طاقت ور کون ہے؟ اور کمزور کون ہے ؟ اور ان میں حقیقی معنوں میں شریف کون ہے ؟ اور مجلس میں بہروپیہ پن کون اختیار کرتا ہے؟

اور ان کے بیٹھنے کی جگہ اور ان سے انداز تخاطب میں ان کے ساتھ برابری کیا کرنا۔ اور ان کے درمیان اپنی طرف سے کوئی ایسی بات کو ظاہر نہ کرنا جس سے شریف آدمی اپنی شرافت کی وجہ سے آپ سے طمع کرنے لگے اور برے اخلاق والا اپنے اخلاق رذیلہ کی وجہ سے مایوسی اختیار کرنے لگے

....

اس قول سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عدالت میں جب کسی ملزم کی پیشی ہو تو قاضی یا جج کس قدر آزمائش میں ہوگا کیونکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا بھی ہو جس سے اس کی شناخت ہو۔

:(٦)

واذا جلس الخصمان بين يديك فدعهما حتى يستمكنا من الجلوس ، ويذهب عنهما خجل الجلوس والروع ۔

ثم كلّمهما برفق ۔ وافهمهما كلامك واستوقف كلام كل واحد منهما ولا تعجلهما ودعهماحتى يفرغا من جميع مايريدان الا ان يأخذا فى فضل فتمنعهماعن ذلك وتبين لهما ذلك ۔

اور جب دونوں کلائنٹ (مدعی اور مدعی علیہ) آپ کے پاس آ کر بیٹھ جائیں تو کچھ دیر انکو ان کے حال پر چھوڑ دو تاکہ اور سکون سے بیٹھ جائیں اور انکی خفت وشرمندگی اور پریشانی ختم ہو جائے۔

اس کے بعد ان کے ساتھ نرم انداز میں بات کا آغاز کرنا اور اس کے بعد انکو اصل بات سے آگاہ کرنا اور عدالت میں بلائے جانے کی وجہ بتانا اور انکی پوری بات تفصیل کے ساتھ سننا اور انکے فیصلہ میں جلد بازی نہ کرنا اور ان کو آزادانہ انداز میں بات کرنے دینا تاکہ وہ اپنا سارا مافی الضمیر آپ کے سامنے رکھ دیں۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی شخص فضولیات میں جانے لگے تو اس کو ان سے روک دیا جائے اور حقیقت حال کے جاننے کی طرف اس کو متوجہ کیا جائے گا۔

(۷):

ولا تقض عند الضجر والغضب والحزن ۔ ولا تقض حاقنا ولا خائفا ولا جائعا ۔ ولا اذا انت مشغولا القلب ۔ ولا تقض الا وانت فارغ القلب ۔ ولا تعجل لفصل القضاء بین القربات ۔

واردد ھم مجالس لعلھم یصطلحون ۔ فان کان ، والّا قضیت بینھم ۔

تنگ دلی کے وقت ، غصے کے وقت اور غم کے وقت لوگوں کے مسائل کا فیصلہ نہ کیا کرنا۔ اور اپنی قضائے حاجت کو روک کر ، یا بھوکے ہونے کی حالت میں ، یا اس وقت میں جبکہ تمہارا دل کسی اور کام میں مشغول ہو کسی کے معاملے کا فیصلہ نہ کیا کرنا۔ اور جب بھی کوئی فیصلہ کرنا ہو تو فارغ دلی سے فیصلہ کیا کرنا۔ اور قرابت داروں کے آپس کے فیصلوں میں جلدی نہ کیا کرنا۔

اور چند ایک مجالس میں انکو بلا لیا کرنا تا کہ انکی آپس کی صلح کا کوئی راستہ نکل آئے اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ورنہ انکے درمیان تنازع کا فیصلہ صادر کر دیا کرنا۔

(۸):

ولا تقض علی احد حتی یتبین لك الوجوه التی الزمه ذلك ولا تلقن الشاهد ، ولا تشر فی مجالسك ۔ ولا تؤم الی احد ۔

لا تکلن الی قرابتك شیئا من الامور ۔ ولا تجیبن احداً فی دعوة فیلزمك التهمة ۔

اور کسی فریق کا اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک ان پر وہ تمام وجوہ واضح نہ ہو جائیں جنکی وجہ سے ان کے قضیہ کے بارے میں یہ فیصلہ کیا جارہا ہے ۔ گواہ کو کوئی بات اپنی طرف سے تلقین نہ کرنا اور اپنی مجلس میں بیٹھے ہونے کے دوران کسی فریق کو کوئی اشارہ نہ کرنا جس سے آپ کی شخصیت متنازع بننے کا اندیشہ ہو۔

اور اپنے قضائت کے معاملات میں سے کوئی بھی معاملہ اپنے قرابت داروں میں سے کسی کے سپرد نہ کرنا۔

اگر کوئی شخص تجھے قاضی ہونے کے دوران کوئی دعوت دے تو اسکو قبول نہ کرنا ورنہ وہ دعوت تیرے لئے مورد طعن وتہمت بن جائے گی۔

....

جب تک کسی فریق کے سامنے وہ ساری باتیں واضح نہ کردی جائیں جن کی بناپراس کے خلاف یا اسکے حق میں فیصلہ ہوتا ہے عدل کے تقاضے پورے نہیں ہوسکتے اس لئے کہ ایک لمبا تنازع چلتا رہے گا جیسا کہ آجکل کے عدالتی نظام میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے

(۹):

ولاتتحدث فی مجلس القضاء۔ وآثر تقوی اللّٰہ تعالی علی ماسواہ ۔ فیکفیك اللّٰہ تعالی امور دنیاك وآخرتك۔ ویرزقك السلامۃ۔ و رزقنا اللّٰہ وایاك حیاۃ طیبۃ ومنقلبا کریما

مجلس قضائت میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے بات چیت نہ کرنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تقوی اختیار کرنے کو ہر چیز پر ترجیح دینا۔ یہ بات تمہاری دنیا اور آخرت کے تمام کاموں میں کفایت کردے گی اللہ جل جلالہ تمہیں سلامتی عطا فرمائے۔ اور ہمیں اور آپکو اللہ جل جلالہ حیاۃ طیبہ نصیب فرمائے اور آخرت میں بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔

وصلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد
وآلہ واصحابہ اجمعین









حنفی مذہب کے بنیادی اصول

منقول از

اخبار ابی حنیفہ لصمیری

اور

الانتقاء از ابن عبد البر

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

امام اعظم کے اصول عقائد واجتہاد کے بنیادی اصول جنکو علامہ صمیری نے اپنی کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں اور علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانتقاء کے باب جامع فی فضائل اَبی حنیفہ واَخبارہ میں نقل کیا ہے اور اسکو عام قارئین کے فائدہ کے لئے یہاں نقل کررہے ہیں۔

اور رب ذوالجلال سے اس بات کے امیدوار ہیں کے جب لوگ اسلاف کے راستے کو چھوڑ کر مذہبی بے راہ وروی کے ڈگر پر چلنا خوشی باعث سمجھتے ہیں اس پر ازفتن دور میں مندرجہ ذیل میں لکھی گئی چند باتیں راہنمائی کے لئے امید کی کرن بن سکتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کسی شخص پر بھی تنقید کرنا بہت آسان ہے لیکن کسی بھی شخص کے اصول وضوابط کو سمجھ کر اس پر تنقید کرنا اور اس کے متبادل اصول پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے ورنہ آج حضرت امام اعظم پر تنقید کرنے والوں کی کمی نہیں بلکہ آج ہر شخص جو بڑا بننے کی فکر میں ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے پر تنقید کرے اور امت میں بہت بڑا شخص بن جائے اللہ سبحانہ وتعالی اس قسم کی حرکات اور عادات سے ہماری حفاظت فرمائے

(۱) : قال العلاء بن عصیم:

قلتُ لوکیع بن الجراح : لقد اجترأت حین قلتُ : الایمان یزید وینقص ولقد اجتراء ابوحنیفة حین قال : الایمان قول بلا عمل ، یرید ان العمل لا یسمی ایمانا ، وانّمایسمی عند التّصدیق أیماناً

میں نے امام وکیعؒ سے کہا آپکی بڑی جرأت ہے جو آپ کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہو جاتی ہے۔اور امام ابوحنیفہ نے بھی بڑی جرأت کی جوانہوں نے کہا ایمان زبان سے کہنے کا نام ہےعمل کواس میں شامل نہیں کیا جائے گا۔انکے کہنے کی وجہ توسمجھ میں آتی ہےلیکن آپکے کہنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ۔اور وہ یہ کہ انکے نزدیک عمل کوکسی نے ایمان نہیں کہالہذا اسکو ایمان جزوقرار دینا بھی درست نہیں ہے ۔البتہ دل کی تصدیق زبان سے اقرارکالازمی جزوہےاس لئے اسکوایمان میں شامل کیا جاتا ہے۔

....

اس مسئلے میں دواختلاف ہیں

پہلا : ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے یانہیں اس میں امام اعظم کی رائے ایمان کے کم یا زیادہ نہ ہونے کی ہے،اوریہی بات حق اورقرین قیاس بھی ہے۔

دوسرا:اعمال ایمان کا جز ہیں یانہیں ؟امام اعظم اعمال کو ایمان کا جزنہیں مانتے۔

(٢) : عن ابی عبد اللہ محمد بن شجاع

قال سمعت اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمان فی حلقة ابی حنیفة بالکوفة یقول : قال ابوحنیفة ھذا الذی نحن فیه رأی ، لا نجبر احداً علیه ولا نقول یجب علی احد قبوله بکراھة ، فمن کانت عندہ شیء أحسن منه فلیأت به۔

اسماعیل بن حمادؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے انکے حلقۂ درس میں سنا کہ اس معاملہ میں ہماری اپنی رائے ہے اور اس کے اختیار کرنے پر ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ ہم کسی سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بلا سوچ سمجھے ہماری بات مانے۔ ہاں اگر اس سے بہتر کوئی بات ہو تو سامنے لائے تا کہ ہم اس کا بھی اندازہ کیا جا سکے

....

فائدہ:

امام اعظم کا جواب دینے کا کس قدر حسین انداز ہے۔ سبحان اللہ!

کاش آج ہم اسکو اختیار کر کے بہت سارے مسائل سے جان چھڑا سکتے ہیں بلکہ جب بھی ہمارے احناف کے طریقۂ کار سے کسی کو اختلاف ہو تو اس اختلافی رائے اور ہماری رائے کو سامنے پیش کرے خالی تنقید باندھنا جو آج کل عام لوگوں کا وطیرہ بن چکا ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ اس کی بات کی کوئی اہمیت باقی رہ جاتی ہے۔

(۳) : عن یحی بن ضُرِیس

یقول شهدتُّ سفیان الثّوری وأتاه رجلٌ فقال له ما تنقم علی أبی حنیفة ؟ قال له ، وما له ؟

قال سمعته یقول : آخذ بکتاب اللّٰه فما لم اجد فبسنة رسول اللّٰه ﷺ فما لم أجد فی کتاب اللّٰه ولا فی سنة رسول اللّٰه ﷺ اخذت بقول اصحابه آخذ بقول من شئتُ منهم وأدع من شئت منهم ولا أخرج من قولهم الی قول غیرهم

یحی بن ضریسؒ فرماتے ہیں کہ میں سفیان ثوریؒ کے پاس تھا کہ انکے پاس ایک آدمی آیا اوران سے کہنے لگا کہ آپ ابوحنیفہؒ پرتنقید کیوں کرتے ہو ؟انہوں نے کہا یہ کیا بات کہہ رہے ہو؟

آپ نے فرمایا: امام صاحب فرماتے ہیں میں اپنے معاملات میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے جواب تلاش کرتا ہوں اور جو بات وہاں سے نہ ملے تو سنت رسول اللہ ﷺ سے لیتا ہوں اور جب کوئی بات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں سے نہ ملے تو اقوال صحابہ میں اس انداز سے نقل کرتا ہوں کہ جو ان میں عمل کے لئے زیادہ موزوں ہو اسکو اختیار کرتا ہوں اور جو موزوں نہ ہو اس کو ترک کردیتا ہوں۔

(٤): عن يحى بن ضريس

قال شهدت سفيان الثورى واتاه رجل له مقدارٍفى العلم والعبادة فقال له يا اباعبد الله ما تنقم على ابى حنيفة ؟قال وماله ؟

قال سمعته يقول قولاًفيه انصاف وحجة وانى آخذ بكتاب الله اذا وجدته فمالم اجده فيه أخذتُ بسنّة رسول الله ﷺ والاثار الصحاح عنه التى فشت فى أيدى الثّقات عن الثّقات فاذا لم اجد فى كتاب الله ولا سنة رسول الله اخذت بقول اصحابه من شئت وادع قول من شئت ثم لا اخرج عن قولهم الى قول غيرهم فاذا انتهى الامر الى ابراهيم و الشعبى والحسن وعطاء وابن سيرين وسعيد بن المسيب وعدد رجالا فقوموا قد اجتهدوا فلى ان اجتهد كما اجتهدوا قال :فسكت سفيان طويلاً ثم قال كلمات برأيه ما بقى فى المجلس احد الا كتبها

یحی بن ضریسؒ فرماتے ہیں میں سفیان ثوریؒ کے پاس تھا کہ انکے پاس ایک ایسا آدمی آیا جوعلم وعبادت کرنے والا لگتا تھا۔اوران سے کہنے لگا کہ آپ ابوحنیفہؒ پرتنقید کیوں کرتے ہو؟انہوں نے کہا یہ کیا بات کہہ رہے ہو؟

آپ نے فرمایا:

میں نے امام صاحبؒ کو ایسی بات فرماتے ہوئے سنا جس میں انصاف اور حجت ہےاوروہ یہ ہے کہ جب مجھے اپنے دینی معاملات میں کو

مشکل درپیش ہوتو میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے اس کا حل تلاش کرتا ہوں اور اگر وہاں سے نہ ملے تو ایسی سنت رسول اللہ ﷺ سے لیتا ہوں جو آثار صحاح میں سے نقل کیا جائے اور جو ثقات سے ثقات کے ذریعے آگے نقل کیا گیا ہو۔اور جب کوئی بات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہ ملے تو اقوال صحابہ میں اس انداز سے نقل کرتا ہوں کہ جو ان میں عمل کے لئے زیادہ موزوں ہو اسکو اختیار کرتا ہوں اور جو موزوں نہ ہو اس کو ترک کر دیتا ہوں۔

انکے بعد کسی کے اقوال کی طرف دھیان نہیں دیتا۔اور جب ابراہیم ، شعبی ، حسن ، عطاء ، ابن سیرین اور سعد بن مسیّب اور اسی طرح کے کئی افراد کا نام لیا اور کہا کہ جب انکی بات آتی ہے تو ہم ان کی بات کو آنکھیں بند کر کے نہیں لیں گے ، اس لئے کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا ہے اور ہم نے بھی اجتہاد کیا ہے اور ہمارا انداز اجتہاد انہی کی طرح ہے۔ یہ بات کہہ کر سفیان ثوری کافی دیر تک خاموش رہے اور اسکے بعد ایسے کلمات ارشاد فرمائے کہ حاضرین مجلس میں سے سبھی نے اسکو قلم بند کیا ہے۔



تصانیف حضرت مفتی رشید احمد العلوی

١: شرح عشرين لابى حنيفه

٢: شرح الفقه الاكبر

٣: شرح الفقه الابسط ازابومنصورماتریدی وگیسودراز

٤: امام اعظم کی وصیتیں اور نصیحتیں مجموعة الوصاياء

٥: اربعين ابى حنيفه (ايمان ،عبادات،معملات)

٦: جامع المسانيد تجريد اسنادوترقيم جديد

٧: نماز کے مسائل خلاصه اور شروط بمع ضميمه

٨: مجموعه الفقه الاكبر:اول تصانيف الامام الاعظم

٩: مجموعه الفقه الاكبر :دوم معروف المتن المعتبرة

١٠: علامات اهل السنت

١١: قواعد الاحكام قواعد فقه حنفى



تمہید وصیّت

بنام یوسف بن خالد السّمتی



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امابعد امام اعظم نے جہاں اور مختلف احباب کو اپنی قیمتی نصائح سے نوازا وہاں آپ نے اپنے معاندین کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا کہ دشمن آپ کے دوست بن گئے اور مخالف آپ کے مطیع اور فرمانبردار بن گئے انہیں میں ایک اہم نام امام یوسف بن خالد السمتی ہے جو اپنے اساتذہ سے امام صاحب کی مخالفت سن سن کر امام اعظم کے مخالف بن چکے لیکن حالات نے انکو امام اعظم کی بارگاہ میں جبہ سائی پر مجبور کر دیا انکی داستان چشم کشا انہی کی زبانی مندرجہ ذیل میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے

ہلال بن یحیٰ الرّائے بصری فرماتے ہیں:

میں نے امام یوسف خالد السمتی کو فرماتے ہوئے تاکہ بعض مسائل میں میرا افقیہ بصری عثمان البتی سے اختلاف ہو گیا اور وجہ اختلاف یہ تھی کہ وہ امام حسن بصری اور ابن سیرین اور دیگر علمائے بصرہ کی رائے کے موافق عمل کیا کرتے تھے اور میں انکی اس رائے اور انکے اس طریقۂ کار سے

اختلاف کیا کرتا تھا اور اس بات میں ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا کرتا تھا۔ جب ہمارا یہ مسئلہ نا قابل حل حد میں پہنچ گیا تو میں نے اپنے استاد سے کوفہ جانے کی اجازت چاہی تاکہ وہاں کے مشائخ سے استفادہ کروں اور انکی آراء سن کر غور و فکر کروں۔

اولاً تو انہوں نے مجھے اجازات دینے سے انکار کر دیا لیکن جب میری سچی طلب اور عزم مصمم دیکھا تو مجھے اجازت دیتے وقت شرط یہ لگائی کہ میں حصول علم کے لئے کسی اور کے پاس جانے کی بجائے سیدھا امام اعمش کے پاس جاؤں۔

جب میں کوفہ شہر میں پہنچا تو سب سے پہلے میں امام سلیمان اعمش کی خدمت میں حاضر ہوا اسکی دو وجہیں تھیں:

پہلی: یہ کہ میرے استاد نے مجھے یہ کہتے ہوئے سفر کی اجازت دی تھی کہ میں انہی کے پاس جاؤں کیونکہ وہ علم حدیث میں اپنے وقت کے سب سے بڑے امام ہیں۔

دوسری: یہ تھی کہ مجھے علم حدیث میں کچھ اشکالات تھے علمائے بصرہ جس کا جواب دینے سے عاجز آ چکے تھے۔

آخر کار میں جب امام اعمش کی مجلس میں پہنچا تو وہ کہیں سفر میں گئے ہوئے تھے اور انکی نیابت کوئی انکا شاگرد کرتا تھا جس نے میرے سوالات کو سن کر مجھے یوں جواب دیا کہ میں

''آپ کے سوالات امام تک پہنچادوں گا اور وہ اسکا جو جواب بھی دیں گے وہ آپ تک پہنچادیا جائے گا''

کہہ کر خاموش کروادیا گیا۔ جب امام اعمش واپس تشریف لائے تو میرے سوالات سن کر مجھے اپنے پاس بلایا، میں جب آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا

"لعلّك تقول أنّ أهل البصرة أعُلم من أهل الكُوفَةِ كلاّ وربّ البَيت الحَرام مَا ذلك كما حدّثَك نفسك"

المناقب لمکی:۲/۱۰۱

شائد تیرے ذہن میں یہ بات ہو کہ اہل بصرہ اہل کوفہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں، بیت الحرام کے رب کی قسم ہرگز ایسی بات نہیں جو تیرے دل میں آ گئی ہے۔

بلکہ قصہ گو، اور تعبیریں نکالنے والوں، اور نوحہ گروں کی باتوں میں آ جانے کی وجہ سے تو نے بصرہ چھوڑا ہے انکے ان الفاظ سے مراد حسن بصری ابن سیرین اور قتادہ اعمی وغیرہ تھے۔

اور غصے سے بھری بلند آواز سے فرمایا:

اللہ کی قسم اہل کوفہ میں ایک شخص کے ہونے سے اہل عرب ہی نہیں بلکہ انکے موالی بھی وہ مسائل جانتے ہیں جو حسن بصری، ابن سیرین، قتادہ الاعمی، اور البتی وغیرہ بھی نہیں جانتے!

ان کلمات کے دوران امام اعمش کی آواز بہت بلند تھی اور قریب ہی عصاء پڑا ہوا تھا جس کی بناء پر مجھے ڈر محسوس ہو کہ کہیں یہ عصا اٹھا کر مجھے مارنا نہ شروع کر دیں!

اس کے بعد اپنے تلامذہ اور حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اذهبُ بـه الى مجلس نُعمان ، فوالله لو رأى أصغر أصحابه علم انّه لو قام لأهل الموقف لوسعهم جواباً۔

المناقب لمکی:۲/۱۰۲

اس ساتھی کو نعمان کی مجلس میں لے جاؤ، اور اسکے بعد فرمایا: اللہ کی قسم اگر انکے دوستوں میں سے سب سے کم علم والے سے بھی اس قسم کی باتیں پوچھو گے تو وہ آپکو مکمل راہنمائی کر دے گا۔

یہ بات امام اعمش نے جس انداز میں مجھے کہی یہ سن کر میرے دل میں اس قدر رعب چھا گیا جس کو میرے اور اللہ جل جلالہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جس آدمی نے مجھے امام نعمان کی مجلس میں لیکر جانا تھا وہ اٹھا اور میں بھی مسجد سے اس کا پیچھا کرتے ہوئے باہر نکل آیا اور اس کے ساتھ چلنے لگا۔

جب وہ شخص مجھے لیکر کچھ فاصلے تک پہنچا ہے تو اس نے مجھے کہا کہ نعمان تو قبیلہ بنی حرام میں رہتے ہیں اور ان کو اللہ جل جلالہ نے وہ غضب کی استعداد دی ہے کہ جو سوال تم کر رہے ہو ایسے سوال چاہے جتنے چاہو کر وہ

تمہیں اسکا فورا جواب دیں گے۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے اساتذہ سے زیادہ علم اللہ جل جلالہ نے ان کو دیا ہے۔اور میں مصروف ہوں مسجد میں آپ کے ساتھ زیادہ دیر ٹھہر نہ سکوں گا لہذا آپ یہاں سے سیدھا قبیلہ بنی حرام کا پوچھ کر انکی مسجد میں چلے جائیں اور وہاں امام نعمان سے آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔

یوسف بن خالد فرماتے ہیں کہ: میں اکیلا ہی پوچھتے پچھاتے ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے قبیلہ کے طرف بڑھتے ہوئے سب آخر میں آباد قبیلہ بنی حرام کی جامع مسجد میں عصر کے وقت جا پہنچا اور مسجد میں بیٹھ کر کسی ایسے شخص کا انتظار کرنے لگا جو آئے اور میں اس سے امام نعمان کے بارے میں دریافت کرسکوں۔ جب عصر کا وقت ہوا تو ایک ادھیڑ عمر خوبصورت اور چہرے مہرے والا صاف اور عمدہ لباس میں ملبوس شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے عام لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے ملتے جلتے حلیئے والا ایک نوجوان بھی تھا جب وہ میرے قریب پہنچے تو انہوں نے مجھے سلام کیا اور اذان کی جگہ کھڑے ہوکر خوبصورت انداز میں آذان دی انکے آذان دینے کے انداز سے مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہی امام ابوحنیفہ ہیں

اذان کے بعد انہوں نے دو رکعات اس انداز میں ادا کیں جو حسن بصری اور ابن سیرین کے انداز سے مختلف نہ تھیں،اور جو لڑکا آپکے ساتھ تھا اسنے بھی دو رکعات ادا کیں۔ بعد ازاں آپکے سارے شاگرد جمع ہو گئے اور

عصر کے لئے اقامت کہی گئی اور انہوں نے خود عصر کی جماعت کروائی انکی نماز اہل بصرہ کی نماز کے انداز سے مختلف نہ تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے محراب میں اپنا منہ لوگوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ہر ایک سے فرداً فرداً حال دریافت کیا اور میری باری آئی تو فرمانے لگے۔

تم یہاں مسافر معلوم ہوتے ہو؟

میں: جی میں واقعی مسافر ہوں۔

فرمایا: اہل بصرہ میں سے لگتے ہو؟

میں: جی ہاں واقعی میں بصرہ سے آیا ہوں۔

فرمایا: یقیناً آپکو ہماری مجالس میں حاضر ہونے سے منع بھی کیا گیا ہوگا؟

میں: جی آپ کی رائے بالکل درست ہے۔

فرمایا: آپکا نام کیا ہے؟

میں: میں نے اپنا نام ونسب سے آگاہ کیا۔

فرمایا: آپکی کنیت کیا ہے؟

میں: نے اپنی کنیت سے آگاہ کیا۔

فرمایا: کیا آپ بصرہ کے معروف البتّی سے مختلف ہو یا وہی ہو؟

میں: جی میں اس سے مختلف ہوں۔

فرمایا: اگر البتّی کی مجھ سے ملاقات ہوجائے تو اپنی فقہ کے بہت سارے اقوال تبدیل کرلیتے۔ اور کئی اقوال ویسے ہی ترک کردیتے۔

اس مکالمے کے بعد فرمایا:

اب آپ فرمائیں کیا معاملہ ہے؟ اور کس وجہ سے آپ کو ہماری طرف سفر کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ؟ تا کہ پہلے آپ کو جواب دوں

فَاِنّ لكَ وَحُشَةُ الغربة ، وَحَقٌّ لِمِثلِكَ مِنَ الْمُتَفَقّهَةِ التقدم وَلِكُلّ دَاخِلٍ دَهُشَةٌ وَلِكُلّ قَادِمٍ حَاجَةٌ۔

المناقب لمکی:۲/۱۰۲

کیونکہ آپ کو سفر کی وجہ سے بے چینی بھی برداشت کرنی پڑی ہوگی ۔ اور آپ جیسے مسافر کو ترجیح دینے والی بات قابل فہم بھی ہے ۔ کیونکہ ہر آنے والے کیلئے نئی جگہ پر وحشت اور خوف ہوتا ہے اور اس کے آنے کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے ۔

اس کے بعد میں نے ان سوالات کا سلسلہ شروع کیا جن کے بارے میں مجھے تشویش تھی اور انکا جواب نہیں مل رہا تھا ۔

امام اعظم نے ان تمام سولات تسلی بخش جوابات دئے ۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے وہ سارا واقعہ بھی امام اعظم کے گوش گزار کیا جو میرے ساتھ امام اعمش کے ہاں پیش آیا تھا اور کس انداز میں انہوں نے اہل بصرہ کو آڑے ہاتھوں لیا تھا ۔

امام اعظم نے فرمایا اللہ ابو محمد کی حفاظت فرمائیں شائد وہ چاہتے ہیں کہ انکے شہر کا نام ان کے نام کے بغیر لیا جائے انکی مثال تو ایسے ہے کہ:

وأذا تكون عظيمة أدعي لها   واذا يحاس الحيس يدعى جندب

اور جب انکے درپیش کوئی بڑا عظیم کام ہوتا ہے تو مدد کے لئے پکارتا ہے۔ اور جب کوئی ذلیل اور کم تر کام درپیش ہو جائے تو مکڑی کی مانند جانتے ہیں اس کے بعد فرمایا:

ولئن كان الحسن وابن سيرين فاضلين كان كلّ واحد منهما يتكلم فى صاحبه بما يصدق قول أعمش

قد كان ابن سيرين يعرض بالحسن المعتزلي ويقول: يأخذ الجوائز من السلطان، ويروى بالمحالات، ويفتي بالهوى، ويقول بالقدر كأنّه الله فى الارض يتفرد بفعله دون ربه، ويروى عن على كأنّه رأه، وعن سمرة كأنه شاهده، ويقول بفضل عثمان كأنّه من مواليه، أعاذنا اللّٰه واياكم منه۔

اور باوجود اس کے کہ حسن اور ابن سیرین دونوں عالم و فاضل ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے بارے جو کہہ رہا ہے وہ اصل میں اعمش کے قول کی تصدیق کرر ہے ہیں۔

ابن سیرین کا حسن معتزلی پر یہ اعتراض کرنا اور کہنا کہ: وہ بادشاہوں سے تحفے لیتا ہے۔ اور ناممکن روایات بیان کرتا ہے۔ اور خواہشات کے مطابق فتوی دیتا ہے۔ اور تقدیر کے مسئلے میں ایسے انداز سے بات کرتا ہے کہ شائد وہ اپنے آپ کو زمین کا معبود جانتا ہے اور اپنے سارے کام بجائے

اس کے پروردگار کے وہ خود ہی کرتا ہے۔ اور حضرت علیؓ سے ایسے روایات بیان کرتا ہے جیسے انکو اسنے دیکھا ہوا ہو۔ اور حضرت سمرہ سے یوں روایات بیان کرتا ہے جیسے ان کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور حضرت عثمان کے فضائل ایسے بیان کرتا ہے جیسے ان کے موالی میں سے ہو۔ ﷲ تعالی مجھے اور آپ کو ایسی لایعنی باتوں سے محفوظ فرمائے جسکی کوئی بنیاد نہ ہو۔

اور حسن بصری ان احناف کے بارے میں ہر وقت اسی طرح بولتے رہتے تھے کہ ایک دن ان کی مجلس میں خالد الحذاء کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے اے ابن سیرین ٹھہرو ذرا صبر کرو ٹھہرو: کب تک تم اس شخص کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرتے رہو گے؟

قسم بخدا حقیقت یہ ہے کہ اسنے جس سال حج کیا تھا اس وقت اس نے مسئلہ قدر سے توبہ کی تھی اور اس وقات وہاں ایوب سختیانی، مالک بن دینار، محمد بن واسع موجود تھے جب انہوں نے توبہ کر لی اور اللّٰہ جلالہٗ بھی سچے دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا ہے:

لاتُعیرُوا احداً بِما کان فیه من الکُفر، فان الاسلام یهدم ما کان قبله من الشّرك۔

کسی شخص کو ایسی باتوں سے شرمندہ نہ کیا کرو جو اسلام لانے سے پہلے اس کے ساتھ شرک یا کفر کی وجہ سے تھیں کیونکہ اسلام سے پہلے کے سارے گناہ

اور کفر وشرک تک کو مٹا دیتا ہے۔

اس کے بعد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا:

ما اعجب ما قال خالد ، وهذا محمد بن واسع ، وقتادة وثابت البناني ، ومالك بن دينار ، وهشام بن حسان ، وايوب وسعيد بن ابى عروبة وغيرهم يذكرون ان الحسن لم يتب عن القدر حتى مات۔

اس کے بعد امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

جو خالد نے کہا ہے وہ قابل تعجب نہیں ہے اسلئے کہ یہ محمد بن واسع۔ قتادہ۔ثابت البنانی۔ مالک بن دینار۔ھشام بن حسان۔ایوب۔سعید بن ابی عروبہ۔وغیرہم یہ سب حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ حسن نے مسئلہ قدر سے توبہ نہیں کی اور اسی حالت میں وہ فوت ہوئے ہیں

وهذا عمرو بن عبيد ، و واصل بن عطاء وغيلان بن جرير ويونس بن بشير يدعون الناس الى مذهب الحسن هلم اهل البصرة جرّا على المذهب ۔ فارتفع قول خالد من هؤلاء وقد قيل ان خالد تمذهب هذا المذهب ايضاً۔

اور اسکی بجائے عمرو بن عبید، واصل بن عطاء، غیلان بن جریر، یونس بن بشیر۔ یہ سب حسن کے مذہب کے داعی تھے اور اسی طرح اہل بصرہ کو اپنے اسی مذہب کی دعوت دے رہے ہیں اور خالد کی بات ان میں سے ذرا بلند ہوگئی ہے ورنہ کہا تو خالد کے بارے میں بھی یہی جاتا ہے کہ اس نے انہی

حضرات کا مذہب اختیار کرلیا تھا

وکان الحسن یعرض بابن سیرین یقول یتوضأ بالقربة ویغتسل بالراوية صبا صبا دلكا دلكا تعذيبا لنفسة وخلافا لسنة نبيه ﷺ يعبر الرؤيا كأنه من آل يعقوب عليه السلام

اور حسن ابن سیرین پر یہ اعتراض کیا کرتے تھے:

کہ وہ کہتے ہیں نیکی اور قربت کے بعد بھی نیا وضو لازم ہے۔ اور غسل کے بارے میں خشک غسل کے قائل ہیں تھوڑا تھوڑا پانی انڈیلنا اور جسم کو مل مل کے ایسے دھونا کہ اس سے اپنے آپ کہ تکلیف محسوس ہو اور یہ بات سنت نبویہ کے باکل خلاف ہے۔ اور تعبیر ایسے بتاتے ہیں کہ گویا وہ آل یعقوب میں سے ہیں۔

فدع عنك أيّها الرّجل هذا ، وهلمّ الخطب فيماقصدتَ له ، وتعلم من العلم مالم يسعك جهله ، أن الأمم قبلكم وقبلناما أجتمعت ولا تجتمع أبداً ، والله عزّوجل يقول

﴿ولا يزالون مختلفين الا من رحم ربك ولذلك خلقهم﴾

ولولا ماجرت المقادير واختلف الطبائع مااختلفتُ ولكن

﴿كل يعمل على شاكلته فربكم أعلم بمن هوأهدى سبيلاً﴾

ثم سكت ـ

اور اے اللہ کے بندے اس قسم کی باتوں کو چھوڑ دے

سوال: آپکی مسئلہ قدر جس میں اہل بصرہ اہل کوفہ سے اختلاف کرتے ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں اسکے بارے میں کیا رائے ہے؟

اور اسی طرح کی باتیں خطیب کیا کرتے ہیں اور تو ان میں نہ پڑا کر بلکہ ایسا علم حاصل کرنے کی کوشش کیا کر جس کے سواء کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اور آپ سے پہلے کی امتوں میں اتفاق ہوا ہے اور نہ کبھی ان میں اتفاق ہوسکتا ہے اس لئے کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

''اور وہ ہمیشہ آپس میں مختلف رہتے رہے مگر وہ جس پر اللہ جل جلالہ نے رحم فرمایا ہوگا اور اسی لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے''

اور تقدیر کا مسئلہ یوں جاری نہ ہوتا اور طبیعتوں میں اس طرح اختلاف نہ ہوتا تو لوگوں میں کبھی اختلاف اور فرقے پیدا نہ ہوتے۔

''ہر کوئی اپنے طریقے کے مطابق عمل کر رہا ہے اور تمہارا پروردگار زیادہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس کو سیدھا راستہ ہدایت کرنے والا ہے۔

قال: اهل البصرة واهل الكوفة اختلفوا فى القدر على ما علمتَ كبر عمرا عن طوق ۔

پھر فرمایا اہل بصرہ اور اہل کوفہ آپس میں مسئلہ تقدیر میں اختلاف کرتے رہے ہیں جیسا کہ تو اس بارے میں جانتا ہے اور اسی طوق میں گردن پھنسائے انکی عمر گزر گئی ہے۔

و هذه المسئلة قد استصعب على النّاس فانّى يطيقونها هذه

مسئلة مقفلة قد ضل مفتاحها فان وجد مفتاحها عرف وعلم مافيها ولن يّفتح الا بخبر عن الله تعالى ويأتى ببرهان وبيّنة بماعنده وقد فات ذلك والعقول قد اختلف ، والذين نقول فى ذلك قولا متوسطا بين قولين اينما مال مَلتُ معه ، اقول كما قال ابو جعفر محمدبن علی رضوان الله عليه:

یہ مسئلہ لوگوں کے لئے مشکل ترین مسائل میں سے ایک ہے میں نے اسکو کھولنے کی کوشش کی تھی مگر مجھ سے اس کی چابی گم ہوگئی تھی اور جب مل جائے گی تو میں بھی جان لوں گا اور معلوم ہو جائے گا کہ اس میں کیا ہے؟ اور یہ مسئلہ کھل سکتا ہے اور اسکی چابی اللہ جل جلالہ کی طرف سے راہنمائی ہے اور اسی کی طرف سے دلائل اور براہین ہیں جس کا وقت اب ختم ہوگیا ہے۔ اور عقلیں مختلف ہیں۔ اور ہم اس بارے میں ایک درمیانی بات کرتے ہیں اور وہ بات ہمیں جس طرف موڑ دے ہم اسکے ساتھ ہی مر جاتے ہیں اور اس بارے میں ہم امام ابوجعفر محمد بن علی کی بات کافی سمجھتے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا:

"لاجبر ، ولا تفويض ، ولا تسليط ، والله تعالى لايكلف العباد مالا يطيقون ، ولا اراد منهم مالا يعلمون ، ولاعاقبهم بمالا يعملوا ، ولا يسئلهم عما لم يعلموا ، ولارضى لهم بالخوض فيما ليس لهم به علم"

''نہ اعمال میں جبر ہے، نہ تفیض اعمال ہے، نہ اعمال کا مسلط کیا جانا ہے، نہ اللہ جل جلالہ بندوں کو ایسے کام کا مکلّف بناتے ہیں جس کی وہ طاقت نہ رکھتے

ہوں۔ نہ ہی اللہ ﷻ ان سے کسی ایسے عمل کا ارادہ چاہتے ہیں جو وہ جانتے نہ ہوں، نہ ایسے کاموں کی سزا دیتے ہیں جس کو وہ جانتے نہ ہوں، نہ ان سے اسی بات کا سوال کریں گے جسکو وہ جانتے نہ ہوں، اور جس کے بارے میں بندوں کو علم نہ ہو اس کے بارے میں غور وخوض کا حکم بھی نہیں دیتے''

واللّٰہ أعلم بمانحن فیه والصواب الّذی عنده ونحن مجتهدون وکل مجتهد مصیب لأنه لا یکلفهم الاجتهاد فیما لیس لهم به علم، واللہ ولی کل نجوی والیه الرغبة کل راغب وفقنا اللّٰہ وایاك لما یحب ویرضی۔

اور اللہ بہتر جانتے ہیں کہ ہم جس راستے پر ہیں اور اس کے نزدیک درست کیا ہے ہم مجتہد ہیں اور ہر مجتہد راہ صواب پر ہوتا ہے اس لئے کہ مجتہد کو اسی بات کے اجتہاد کا حکم نہیں دیا جاتا جو اسکے علم میں نہ ہو اور اللہ ہر چھپی ہوئی بات کو جانتے ہیں اور ہر رغبت کرنے والے کی رغبت اسی کی طرف ہوتی ہے اور اللہ ﷻ ہماری موافقت کرے ہر اس کام میں جس سے وہ راضی ہو جائے اور محبت کرنے لگے

اس کے بعد امام اعظم میرے پاس سے اٹھ گئے کیونکہ نماز مغرب میں تاخیر ہو رہی تھی اس کے بعد آپ نماز کی تیاری اور آذان میں مشغول ہو گئے اور اس کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی اور آپ تسبیحات اور نوافل میں مصروف رہے یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو گیا نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد

ایسی جگہ تشریف لے آئے جہاں پہلے نماز ادا نہیں کی تھی اور دو رکعات مختصر ادا کیں اور اس کے بعد مسجد سے باہر نکلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے میرا بازو پکڑ لیا۔

سوال: پوچھا کہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟

جواب: میں نے وہ جگہ بتائی جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا۔

سوال: آپ دار الخزازین میں میری دوکان کے قریب والے میرے مکان میں منتقل ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی ضرور ہو سکتا ہوں۔

اس کے بعد امام اعظم نے اپنے تلامذہ میں سے کسی سے کہا اسکو لے جائیں اور وہ جگہ دیکھیں جہاں انہوں نے رات کا قیام کرنا ہے اور دیکھو انکو رات میں کس قسم کے مسائل درپیش ہیں اور انکو حل کیا جا سکے اور اس کے ہمسائیوں کو اس کے مقام سے آگاہ کرو اور اگر تم میں سے کوئی چاہے تو رات اس کے ساتھ گزار سکے تاکہ صبح ہی اسکو میری بتائی ہوئی رہائش میں منتقل کیا جا سکے۔

اسکے بعد آپ نے مجھے الوداع کہا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے

میں اس کے بعد اپنے ساتھی کے ساتھ روانہ ہوا اور جب میں اپنی رہائش پر پہنچا تو میرے ساتھی نے سرائے کے مالک کے ساتھ میرے بارے میں وہ ساری بات کی جو امام اعظم نے اسکو سرائے کے مالک کے ساتھ کرنے کے لئے کہا تھا اور اسکو میری ساری ضروریات کے پورا کرنے کو

کہا اور مجھے بھی کچھ مال دیا اور ایک خادم دیا اور جو امام ابوحنیفہ نے انہیں کہا تھا وہ سب کچھ مکمل کر دیا۔

جب دوسرے دن صبح ہوئی تو وہی صاحب جو رات کو مجھے وہاں چھوڑ گئے تھے آئے اور میرے ساز و سامان اٹھایا اور دارالخزازین کے قریب میں مجھے منتقل کر دیا اور وہاں مجھے ٹھہرا کر جو میری ضروریات کی تمام اشیاء مثلاً میری چٹائی میرا بستر میرے برتن اور جو میری ضروریات کی دوسری اشیاء مجھے مہیا کر دیں اور امام ابوحنیفہ نے اسی نوجوان کے ہاتھ جو ایک دن پہلے میں نے امام صاحب کے ساتھ دیکھا تھا جب کہ آپ آذان دینے کے لئے تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ایک نوجوان جو آپکے مشابہ تھا اس کے ہاتھ میری طرف ایک تھیلی بھیجی اس میں بہت زیادہ دراہم تھے اور متعدد عام استعمال کے کپڑے اور کچھ کھانے کا ساز و سامان تھا۔

ابوحنیفہ کی عادت تھی میری ضروریات کی دیکھ بھال کرتے اور صرف میری ہی نہیں بلکہ تمام بصرہ سے آئے ہوئے طلبا کی حاجات کو پورا کرتے تھے میں بھی ابوحنیفہ کے پاس وقتاً فوقتاً جاتا اور ان سے حصول علم کرتا تھا اور جب بھی کسی علمی موضوع پر بات ہوتی یا کسی علمی مسئلے میں بحث مباحثہ ہوتا مجھے اس میں ضرور دعوت دی جاتی۔

امام ابوحنیفہ کی عادت مبارکہ تھی کی ہر پیر اور جمعرات اور جمعہ کی ساری رات جامع مسجد میں اللہ جل جلالہ کی عبادت میں گزار دیتے تھے، جامع

مسجد میں آپ کا حلقہ درس نماز فجر سے ظہر اور عشاء سے رات کے پہلے پہر تک ہوتا تھا۔ اور اپنی مسجد میں عصر کے وقت سے مغرب تک کا وقت ہوتا تھا اور آپ ظہر سے عصر تک اپنے گھر کے کام کاج میں گزارتے رہتے تھے۔

آپ کے ہاں نمازوں کی ترتیب یوں تھی کہ ظہر کو جلدی اور مغرب کو دیر سے اور عشاء کو جلدی اور فجر کو روشنی میں اداء کیا کرتے تھے۔ ہفتہ کا دن آپ نے اپنی گھریلو ضروریات کے لئے رکھا ہوا تھا اس دن نہ آپ مجلس میں بیٹھتے اور نہ کاروبار کے لئے دکان پر جاتے تھے اور اس دن صرف اپنے گھر کے کام کاج اور مہمانوں کی خاطر مدارت کیا کرتے تھے، آپ اپنے کاروبار کے سلسلے میں بازار صرف اشراق کے وقت سے ظہر تک تشریف لے جاتے تھے

جمعہ کا دن آپنے اپنے دوستوں کی دعوت کا دن رکھا ہوا تھا سب کو اپنے گھر میں جمع فرماتے اور انواع واقسام کے کھانے ان کے لئے بنائے جاتے تھے اور ان کے لئے عمدہ قسم کی نبیذ بنا کر سب کو پلائی جاتی تھی لیکن آپ ہمارے ساتھ کھانا نہ کھاتے تھے البتہ کچھ نہ کچھ پی لیا کرتے تھے اور آپ خود اپنے اس طریق عمل کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں یہ کام اس وجہ سے کرتا ہوں تاکہ تم شرم محسوس نہ کرو۔

آپ بذات خود انواع واقسام کے پھل کھانے اٹھا اٹھا کر انکے سامنے رکھتے جاتے تھے اور آپ کھلے مزاج کے سخی طبعت حسین چہرے اور

عمدہ کپڑوں میں ملبوس بہترین خوشبو استعمال کیا کرتے تھے آپ ہر ماہ ہماری دعوت اسی طرح کیا کرتے تھے، آپ کے بارے میں بہت ساری احادیث بھی ذکر فرمائیں جنکو طوالت کے ڈر سے یہاں بیان نہیں کر رہے ہے۔

علامہ سمتی فرماتے ہیں کہ میں روزانہ امام ابو حنیفہ کے پاس حاضری دیتا تھا اور میں نے ان کے ساتھ اس انداز میں وقت گزارا کہ وہاں کے سب لوگ میرے دوست بن گئے اور میں نے اس قدر اچھے انداز میں ان کے درمیان تعلقات پیدا کئے کہ انکی اولادیں بھی میری دوست بن گئیں۔

ایک ایسا وقت آیا کہ میں اپنے علاقہ بصرہ واپس جانے کے لئے حضرت امام ابو حنیفہ سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا:

حتى أخلّى لك نفسى ، فأتقدم اليك بالوصيّة فيما تحتاج اليه فى معاشرة النّاس ، ومراتب اهل العلم ، وتأديب النفس، و سياسة الرعية ، ورياضة الخاصة والعامة ، وتفقد أمر العامة ، و حتى أذا خرجت بعلمك كان معك آلة تصلح لك ، وتزينه و لا تشينه ۔

تا وقتیکہ میں اپنے آپ کو فارغ کرلوں اور آپ کو کچھ وصیتیں کروں جس کی آپ کو لوگ سے میل ملاقات کے دوران ضرورت پیش آئے گی اور اہل علم کے ساتھ اس کا لحاظ رکھا ضروری ہوگا اور اپنے نفس کو درست کرنے اور لوگوں کے معاملات کو سنوارنے اور ہر خاص و عام کے ساتھ پیش آنے والے معاملات اور عام لوگوں کے نادر قسم کے مسائل اور انکا حل، تاکہ

جب آپ اپنے ایسے علم کولیکر جاؤ گے کہ وہ ایک معیار اور سند کی حیثیت رکھتا ہوتو وہ آپکی زیب وزینت کا باعث ہوگا آپ کے لئے شرمندگی نہ بنے گا

واعلم :انك متى اسأت معاشرة الناس صاروا لك اعداء ولو كانوا لك امهات وآباء ـ وانك متى أحسنت معاشرة قوم ليسوا لك باقرباء صاروا لك امهات وآباء ـ

اور آپ جان لو کہ جب آپ لوگوں کے ساتھ انکے معاشرتی مسائل میں برائی کے ساتھ پیش آؤ گے تو وہ آپ کے دشمن بن جائیں گے خواہ وہ آپ کے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں ،اور اگر آپ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ گے تو لوگ آپ کے لئے غیر ہونے کے باوجود بھی آپ کے لئے ماں باپ کی طرح بن جائیں گے

ثم قال لى : أصبر يومين حتى أفرغ لك نفسى واجمع لك همّى واعرف لك من الأمر ما تحمدنى فى نفسك عليه ولا توفيق الا باللّٰه ـ

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ دو دن صبر کریں تا کہ میں اپنی طبیعت میں یکسوئی پیدا کرلوں اور اپنی ہمت کو یکجا اور آپ کے متعلقہ معاملات کو اچھی طرح جان لوں جس کو جاننے کے بعد آپ واقعی اپنے دل میں خوشی محسوس کرو اور یہ سارا کام صرف اور صرف اللہ جل جلالہ کی توفیق سے ہی ہوسکتا ہے

امام سمتی فرماتے ہیں کہ جب مقررہ وقت پورا ہوگیا تو حضرت امام

ابوحنیفہ نے مجھے علیحدگی میں بلایا اور فرمایا:

أنــا أكشفُ لك عـمّــا تعـرّضـتَ بـه كـأنّي بكَ ، وقد دخلتَ البـصـــــرةَ ، واقبـلـتَ على المخالفالفة بِها، ورفعتَ نفسكَ عليهم ، و تَـطـاوَلـتَ بعِـلـمِكَ لـدَيهـم ، وانـقبـضـتَ عـن مُعاشَرَتِهم ومُخالَطتهم وخَـالَـفتَهُـم وخَـالَـفُـوكَ ، وهَـجَـرُتَهـم وهَجرُوكَ ، وشَتَمتَهُم وشَتمُوكَ ، وضَـلَّـلُتهُـم وضَلُّلُوك وبدَّعُوك ، واتّصلَ ذلكَ الشّين بنَا وبِكَ ، و احتجتَ الـى الهـرب و الاِنُتـقَالِ عَنهُمُ ، وَهذَا لَيسَ بِرَأى ، لأنّه ليس بعَاقل مَن لَم يُدارِ مَن لَيس لَه من مداراته بُدٌّ ، حتّى يجعَل اللّٰه لَه مَخُرجاً

امام سبتی فرماتے ہیں: میں انکی طرف اور یک سوئی کے ساتھ متوجہ ہوگیا اور آپ نے فرمایا:

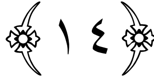
جو مسائل تمہیں درپیش ہونگے میں ان کے حل کے لئے گویا بصرہ میں تمہارے ساتھ ہوں ، اور آپ کو سب سے پہلے اپنے مخالفوں کا سامنا ہوگا، آپ اپنے آپکو ان سے برتر سمجھتے ہوگے اور اپنی علمی سرگرمیاں ان کے سامنے بتاتے ہوگے۔ اور انکے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور میل ملاپ کو ناپسند کرتے ہوگے۔ آپ انکی اور وہ آپکی مخالفت کرتے ہونگے۔

آپ نے ان سے منہ موڑا انھوں نے آپ سے منہ موڑ لیا۔ آپ نے انکو دشنام طرازی کی اور انھوں نے آپ کو گالی گلوچ کیا۔ اور آپ نے انکو گمراہ قرار دیا انھوں نے آپ کو گمراہ کہا۔ تم نے انہیں بدعتی قرار دیا اور جس

کے نتیجے میں برائی نے ہمیں اور تمہیں دونوں کو آلودہ کرلیا۔

اس کے نتیجہ میں آپ نے ان سے راہ فرار اختیار کر کے دوسرے علاقے میں جا ڈیرے ڈالے اور یہ اچھی رائے نہیں ہے اور یہ کوئی عقل کی بات نہیں بندہ ایسی بات سے اعراض کرے جس کے سوا اسکا گزارہ نہ ہوسکتا ہو۔ تاوقتیکہ اللہ جل جلالہ کوئی راستہ نکالے گا۔

سمتی فرماتے ہیں: میں ان مسائل کو سوچ ہی رہا تھا



وصیّتِ امام

بنام

امام یوسف بن خالد السمتی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس کے بعد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا:

(۱): اذا دخلتَ البصرةَ استقبلك النّاس وزارُوك ۔ و عرفُوا حقّك فأنزل كلّ واحد منهم منزلتَه ۔

وأكرم أهل الشّرف ، وعظّم أهل العلم ، وقّرالشّيوخ ، ولاطف الأحداث ، وتقرّب من العامة ، ودارالتّجار، وأصحاب الاخيار ، ولاتتهاونّ بِسُلطانٍ ۔

جب تو بصرہ میں داخل ہوگا تو لوگوں کا ایک ہجوم آپ کے استقبال اور زیارت کے لئے آئے گا اور آپ کی قدر شناسی کرے گا۔لہذا اس وقت ہر ایک کی قدر ومنزلت اوراس کے مرتبے کے لحاظ سے کرنا اور دنیا وی صاحب عزت لوگوں کا اکرام کرنا اور اہل علم کی تعظیم کرنا اور مشائخ کا احترام ملحوظ خاطر رکھنا اور نوعمر لوگوں کے ساتھ محبت کا معاملہ کرنا حاکم وقت کی کبھی بھی توہین نہ کرنا۔

(۲): ولا تحقرنّ أحداً ، ولا تقصرنّ فی اِقامة مرؤتكَ ، ولاتخرجنّ سرّك الی أحدٍ ۔ ولاتثقنّ بصحبةِ أحدٍ حتّی تمتحنَه ، ولاتخادنّ خسیساً ولا وضیعاً ، ولا تألفنّ مایُنكرعلیك فی ظاهره

اور کسی شخص کو بھی حقیر نہ جاننا۔اور کسی شخص کے ساتھ مروّت قائم رکھنے میں کمی نہ کرنا۔اور کسی شخص کو بھی اپنا راز نہ دینا۔

اور کسی شخص کو اپنی مصاحبت کے اور ساتھ کے لئے چننا جب تک اسکو آزمانہ لینا، کسی کم ذات اور غریب پیشہ کو دھوکہ نہ دینا۔جس شخص کا ظاہر قابل التفات نہ ہواس کو قابل التفات نہ جاننا۔

....

فائدہ:

اسی موضوع پر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے نصیحت کرتے ہوئے امام ابو یوسفؒ کو بھی نصیحت فرمائی اور انکو حکمرانوں کے ساتھ محتاط دوستی اختیار کرنے، کسی کو حقیر نہ جاننے اور راہ گزرتے لوگوں کو دوستی کے دھاگے میں پرونے سے منع فرمایا اور ویسی ہی نصائح یہاں امام یوسف بن خالد کو بھی فرمائی ہیں۔لیکن یہاں یہ بھی فرمایا کہ کم ذات سے کبھی بھی فائدہ کی امید نہ رکھنا یہ بہت بڑی اور گہری بات ہے جو پلے باندھے گا فائدے میں رہے گا۔

(٣): و أيّاك والأنبساط الى السّفهآء ، ولاتجيبنّ دعوة ، و لا تقبلنّ هدية ۔

و عليك بالمداراة والصّبر والاحتمال ، وحسن الخلق، وسعة الصدر ۔

واستجد ثيابك كسوتك ، واستفره دابتك ، وأكثر استعمال الطّيب ، واقرب مجلسك ، وليكن ذلك فى اوقات معلومة ،

اور کسی پاگل کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ طبعی کے ساتھ نہ پیش آنا اور کسی کی دعوت نہ قبول کرنا، اور اپنے منصب پر فائز ہونے کی حالت میں کسی سے ہدیہ نہ قبول کرنا۔

اور لوگوں کے ساتھ خاطر داری مصائب پر صبر، اور کسی کی زیادتی پر بدلے کی طاقت کے باوجود صبر کرنا حسن خلق کی عادت بنانا اور عام معاملات میں وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرنا۔

اپنے کپڑے صاف ستھرے اور عمدہ رکھا کرنا اپنے لئے بہترین سواری رکھنا۔ کثرت سے خوشبو استعمال کیا کرنا اور اپنی مجالس جلد جلد منعقد کیا کرنا اور ان کے انعقاد کے لئے کوئی وقت ضرور مقرر فرمالینا۔

(٤): و اجعل لنفسك خلوة ترم بها حوائجك ، وابحث عن اخبار حشمك ، وتقدم فی تقویمهم وتادیبهم ۔

و استعمل فی ذلك الرفق ، ولا تكثر العِتاب فیهُون العَدل ولا تل تأدِیبهم بنفسك فأنّه أبقی لمائك وأهیب لك ۔

اپنے لئے کوئی خاص وقت مقرر کر لینا جس میں اپنی حاجات اور ضروریات پوری کیا کرنا اپنے ملازمین کی احوال کی خبر گیری کرتے رہنا اور انکی درستگی اور تعلیم وتربیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔

انکے معاملات میں نرم خوئی اختیار کرنا اور تند خوئی سے اجتناب کرنا ورنہ راہ اعتدال سے ہٹ جانے کی وجہ سے عدل نہ کر پاؤ گے ،اور انکی کسی لغزش پر بذات خود سزا نہ دینا ورنہ آپ کا رعب ان پر قائم نہ رہے گا اور آپ انکی نظروں میں پر وقار نہ رہ سکو گے۔

....

فائدہ:

امام اعظم نے اپنے لئے خلوت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے یہ زندگی میں اپنا محاسبہ کرنے کا بہترین اصول ہے اس سے آدمی اپنے آپکو راہ راست پر لاسکتا ہے اور درست اور غلط میں آسانی کے ساتھ تمیز کرسکتا ہے اور یہ نبی علیہ السلام کے فرمان پر عمل ہے آپ نے فرمایا

حاسبوا قبل ان تحاسبوا

اپنا محاسبہ کرتے رہا کرو اس سے پہلے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے اعمال کا محاسبہ کیا جائے۔

اور دوسری بات یہ ہے:

ہمیشہ اور ہر حال میں راہ اعتدال کو پیش نظر رکھنا کیونکہ اعتدال انسان کو اللہ تعالیٰ کے قرب میں لے جاتا ہے اور نفس وشیطان کے مکروفریب سے محفوظ کر لیتا ہے

اور اہم ترین بات یہ ہے:

انسان اگر جذبات میں مبتلا ہو کر کوئی کام یا کوئی فیصلہ کرے تو اس پر بعض اوقات ساری زندگی کے لئے پچھتانا پڑتا ہے اس لئے امام اعظم کی نصیحت کہ ساری زندگی کے لئے بہترین اسوہ کی حیثیت رکھتی ہے



(٦): و حافظ على صلواتك ، و أبذل طعامك فأنّه ماساد بخيل قطّ ، و لتكن لك بطانةٌ تعرفك أخبار النّاس فمتى عرفتَ بفسادٍ بَادرتَ الى صلاحٍ و متى عرفتَ بصلاحٍ ازددتَ فيه رغبةً وعنايةً

وأعمل في زيارة من يزورك ومن لا يزورك ، والاحسان الى من يُّحسن أليك أو يُسيء ، وخُذ العفو وأمر بالعُرف ، وتغافل عمالا يَعنيك ، وأترك كلّ من يُّوذيك ۔

اپنی نمازوں کی پابندی کیا کرنا، کثرت سے (اپنے تلامذہ اور دوست واحباب کو) کھانا کھلاتے رہنا اسلئے کہ بخیل آدمی کبھی سرداری والے کام نہیں کرسکتا اپنا کوئی مشیر خاص بنانا جو آپ کو لوگوں کے حالات سے آگاہ کرتا رہا کرے اسکا فائدہ یہ ہوگا کہ جب بھی تمہیں کسی بگاڑ کی خبر معلوم ہوگی تم اسکی بروقت اصلاح اور درستگی کرسکو گے، اور جب کسی خوبی کا علم ہوگا تو اس کام میں رغبت اور توجہ زیادہ کرو گے۔

آپ ہر ایک سے میل ملاقات رکھنا خواہ کوئی آپکے ساتھ میل ملاقات رکھے یا نہ رکھے، اور ہر کوئی جو آپ کے ساتھ اچھائی کرے یا برائی آپ اس کے ساتھ اچھائی ہی کیا کرنا۔ عفو اور درگزر کی عادت بنانا عام لوگوں کو بھی اچھے کاموں کا حکم دینا، لایعنی اور بے کار باتوں سے بے پرواہ رہنا، اور جو شخص تجھے ایذا رسانی کرے اسکے درپئے ایذا نہ ہونا بلکہ اسکو اسکے حال پر چھوڑ دینا۔

(۷): و بادِر فی أقامةِ الحُقوق، ومَن مَرض مِن أخوَانِك فعُد بنفسك وتعاهد برسلك، ومن غَاب مِنهُم أفتقدتَّ أحواله، ومَن قعد مِنهم عنك فلا تقعُدنّ أنت عنه۔

وصِل مَن جفاك۔ وأكرم من اتاك۔ وأعف عمّن أساء اِليك۔ و مَن تكلّم منهم فيك بالقَبِيح فتكلّم فيه اَنت بالحَسن و الجَميل۔

اپنے ذمے میں لازم دوسروں کے حقوق کی بر وقت ادائیگی کیا کرنا۔آپ کے دوست واحباب میں سے اگر کوئی بیمار ہو جائے تو بذات خود اسکی بیمار پرسی کیا کرنا۔اور اپنے قاصدوں کے ذریعے اسکے حالات کی خبر گیری کیا کرنا۔اور ان میں سے جو موجود نہ ہوا ور انکے احوال کی پوری خبر نہ معلوم ہوسکتی ہو تو اسکے احوال کی خبر کی پوری کوشش کرنا،اور جو شخص آپ سے میل ملاقات چھوڑ دے تو آپ اس سے ملنا جلنا نہ چھوڑنا۔

جو شخص تجھ سے بدسلوکی کرے آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی والا معاملہ کیا کرنا۔ جو شخص بھی آپ کے پاس آئے اسکا اکرام کیا کرنا۔ جو بھی آپ کے ساتھ برائی سے پیش آئے آپ اس کے عفو اور درگزر والا معاملہ کرنا۔اور جو شخص آپ کے بارے میں برائی والی بات کیا کرے آپ اس کے بارے میں برائی کی بجائے اچھائی اور بہتری والی بات کیا کرنا۔

(۸): ومَن مَات مِنهم قَضيتَ حقّه ۔ ومَن كانت له فَرحةٌ هَنّيته بها ۔ و مَن كانتُ له مصيبةٌ عَزّيته فيها ۔ ومَن أصابته جَائحَة تُوجعتَ له بها ۔ ومَنِ اسُتَنهضك بِأمرٍ مِن الأُمُور نَهضتَ له۔ ومَن اسُتغاثَك أغثُتَه واَعِنه ۔ ومن أستنصَرك فَانُصُره ۔ وأظهر تودّد الى النّاس مَاأستطعتَ ۔ وأفشُ السّلام وأحسنِ السَّلام ولَو عَلى قَومٍ لِئام ۔

اگرکوئی شخص فوت ہوجائے تو اس کا آپ کے ذمے واجب الادا حقوق لازما ادا کردیا کرنا۔اگرکسی شخص کوکوئی خوشی کا موقعہ میسر آئے تو اس کی خوشی پراسکومبارک بادضرور دیا کرنا۔اوراگرکسی کوکوئی مصیبت یاپریشانی لاحق ہوتو اسکی غم خواری کیا کرنا۔اگرکسی کوکوئی تکلیف پہنچے اسکی دکھ درد میں ضرورشریک ہوا کرنا۔اگرکوئی شخص آپ سے مدد کا طلب گار ہوتو ضرور اسکے ہمراہ ہوجایا کرنا۔اگرکوئی تجھ سے فریادرسی کا طالب ہوا کرے اسکی فریاد کو ضرور پہنچنا۔اگرکوئی شخص تجھ سے مدد کا طالب ہوا کرے اس کی ضرور مدد کی کوشش کیا کرنا۔ عام لوگوں کے ساتھ جہاں تک ممکن ہومحبت اورحسن سلوک والا معاملہ کیا کرنا۔عام لوگوں کوسلام میں پہل کیا کرنا خواہ آپ کا گزر کمینے اور بے اصل لوگوں کے پاس سے ہی کیوں نہ ہوا کرے۔

(۹): ومَتی جَمع بَینَك وبَین غَیرَك فِی مَجلس أو ضَمّك وَایّاهُم مَسجد و جَرت المَسائل وخَاضوا فِیها بِخِلاف مَا عِندك لَم تبد لهم منك خلافا ۔

وان سُئلتَ عنها أخبرتَ بما یَعرفه القوم مِن القَول ثمّ تَقُول فِیها قَول آخر و هُو کَذَا و کَذَا والحَجّة لَه کذَا و کذَا ۔ فإن سَمعُوهُ مِنك عَرَفُوا مَنزِلتك ومَقِدارك فإن قَال هذَا قَول مِن قَول بَعضَ الفُقهَاء ۔ فإذَا استَمرّوا عَلی ذٰلِكَ وَاَلّفُوهُ عَرفُوا مِقدَارك وَعَظّمُوا مَحلّكَ ۔

وَاعط کلّ مَن یختَلف اِلَیكَ نَوعا مِن العِلم یَنظُرون فِیه ۔ ویَأخذ کلّ وَاحِد مِنهُم بِحفظِ شَیء مِن ذلك وخُذهُم بِجَلیّ العِلمِ دُونَ دَقِیقِه ۔

اور جب آپ اور بعض دوسرے اہل علم ایک مجلس میں جمع ہو جایا کریں یا آپ اور بعض دوسرے اہل علم ایک مسجد میں مل جائیں اور ایسی صورت میں سوالات کا سلسلہ شروع ہو جائے اور بعض لوگ آپ کے مسلک اور سوچ کے خلاف مسائل بتانے لگیں تو فوری طور پر ان کے سامنے اپنی رائے کا اظہار نہ کیا کرنا

ہاں اگر ان مسائل کے بارے میں آپ سے بھی رائے لی جائے اور اگر ایسا ہو تو سب سے پہلے انکی وہ رائے سامنے رکھنا جس پر وہ متفق ہو بیٹھے ہیں اور اس کی وضاحت اور اسکی نا درستگی کو اچھے انداز میں عیاں کرنا۔ اور اسکے بعد اس میں یوں اضافہ کرنا کہ اس میں ایک رائے اور بھی ہے اس سے

لوگ فورا آپ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اس کے بعد اس رائے کو احسن طریقے بیان کیا کرنا اور اسکے موافق اور مخالف دلائل بیان کرنا اور موافقت والی جانب کی وجہ ترجیحات بیان کرنا جب وہ آپ سے یہ تفصیلات سنیں گے تو تو آپ کا علمی مقام اور آپ کی قدر و منزلت سے آگاہ ہو جائیں گے اس کے بعد انکو بتانا کہ یہ بھی بعض فقہاء کی رائے میں سے ایک ہے اور آپ کی بات انکے دل و دماغ میں بیٹھ جانے سے وہ آپ کی قدر و منزلت کے دل و جان سے معترف ہو جائیں گے اور آپ کے مسلک کو اختیار کر لیا کریں گے۔

آپ کے پاس ہر آنے والے کو کوئی نہ کوئی علمی بات ضرور بتا دینا جس کے بارے میں وہ سوچ و بچار کیا کرے۔ اور ان کے درمیان علم کی کھلی کھلی باتیں کیا کرنا مخفی اور پیچیدہ باتیں نہ کیا کرنا اس سے انکے ذہن الجھ جایا کریں گے۔

....

اس مقام پر امام اعظم نے اختلاف مسائل کے بیان کے بارے میں عمدہ ترین اصول بیان فرمایا ہے

(۱۰): و آنِسهُم ومازِحهُم احياناً ـ و حادثهُم فانّها تجلِب لك مُودةُ الحَدِيث و تَستَديمُ مُواضِبةُ العِلم ـ و اَطعمهُم احياناً و أقض حَوائجَهم واعرف مِقدَارهم ـ و تَغافل عَن زلاّتِهم ـ و ارفق بِهم و سَامِحهم ـ و لا تُبدِ لاحدٍ منهم ضَيق صدرِك و لا ضَجراً ـ

لوگوں کو اپنے ساتھ مانوس رکھا کرنا، اور کبھی کبھار انکے ساتھ مزاح بھی کرلیا کرنا اور ان کے ساتھ عام باتیں بھی کیا کرنا اس سے ان کے دلوں میں تیری محبت بھر جائے گی اور یوں تیری اشاعت علم کا سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ کبھی کبھار انکی دعوت بھی کر دیا کرنا۔ انکے ساتھ نرم خوئی کے ساتھ پیش آنا اور انکی بھول چوک سے درگزر کیا کرنا۔ اور عام لوگوں میں سے کسی کے ساتھ تنگ نظری اور تند خوئی والا معاملہ نہ کیا کرنا۔

....

لوگوں کے ساتھ عام باتیں کرنے سے امام اعظم نے خود حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس سے لوگ آپ کے ساتھ مانوس ہو جائیں اور آپ کی باتیں بڑے دھیان اور غور سے سنیں گے اور خاص طور سے جب کسی آدمی میں لوگوں کی غلطیاں درگزر کرنے کی عادت ہو تو اس سے لوگ بہت مانوس ہو جاتے ہیں۔

(۱۱): وكُنْ كوَاحد مِنهم ۔ وعَامل النّاسَ مُعامَلتكَ لنفسِك ۔ وَارض مِنهُم مَاتَرضَى لِنفسِك ۔

وَاستعِن عَلى نفسِك بالصّيانَة لهَا والمُراقَبة لاحوَالهَا۔ وَ لَاتضجَر لمن لايضجِرُعليك ۔ ودَع الشّغب ۔ واستمِع لمَن يَستمع منك ۔ ولا تكلّف النّاس ما لا يكلّفُونك ۔

اور عام لوگوں میں سے ایک بن کر رہا کرنا۔لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جوتم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔اور ان سے اسی بات پر راضی ہوجانا جس سے تو خود راضی ہوجایا کرے یعنی اپنے اور دوسروں کے لئے الگ الگ معیار پسندیدگی نہ بنانا۔

حفاظت نفس کی اصلاح نفس کے ذریعے مدد حاصل کرنا۔اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسکے تمام احوال کی درستگی مراقبہ کے ذریعے کیا کرنا۔اور جوشخص آپ سے تنگ دل نہ ہوا کرے آپ اس سے کبیدۂ خاطر نہ ہوا کرنا۔ذو معنی کلام اور فساد پیدا کرنے والی باتیں ترک کردینا۔جو آپ کی طرف دھیان دیا کرے آپ اس کی طرف متوجہ رہنا۔جولوگ آپ سے تکلفات میں نہ پڑا کریں آپ بھی ان سے تکلفات میں نہ پڑنا۔

(۱۲): وَارضِ لهُم مَـا رضُوا لانفُسهم ۔ وقدّم اليهم حُسن النّيّة ۔ وَاستعمَل الصّدق ۔ وأطرَح الكِبرَ جَانباً۔ وأيّاكَ والغَدر وأن غَدرُوا بكَ ۔ وأدّ الاَمَانة واِن خَانُوكَ ۔ و تَمسّك بَالُوفَاء ۔ وَاعُتَصم بالتّقوٰى ۔ وعَاشِر اَهُلَ الاَدُيَانِ حَسبَ مُعَاشرتهم ۔ فَاِنُكَ اِن تمَسّكتَ بِوَصِيّتي هَذا رَجُوتُ اَن تَسُلم ۔

اور لوگوں کے ساتھ اسی طرح کے معاملات پر راضی ہونا جس قسم کے معاملات میں تو ان سے توقع رکھے ۔ ہر ایک ساتھ اچھی نیت کے ساتھ پیش آنا۔سچائی کو اپنا شیوہ بنانا۔

تکبر سے مکمل طور پر اجتناب کیا کرنا۔ دھوکہ دہی سے بچنا چاہے وہ آپ کو دھوکہ دیں۔آپ امانت داری کا شیوہ اپنائے رکھنا چاہے دوسرے لوگ آپ کے ساتھ خیانت کیا کریں۔وفاداری کا شیوہ اپنانا۔

تقوی پر مضبوطی سے قائم رہنا۔دوسرے ادیان والوں سے اچھی معاشرت اور حسن سلوک کا راستہ اختیار کرنا۔اگر آپ نے میری اس وصیت پر عمل کیا تو زندگی کی ہر آفت سے محفوظ رہو گے۔

(۱۳): ثم قال لیّ : انّه یحزُننی مفارقَتكَ ۔ و تُونسنی معرِفتِك ۔ فوَاصِلنی بِکُتُبِك ۔ وعرّفنی حَوائجك ۔ ولیَکُن لِی کَلَكَ فانّی لكَ کَلِی

ثم اَخرجَ اليّ دَنَانِیرٌ ، وکِسوةٌ ، وزادُ ، وخَرَجَ مَعِی وحَمَل ذلك حَمّالاً وَجَمِیع أصحابه حتّی شَیّعُونی ۔ ورکبَ هُو معهُم حتّی بلغنَا اِلی شَطّ الفُرات ۔ ثُمّ ودّعونی وَودّعتُهم ۔

اس کے بعد امام اعظم نے مجھ سے فرمایا: مجھے آپ کی جدائی کا غم رہے گا۔ اور تیری خیر خبر دل کی خوشی کا سامان بنے گی۔ لہذا خط وکتابت کے ذریعے اپنے حال واحوال سے آگاہ کرتے رہنا۔ اور اپنی ضروریات سے آگاہ کرتے رہنا۔ اور میرے ساتھ ایسا بن کر رہنا جیسا میں آپ کے ساتھ رہا ہوں اس سے میں بھی آپ کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کروں گا۔

اس کے بعد میرے لئے درہم اور دینار نکالے اور زادراہ تیار کیا اور میرے ساتھ ہی اپنے شہر سے روانہ ہوئے اور اور سارا سامان اٹھویا اور تمام ساتھیوں کو ساتھ لیا اور میرے ساتھ مجھے روانہ کرنے کے لئے نکلے اور امام صاحب سمیت تمام لوگ سواریوں پر سوار ہو کر نکلے حتی کہ ہم دریائے فرات کے کنارے پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے الوداع کیا اور میں نے انکو الوداع کہا اور میں اپنے راستے کا راہی ہوا۔

(١٤): ثمّ انی قدّمت البصرة ۔ وعملت بما قال ۔ فمضی الایام فکانت سنن ابی حنیفة وصیانته الی وبر ۔ أعظم مَنّ کل منة تقدمت له علی۔

اور میں بصرہ کی طرف روانا ہوا اور وہاں پہنچ کر امام اعظم کی نصیحتوں پر عمل کیا۔اس دوران امام ابوحنیفہ کی عادت یہ تھی وہ میری حفاظت اور نیکی کی اطلاع لیتے رہتے تھے۔اور بعد میں بھی انہوں نے مجھ پر بہت احسانات کئے جنکا اندازہ اور شمار نہیں کیا جا سکتا۔اور مجھے وہاں آئے ہوئے چند ایام ہی گزرے ہونگے کہ اہل بصرہ میرے دوست و احباب بن گئے اور انکی مجالس بے آباد ہونے لگیں اور علاقہ بصرہ میں امام اعظم کا مذہب اسی طرح عام ہو گیا جیسے کوفہ میں انکا مذہب عام تھا۔اور حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ کے مذہب کو لوگوں نے ترک کر دیا

امام ابوحنیفہ کی طرف سے ہدئے اور خطوط میرے پاس آتے رہے یہاں تک کے آپ اپنے پروردگار کو جا ملے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ان کے ذریعے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔اور آپ اچھی نصیحت کرنے والے اور صالح قسم کے استاذ تھے اب ہم میں ان جیسا کون ہو سکتا ہے اللہ کی ہمیشہ کی رضا مندی اور دائمی رحمتیں آپ پر تمام مسلمانوں اور تمام ائمہ کرام پر تا قیام قیامت ہوں۔



وصیت نامہ تو یہاں ختم ہو گیا۔

لیکن سوال یہ باقی ہے رہ جاتا ہے کہ بصرہ میں فقہ حنفی کی اشاعت کا سہرہ کس صاحب کے سر جاتا ہے اگر چہ امام یوسف بن خالد کا اس میں بہت بڑا کردار اور محنت ہے لیکن اس کی وضاحت میں امام ہلال بن یحی الرّ ائے بصری فرماتے ہیں:

رحلَ یوسف بن خالد السمتی من البصرة الی الکوفة فتفقّه عند ابی حنیفة فلماأراد الخُروج الی البصرة ،

قال له ابوحنیفة : أذا صرتَ الی البصرة فانك تجیء الی قوم قد تقدمت لهم الرئاسة فلا تجعل بالقعود عند أسطوانة و اتخاذ حلقة ، ثم تقول : قال أبو حنیفة قال أبو حنیفة فأنّك اذا فعلت ذلك لم تلبث حتی تقام ،

امام یوسف بن خالدؒ نے کوفہ میں امام اعظم کے پاس فقاہت اور دین کی پوری سمجھ حاصل کر لینے کے بعد جب آپ نے واپس بصرہ کا پروگرام بنایا تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

جب آپ بصرہ جاؤ گے تو لوگ آپ کو وہاں کی سرداری پیش کریں گے ایسی صورت میں کسی ستون کے ساتھ جڑ کر بیٹھ جانے ،اور اپنے تلامذہ کا ایک حلقہ ترتیب دے کر یہ نہ کہنا شروع کر دینا کہ ابوحنیفہ نے یوں فرمایا اور ابوحنیفہ نے یوں فرمایا اگر تو نے یہ طریقہ کار اختیار کیا تو تجھے وہاں زیادہ دیر نہ ٹکنے دیا جائے گا بلکہ اٹھا دیا جائے گا۔

امام ہلال بن یحیٰ الرّ ائے بصری فرماتے ہیں:

فخرج یوسف فاعجبه نفسه وجلس عند اسطوانة وقال قال ابو حنيفة فاقاموه من المسجد فلم يذكر احدا ابا حنيفة حتى قدم زفر البصرة فجعل يجلس عند الشيوخ الذين تقدمت لهم الر ئاسة فيحتج لأقوالهم بما ليس عنده فيعجبون من ذلك ثم يقول:

اس کے بعد یوسف بن خالدؒ وہاں سے روانہ ہوئے۔اور انکو اپنے اوپر بڑا ناز تھا اور اسی طرح ایک ستون کے پاس جا کر ڈیرے ڈالے اور لوگوں کے سامنے یہ فرمانے لگے کہ امام ابوحنیفہ نے یوں فرمایا اس بات سے انکو مسجد سے نکال دیا گیا اور یہ بات امام ابوحنیفہؒ نے کسی کے سامنے ذکر نہ کی یہاں تک کہ امام زفرؒ کے بصرہ میں مقیم ہونے کا وقت آ گیا جب آپ وہاں مقیم ہوئے تو بصرہ میں مقیم مختلف علماء کی مجالس میں جاتے جو وہاں علمی لحاظ سے بڑے اعلیٰ درجہ کے سمجھے جاتے تھے اور ان کے ساتھ علمی موضوعات پر بات کرتے اور ان کے سامنے ایسے اقوال پیش کرتے تھے جنکو انہوں نے کبھی سنے بھی نہ ہوں۔

امام ہلال بن یحیٰ الرّ ائے بصری مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ههنا قول آخر أحسن من هذا ، فيذكره ويحتج له ولا يعلم انه قول ابى حنيفة فاذا حسن فى قلوبهم۔

قال :فانه قول ابى حنيفة فيقولون هو قول حسن لا نبالى من قال به فلم

یزل بھم حتی ردھم الی قول ابی حنیفة

(اخبار ابیحنیفة:٤ ١٠)

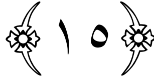
جب بات تفصیل سے آگے بڑھتی تو اس کے آپ فرماتے :

اس مسئلے کے بارے میں ایک اور رائے بھی ہے جو ان سب سے بہترین ہے اس کے بعد اس قول کی وضاحت فرماتے اور اس کی وجہ استدلال بیان فرماتے اور دوسرے اقوال اور علماء کی آراء پر اسکی وجہ ترجیح بیان فرماتے لیکن اس قول کے بارے میں یہ تذکرہ نہ کرتے تھے کہ یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

جب سب علماء اس بات سے متأثر ہوکر اسکی توصیف اور تعریف کرنے لگتے ۔تو اس کے بعد آپ فرماتے کہ یہ تو امام ابو حنیفہ کا قول ہے ۔جس کے جواب میں وہ سب علماہ کہتے کہ ہمیں اس سے کیا غرض کہ کس کا قول ہے اور کس کا نہیں اس لئے کہ بات تو بہت اچھی کی ہے۔

اور آپ کا ایک زمانے تک یہی طریقہ رہا یہاں تک کہ بصرہ کے سارے لوگ امام ابو حنیفہ کے اقوال کی طرف مائل ہو گئے اور فقہ حنفی کی اتباع کرنے لگے۔

﴿ ...... ☆ بحمداللہ ☆ ...... ﴾



متفرق
وصیتیں اور نصیحتیں



﴿بے مثل کلمات﴾

کلماتُ نعمان بلا امثال　　　فی حسنها فتسیر کالامثال

امام ابوحنیفہ کے بولے ہوئے کلمات حسن اداء میں ایسے بے مثل ہیں کہ وہ لوگوں کے لئے ضرب الامثال بن گئے ہیں۔

امسی فرید الدهر فی الاقوال　　　وغدا وحید العصر فی الافعال

اقوال زریں کے لحاظ سے زمانے کے سب سے منفرد اور افعال شرعیہ کی بجا آوری میں یکتائے روزگار ہستی بن گئے

فك الائمة من اسار قیاسهم　　　بقیاسه فهم له کموالی

تمام ائمہ کرام نے اپنے قیاسات سے اپنی گردنیں امام اعظم کے قیاس کے پیش نظر آزاد کروائیں اس لحاظ سے وہ سارے کے سارے امام اعظم کے موالی اور غلاموں کے حکم میں ہیں۔

هیهات بل نسجوا علی منواله　　　فهم موالی ذلك المنوال

اسی طرح انہوں نے اپنے احکام فقہیہ کو اسی طریقہ اور منوال پر ترتیب دیا اس لحاظ سے وہ سب کے سب امام اعظم کے موالی اور غلام شمار کئے جاتے ہیں۔

مدن العلوم المقفلات تفتحت   بابی حنیفة فاتح الاقفال

جن علوم کے شہروں کے دروازوں پر تالے پڑے ہوئے تھے امام ابو حنیفہ کے ذریعہ وہ سب تالے کھل گئے اور اس لحاظ سے آپ تالے کھولنے والے ہیں۔

للناس من طود العلوم حضیضة   واحتل منه مرابض الاوعال

لوگوں کے لئے علوم کے بلند و بالا پہاڑ وادیوں کی اختیار کر گئے، گویا پہاڑی بکروں کی کچھار ان کے قبضے اور زیر تسلط آ گئی ہے۔

ھو فی شری فتیاہ لیث زائر   وصحابه الابطال کالاشبال

آپ کا مقام تیز رفتاری میں اس نوجوان کی مانند ہے جو تیز دوڑتے ہوئے چاروں طرف نظر رکھنے والا شیر ہو اور باطل کے راستوں پر چلنے والے لوگ آپ کے سامنے شیر خوار بچوں کی مانند ہیں

......☆......☆......



(۱):

الایمان : هو الاقرار والتصديق

الفقه الاكبر: ۱۰

ایمان نام ہے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا
(گویا ایمان صاحب کے نزدیک ایمان کے دو ارکان ہیں زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا)

(۲):

ايمان اهل الارض واهل السماء واحد ، وايمان الاولين والاخرين والانبياء واحد : لاننا كلنا امنا بالله وحده ، وصدقناه ، والفرائض كثيرة مختلفة وكذا الكفر واحد وصفاة الكفار كثيرة ، وكلنا امن بما امن به الرسول ولكن لهم علينا الفضل فى الثواب فى الايمان وجميع الطاعات ولانهم كما فضلوا فى الطاعات كذلك فضلوا فى جميع الامور فى الثواب وغيرهم ، ولم يظلمنا فى ذلك لانّه لم ينقص من حقنا بل زادهم اعظاما لهم لانهم القادة للناس وامناء اللّٰه تعالى ولا يساويهم فى الرتبة احد ولان الناس ادركوا الفضل بهم وكل من يدخل الجنة يدخل

بعائھم۔

المناقب لبزازی:۲/۱٤۱،ابو حنیفة:۱٥٤

تمام اہل زمین اور اہل آسمان کا ایمان ایک ہی ہے اور تمام انبیائے اولین اور آخرین کا ایمان ایک ہی ہے ،اس لئے کہ ہم سب اسی ایک اللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر ایمان لانے والے ہیں اور اسی کی تصدیق کرنے ولے ہیں ،اگر چہ عمل کرنے کے لئے اللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فرائض مختلف اوقات میں مختلف رہے ہیں ۔اسی طرح کفر تو ایک ہی ہے اور کفر کی صفات اور انداز مختلف ہیں ۔

ہم سب اسی طرح اللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر ایمان لائے ہیں جس طرح انبیاء و رسل ایمان لائے لیکن انکو ہمارے ایمان پر ثواب اور اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کے احکامات کی اطاعات کے لحاظ سے فوقیت ہے ۔اور انکو چونکہ ایمان اور اطاعات کے لحاظ سے ہم پر فوقیت ہے اسی طرح انکو اللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف سے ملنے والے اجر و ثواب میں بھی فوقیت ہے، اور اس میں اللہ تعالی ہم پر کوئی ظلم نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہمیں تو اعمال کے بدلے میں ہمارا پورا حق مل رہا ہے اور ہمارے حق میں کوئی کمی نہیں کی جارہی البتہ انکی عظمت اور بزرگی ی وجہ سے انکا اجر زیادہ کیا جارہا ہے اس لئے کہ اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ نے انکولوگوں کا مقتدا بنایا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے انکو ہر قسم کی آفات سے امان دی گئی ہے لہذا انکو عام لوگوں کے ہم مرتبہ قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ بلکہ لوگ تو انکے ساتھ اپنا تعلق جوڑنے کے ساتھ اپنی فضیلت اور مرتبہ حاصل کرتے ہیں اور اللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی

دائمی کامیابی کا حصول اور جنت میں دخول بھی انہی کی وجہ سے لوگوں کو میسر آتا ہے اس لئے انکا مرتبہ دوسروں سے بلند ہے۔

(۳):

الاسلام هو التسليم الانقياد لاوامر الله تعالى فمن طريق اللغة فرق بن الايمان والاسلام ولكن لايكون ايمان بلا اسلام ولا يوجد اسلام بلا ايمان وهما كالظهر مع البطن والدين اسم واقع على الايمان والاسلام والشرائع كلها۔

الفقه الاكبر:۱۱

اسلام نام ہے تسلیم اور اپنے اپنے آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر واحکامات کے سامنے مطیع او فرمانبردار بنا دینے کا اس لئے لغوی طور پر تو اسمیں ایمان اور اسلام کے لفظ میں فرق ہے لیکن اسلام ایمان کے بغیر اور ایمان اسلام کے بغیر نہیں پایا جاسکتا اور انکی مثال کمر اور پیٹ کی مانند ہے جیسے وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے اسی طرح ایمان اور اسلام میں بھی کوئی فرق نہیں ہے اور دین ایسا لفظ ہے جو ایمان اور اسلام اور شرائع سب کے لئے بولا جاتا ہے۔

(٤):

البول فی المسجد أحسن من بعض القياس

اخبار ابیحنیفة:۱۳

قیاس کی بعض اقسام کو اختیار کرنے میں اللہ تعالی کی اتنی ناپسندیدگی ہے کہ

اس سے مسجد میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنا کم درجہ ناپسندیدہ ہے۔

(٥):

اذا اردتَ حاجةٍ من حاجات الدُّنيا فلا تأكل حتى تقضيها فان الاكل يغير العقل ۔

جب کوئی دنیاوی شدید ضرورت پیش آجائے تو اسکو پورا کئے بغیر کھانا نہ کھاؤ کیونکہ ایسا کھانا عقل میں تغیر پیدا کردیتا ہے۔

(٦):

محمد بن علی بن حسین کے بارے میں امام عبدالعزیز بن ابی رواد نے امام ابو حنیفہ سے کہا کہ یہ شخص ہے جسکو خلیفۂ وقت بلاتے ہیں اور یہ امر معروف اور نہی منکر کے بغیر رہ نہیں سکتے آپ انکو ایسے کلمات لکھ دیں جن میں امر ونہی بھی آجائے اور اس میں آزمائش سے سلامتی اور حفاظت بھی ہو تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

أذا دخلت عليه فسلم فالتزم السكوت فان الكلام لهم ، فان سألوك فان كان عندك جواب فاجب وان لم يكن فقل ياامير المؤمنين ! أنما تطلب الدنيا لاربعة خصال: تطلب لشرف فانت الشريف ابن الشريف ابن عم رسول الله ﷺ وتطلب للملك فانت ملكت العرب والعجم وتطلب للمال فقد رزقك الله تعالى مالا يحصى من المال فاتق الله تعالى يا امير المؤمنين وعليك بالعمل الصالح واتق ما نهاك الله عنه

تکون قد جمعت خیری الدنیا والآخرۃ۔

جب آپ اسکے پاس جاؤ تو اسکو سلام کر کے بیٹھ جانا اور اسکو باتیں کرنے دینا۔ اور اگر وہ آپ سے سوال کرے اور آپ کے پاس اسکا کوئی جواب ہو تو ضرور جواب دو ورنہ بادشاہ وقت سے کہو کہ اے بادشاہ سلامت! دنیا چار وجہوں سے طلب کی جاتی ہے:

(۱): یا تو دنیا شرف وعزت کے لئے حاصل کی جاتی ہے تو آپ شریف ابن شریف اور حضور اکرم کے چچا زاد کی اولاد میں سے ہو۔

(۲): یا دنیا سرداری کے لئے حاصل کی جاتی ہے تو آپ اس وقت کے عرب وعجم کے سردار ہو۔

(۳): یا دنیا مال کے لئے حاصل کی جاتی ہے تو اللہ جل جلالہ نے اتنا مال دیا ہے جسکو شمار نہیں کیا جا سکتا

(۷):

اے امر المؤمنین اللہ سے تقوی اختیار کر، اعمال صالحہ کو اپنی زندگی کا شیوہ بنا اور جن باتوں سے اللہ سبحانہ وتعالی نے منع کیا ہے اس سے اجتناب کیا کر اللہ تعالی دنیا و آخرت کی ساری خیریں تیرے لئے جمع کر دے گا۔

(۸):

أذا قامت المرأۃ من موضعها فلا تجلس فیه حتی یبرد

جب کوئی عورت اپنی جگہ سے اٹھ جائے تو اس وقت تک کسی مؤمن

کو وہاں نہ بیٹھنا چاہئے جب تک اسکے بیٹھنے کی جگہ گرم ہو۔

(۹):

أذا کلمت القدری : فانما هو حرفان : امّا ان یسکت و اما ان یکفر ، یقال له :

هل علم اللّٰه فی سابق علمه ان تکون هذه الاشیاء کما هی ؟

فان قال لا ، فقد کفر ۔ وان قال نعم ،

أفأراد ان تکون کماعلم أو أراد ان تکون بخلاف ما علم ؟

فان قال : اراد ان تکون کما علم فقد اقر انه اراد من المؤمنین الایمان ، ومن الکافر الکفر ، وان قال : ان تکون بخلاف ماعلم فقد جعل ربه متمنیا متحسرا لان من اراد ان یکون ما علم انه لایکون۔ اولا یکون ماعلم انه یکون فانه متمن متحسر ۔ ومن جعل ربه متمنیا متحسرا فهو کافر ۔

جب آپ کسی قدریہ فرقے کے فرد سے بات کرو تو اس کا طریقہ صرف دوحروف میں بات کرنا ہے اس کے جواب میں یا وہ خاموش ہو جائے گا اور یا وہ کافر بن جائے گا۔

اس سے پوچھو: کیا ان تمام اشیاء کی حقیقت حال کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو موجودہ حال میں آنے کے بارے میں پہلے سے تھا یا نہیں؟

اگر اس کا جواب نہیں میں دیگا تو کافر بن جائے گا اور اگر ہاں میں دیگا تو اس

سے پھر سوال کیا جائے گا کہ کیا یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ اللہ جل جلالہ کے ارادے کے مطابق ہے یا اس سے بالکل مختلف ہے؟

اگر وہ جواب دے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق ہے تو گویا اس نے تسلیم کر لیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کافر کو کفر میں اور ایمان والوں کو ایمان میں اپنی چاہت کے مطابق مبتلاء کیا ہے اس لحاظ سے وہ صاحب ایمان بن جائے گا فرقہ قدریہ میں سے نہیں رہے گا۔

اور اگر کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف ہے تو اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو تمنا کرنے اور حسرت میں مبتلاء ہونے والا قرار دے دیا ہے اس لئے کہ کوئی کام کرنا چاہے لیکن وہ ویسے نہ ہو یوں وہ کوئی کام نہ کرنا چاہے تو وہ اسکی منشاء کے خلاف واقع ہو جائے گویا وہ تمنا کرنے والا اور حسرت میں مبتلا ہونے والا ہے اور جس شخص نے اللہ کو تمنا کرنے والا اور حسرت میں مبتلا ہونے والا قرار دے دیا وہ کافر ہے۔

(۱۰):

أعظم الطاعات الايمان باللّٰه تعالى ، وأعظم المعاصى الكفر باللّٰه تعالى ، فمن أطاع اللّٰه فى أعظم الطاعات وانتهى عن أعظم المعاصى رجونَا له الغفران فى ما يأتى بعد ذلك ۔

سب سے بڑی اطاعت اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان ہے اور سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔ لہذا جو شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سب سے بڑی اطاعت

یعنی ایمان باللہ کو اختیار کرتا ہے اور سب سے بڑی نافرمانی یعنی کفر سے اجتناب کرتا ہو اس کی مرنے کے بعد کی زندگی میں خواہ وہ جیسی بھی ہو ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بخشش کے امیدوار ہیں۔

(۱۱):

اقول قولاً متوسطاً لا جبرَ ولاتفویضَ ولا تسلیطَ ، واللّٰہ تعالی لایکلّف العباد بما لا یطیقُون۔

میں مسئلہ تقدیر کے متعلق میں ایسی درمیانی بات کہتا ہوں جس میں نہ بندوں پر اللہ جل جلالہ کی طرف سے جبر لازم آتا ہے اور نہ ہی اعمال کو بندوں کی طرف تفویض کر یا جاتا ہے اور نہ ہی عمل کسی پر مسلط کرنا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بندوں کو ایسے کاموں میں مبتلاء بھی نہیں کرتا جس کی انجام دہی کی وہ طاقت بھی نہ رکھتا ہو۔

(۱۲):

أنّ ذوی الشرف أتمّ عقولامن غیرھم

اخبار ابیحنیفۃ:۳۰

اہل شرف اور بلند مرتبہ لوگ عام لوگوں کی نسبت زیادہ عقل والے ہوا کرتے ہیں۔

(۱۳):

أن لم یکن أولیاء اللّٰـہ تعالی فی الدّنیاء والآخرۃ الفقھاء و العلماء

فلیس للّٰہ ولیّ ، قال اللّٰہ تعالی : اللّٰہ ولی الذین أمنوا و العلماء والفقھاء اشدّ معرفة باللّٰہ تعالی ۔

اگر دنیا و آخرت میں فقہاء اور اولیائے امت اللہ ﷻ کے اولیاء میں نہیں تو پھر کوئی اللہ جل جلالہ کا ولی نہیں ہوسکتا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: اللہ ﷻ ایمان والوں کا دوست ہے، اور سب زیادہ اللہ جل جلالہ کی معرفت والے اولیاء اور فقہاء ہوتے ہیں۔

(١٤):

ان لم تریدوا بھذا العلم الخیر لم توفقوا۔

اگر علم دین کو اچھائی اور خیر کا ذریعہ نہ بنایا جائے تو یہ بندے کی زندگی میں کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

(١٥):

أنّ النّاظر فی القدر کالنّاظر فی شّعاع الشَّمس کلّما ازدَاد نظراً ازداد حیرةً ۔

مسئلہ تقدیر کے بارے میں سوچ و بچار کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سورج کی شعاؤں میں دیکھنے والا ہو جتنی توجہ سے اسکی طرف دیکھے گا اتنی ہی حیرت میں زیادہ ہو جائے گا۔

(١٦):

التجارة بلا علم ربما تورث فسادالمعاملة۔

دینی علم کے بغیر تجارت میں مشغول ہونا بعض اوقات معاملات کو فاسد کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔

(۱۷):

تفقھوا فی دین اللّٰہ وذرواالناس وما صنعوا واختاروا لانفسھم فیحوجھم الیکم۔

اللّٰہ سبحانہ وتعالٰی کے دین میں تفقہ حاصل کرو اور لوگوں کو اور انکے حالات کو انہی کے حال پر چھوڑ دو بلکہ اپنی فکر کیا کرو لوگ از خود تمہارے محتاج بن کر تمہارے پاس حاضر ہو جائیں گے۔

(۱۸):

امام اعظم کے پاس جب بھی کوئی شخص آتا اور آپ کے پاس بیٹھ کر زیادہ ہی ادھر ادھر کی ہانکنے لگتا تو امام اعظم اس کو فرمایا کرتے تھے:

دَع ما انت فیہ ، ماتقول فی کذا وکذا ؟ فیقطع علیہ کلامہ ، ویقول : ایاکم ونقل مالا یحبہ الناس (ای من حدیث الناس) عفی اللّٰہ عمن قال فینا مکروھا رحم اللّٰہ من قال فینا جمیلا ، تفقھوا فی دین اللّٰہ وذروا النَّاس وما وصفوا لأنفسھم فیحوجھم الیکم۔

یہ ادھر ادھر کی باتیں چھوڑ و فلاں فلاں بات کے بارے میں بتاؤ ؟ اس سے اس کی بات ختم ہو جاتی اس کے بعد فرمایا کرتے کہ لوگوں کی ناپسندیدہ باتوں کو نقل کرنے (غیبت وغیرہ کرنے) سے بچا کرو۔ اللّٰہ ہر

اس شخص کو معاف فرمائے جو ہمارے بارے میں کوئی غلط بات کہتا ہے اور جو ہمارے بارے میں کوئی اچھی بات کہتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے، اللہ کے دین کو سمجھو، لوگوں کی باتوں اور جو وہ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں اسکو چھوڑ دو، اس سے وہ لوگ خود بخود محتاج بنا کر تمہارے پاس پہنچا دیئے جائیں گے

(۱۹):

رأيتُ العاصِی نَذَلَةٌ ، فترکتُها مَروَة ، فصارت ديانة،

میں نے گناہگاروں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نظروں میں خسیس اور حقیر دیکھا، اس لئے میں نے انکو مصائب کے نزول کا باعث جان کر چھوڑ دیا، اور میرا یہ کام میرے لئے دیانتداری کا نشان بن گیا۔

(۲۰):

سئل ابو حنيفة: عن على ومعاوية وقتلى صفين فقال اخاف اللّٰه ان اقدم على شىء يسئلنى اللّٰه عنها وذا اقامنى يوم القيامة بين يديه لايسئلنى عن شىء من امورهم يسئلنى عما كلفنى والاشتغال بذلك اولى وقال تلك الدماء طهر منه اسناننا افلا نطهر منه السنتنا وفى آخره تلا

"تلک امۃ قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون"۔

امام ابو حنیفہ سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے تنازع اور جنگ صفّین میں شہید ہونے والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اللہ جل جلالہ سے ڈرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی باتوں میں کوئی سبقت لسانی کروں جبکہ قیامت کو اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں کھڑا کیا جاؤں تو اس کے بارے میں مجھ سے کچھ بھی نہ پوچھا جائے۔لہذا مجھ سے وہ پوچھو جس کا میں مکلّف ہوں اور اس کے علاوہ اور باتوں سے اجتناب کرنا اولی ہے۔اس کے بعد فرمایا یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں اپنے ہاتھ رنگین کرنے سے بچایا ہے۔اس لئے میں اپنی زبان کو انکی کی وجہ سے رنگین نہیں کروں گا اور اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی

"یہ ایسے لوگ ہیں جو گزر گئے اور انکے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا اور تم سے انکے اعمال کے بارے میں باز پرس نہ کی جائے گی"

(۲۱):

سئل ابو حنيفة عن حديث قيس بن مسلم فى البان البقر ؟ فقال : سبحان اللّٰه يحملهم الحرص على ان يتركوا الادب ان للعلم فضيلة وهيبة وان للعلم جلالة ، فصاحب العلم ينبغى ان يكون له وقار وسكون وخضوع ، لمن يقتبس منه ادخر حاجتَك الى الغد تمامه ، فتباكرتُ فلم يحدثنى واشتغل عنه ففاتنى الحديث ۔

امام ابوحنیفہ سے حضرت قیس بن مسلمؒ کی گائے کے دودھ کے بارے میں منقول حدیث کے بارے میں پوچھا گیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔سبحان اللہ آپ میں علم کی حرص اس قدر بڑھ گئی کہ حصول علم کے آداب بھی آپ کو بھول گئے آخر علم کا بھی کچھ رعب ہے اور اسکا جلال ہے اور اسکی عظمت ہے۔لہذا صاحب علم کو چاہیئے کہ حصول علم کے وقت اطمینان کی حالت میں ہو اور پر وقار انداز میں ہو اور استاد کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے والا بھی ہو۔اور اگر واقعی آپ حصول علم کے متمنی ہیں تو اپنی خواہش کو کل تک روکے رکھو بالآخر میں دوسرے دن صبح تک کا منتظر رہا (اور میں نے دوبارہ نہ پوچھا) تو آپ نے بھی مجھے جواب نہ دیا اور یوں مجھ سے علم حدیث کا حصول فوت ہوگیا۔

(۲۲):

سئل ابو حنيفة عن مسائل بعد صلوة الصبح فاجاب فيها فقيل له :اليس كانوا يكرهون الكلام فى مثل هذا الوقت الا بخير؟ فقال ابو حنيفه رحمه الله:

وأىّ خبرٍ أكبر من ان نقول هذا حلال وهذا حرامٌ ، تنزّه الله و تحذر الخلق من معاصيه ،

اِنَّ الجِراب اذا فرغ من الزّاد جاع صاحبه ۔

أخبار ابيحنيفة:٣٥

امام ابو حنیفہ سے نمازِ فجر کے بعد مسائل پوچھے جاتے تو آپ اس میں جواب دیا کرتے تھے۔ اس بات پر کسی نے اعتراض کیا کہ کیا اس وقت نیکی کی باتوں کے علاوہ کسی اور موضوع پر باتیں کرنا مکروہ نہیں ہے تو آپ کیوں کلام کر رہے ہیں؟ امام ابو حنیفہ نے جواب میں کہا کہ اس بات سے سے بڑھ کر کونسی بات زیادہ نیک ہوگی جس میں اللہ جل جلالہ کے حلال وحرام کا درس دیا جائے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات عارضہ اور قبیحہ سے پاکیزگی بیان کی جائے اور لوگوں کو معاصی سے اجتناب کا درس دیا جائے۔ اس لئے کہ جب توشہ دان زادِراہ سے خالی ہوتا ہے تو مسافر کو بھوک میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔

(۲۳):

سئل ابا حنيفه بما يستعان على حفظ الفقه ؟

قال : بجمع الهمة ۔

قيل وبما يستعان على جمع الهمة ؟

قال : بحذف او بترك العلائق ۔

قيل : وبما يستعان على حذف العلائق ؟

قال: بأخذ الشيء عند الحاجة ولا تزد ۔

امام اعظم سے سوال کیا گیا کہ حفظ فقہ پر کوئی شخص کس طرح قدرت اختیار کرسکتا ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ اپنی ہمت میں یکسوئی پیدا کرنے سے۔

پھر پوچھا گیا ہمت میں یکسوئی کیسے پیدا کی جاسکتی ہے؟

آپ نے جواب دیا اپنی زندگی میں سے لایعنی باتوں کو ختم کرنے سے۔

پھر آپ سے پوچھا گیا کہ کوئی آدمی اپنی زندگی میں سے لایعنی کو کیسے ختم کرسکتا ہے؟

آپ نے فرمایا: کسی چیز کی جب ضرورت ہو اسکولیا جائے اور جتنی ضرورت ہو اسی قدر اس کو لئے جانے سیآدمی اپنی زندگی میں سے لایعنی کام ختم کرسکتا ہے

فائدہ: اس روایت کے راوی امام وکیع ہیں جو امام شافعی کے بھی استاد ہیں اور یہ سوال وجواب کا سارا واقعہ انہوں نے ذکر کیا ہے اس وضاحت کی ضرورت اس لئے پیش آئی تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی سائل کے نامعلوم ہونے سے اسکو فرضی نہ سمجھ لے اور سائل جتنے بلند مرتبے والا ہوگا وہ مسئلہ اسی قدر اہمیت اختیار کرجاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے امام وکیع اپنے وقت کے بڑے جلیل القدر ائمہ میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ امام اعظم ابوحنیفہ کے تلامذہ میں سے تھے اور انہوں نے اس روایت کونقل کیا ہے۔

(٢٤):

سئل ابو یوسف عن الامام علقمة والاسود أيهما افضل ؟ فقال : والله ماقدری ان اذكرهما الا بالدعاء والاستغفار اجلالاً لهما ، فكيف

افضل بینهما۔

امام ابو یوسفؒ نے امام صاحبؒ سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک آپ کے دونوں استاذ امام علقمہؒ اور امام اسودؒ بن یزید میں سے کون افضل اور بہتر ہے ؟ تو آپ نے جواب دیا: اللہ کی قسم میں نے آج تک انکی عظمت اور بلندی شان کی وجہ سے ان کا تذکرہ بغیر دعاء اور استغفار کے نہ کرسکا تو انکے درمیان افضلیت کا سوال کہاں سے آ گیا۔

(۲۵):

عجبتُ لقومٍ يقولون بالظّنّ ويعملون به ، فان اللّٰه تعالى لم يرض لنبيّه عليه السلام بذلك فقال ولاتقف ماليس لك به علم ۔

مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو ظنی باتوں کو بنیاد بناتے ہیں اور اس کے مطابق عمل بھی کر جاتے ہیں جبکہ اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کے لئے بھی اس عمل کو پسند نہیں فرمایا اور اس بارے میں ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: ''جس بارے میں آپ کو پورا علم نہ ہو اس بات کے پیچھے نہ پڑیں''۔

(۲۶):

عفى اللّٰه عمّن قال فينا مكروهاً ، ورحم اللّٰه مَن قال فينا جميلاً۔

جو شخص ہمارے بارے میں بدگوئی کرتا ہے اللہ اسکو معاف فرمائے۔
اور جو ہمارے بارے میں اچھا کلام کہتا ہے اللہ تعالی اس کے حال پر رحم اور

مہربانی فرمائے۔

(۲۷):

امام اعظم کے ساتھ ایک شخص مناظرے میں مصروف تھا اور جب اس سے جواب نہ بن پڑا تو امام صاحب کو مخاطب ہو کر کہنے لگا ’’اللہ سے ڈرو‘‘

فانقبض واصفر لونه وارتعد وطأطأرأسه ثمّ قَال يَا أخِي جَزَاكَ اللّه عزّوجلّ خيراً فمَا أحوجَ النّاس اِلى مَن يَذكُرهُم اللّه وَقتَ اِعجَابِهم بمايظهرعلى ألسِنتهم من العِلم۔ حتى يريد اللّه باعمالهم۔

اِعْلَمْ انّى مَانَطقتُ بالعِلم الاّ واَنَا اَعلمُ اِنّ اللّه عزّوجلّ يَسئَلنِى عَنِ الُجوابِ ولقد حرصتُ على طَلبِ السَّلامَة۔

آپ اسی وقت رک گئے اور آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور جسم میں جھرجھری لی اور سر مبارک جھکا لیا۔اس کے بعد فرمایا: اے میرے بھائی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ آپ کو جزائے خیر دے عجب میں مبتلاء ہونے سے پہلے لوگوں کو اس بات کی سخت ضرورت ہوتی ہے کہ انکو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی یاد دلائی جائے تاکہ وہ واقعتاً عُجب کی پرخار وادی میں نہ جا گریں۔اور اپنی زبان سے علم کو اس انداز سے ظاہر نہ فرمادیں جو عُجب نظر آنے لگے تا آنکہ بندے کے اعمال خالص اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی کے لئے ہو جائیں۔اس کے بعد فرمایا:

جان لو! میں نے آج تک علم کی کوئی بات ایسی نہیں کی مگر جس سے پہلے میرا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالی مجھ سے اسکا جواب ضرور لیں گے اس

لئے میں نے ہمیشہ کی سلامتی کو پیش نظر رکھا۔

(۲۸):

امام اعظم کے پاس حسن بن زیاد الؤلوی کے والد آئے اور انکی شکایت کی کہ یہ تو آپ کے پاس ڈیرے لگائے رہتے ہیں اور میری صرف بیٹیاں ہیں آپ اسکو سمجھائیں کہ وہ ایسا طریقہ نہ اختیار کرے کہ میری مدد ہی نہ کرے جب امام حسن بن زیاد آئے تو امام اعظم نے انکو بتایا کہ یوں آپ کے والد آئے تھے اور یہ یہ کہہ رہے تھے اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ انہیں معلوم نہیں ہے:

الزم فانی لم ارا فقيها قط فقيرا

آپ اس راستے کو لازمی طور پر پکڑ ت رکھنا کیونکہ آج تک کسی فقیہ کو میں نے فقر اور غربت میں نہیں دیکھا

(اخبار ابی حنیفة:۱۳۲)

(۲۹):

امام اعظم کو امام زفرؒ نے اپنے نکاح کے لئے دعوت دی جب امام ابوحنیفہ تشریف لائے تو وہاں وقت کے متعدد اور معروف ائمہ کرام موجود تھے امام ابوحنیفہ کی آمد سے پہلے کسی نے کہا کس کا انتظار کر رہے ہو سارے ائمہ کرام تو یہاں موجود ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میں امام ابوحنیفہ کا انتظار کر رہا ہوں جب کچھ دیر کے بعد امام ابوحنیفہ تشریف لائے تو میزبان

نے امام صاحب سے کہا کہ نکاح کا خطبہ آپ پڑھئے امام صاحب نے

فحمد الله واثنى عليه وصل على النبى ﷺ ثم قال اما بعد فان الكلام كثير ومحكمه يسير ، وان الكلام لا ينتهى حتى ينتهى عنه وخير الكلام ما اريد به وجه الله تعالى وشرّ الكلام ما يكون لغير الله تعالى وعقد النكاح ۔

فقال فى خطبته : هذا زفر بن الهذيل وهو امام من ائمة المسلمين وعلم من اعلام الدين فى حسبه وشرفه وعلمه۔

پھر آپ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثناء کی اور رسول اللہ ﷺ پر درود پیش کیا اور اس کے بعد فرمایا: باتیں تو بہت ہیں لیکن ان میں درست کم ہی ہوتی ہیں اور باتیں ختم ہونے میں نہیں آتیں جب تک انکو ختم نہ کیا جائے ۔اور سب سے اچھی بات وہ ہے جو اللہ جل جلالہ کی رضاء جوئی کے لئے کی جائے اور سب سے بدترین بات وہ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کی رضاء جوئی کے لئے کی جائے

اس کے بردفرمایا یہ زفر بن ہذیل ہیں جو مسلمانوں کے ائمہ میں سے ایک امام ہیں اور دین کے اعلام میں سے حسب ونسب اور شرف ومرتبہ کے لحاظ سے ایک علم اور نشانی ہیں اس کے بعد عقد نکاح کروادیا۔

(اخبار ابی حنیفة:۱۰۳)

(۳۰):

امام اعظم کے پاس عبد اللہ بن الامعط اور حسن بن عیسی بن زید تشریف لائے تو آپ نے انکا کھڑے ہوکو استقبال کیا اور انکو احترام والی جگہ پر بٹھایا اور اس کے بعد فرمایا:

قال جدك ﷺ يكره ان يقوم احد لاحد الالثلاثة ذو سلطان لسلطانه وذو علم لعلمه وذو شرف لشرفه وانت منهم ۔

آپ کے جد مکرم ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کی آمد پر کھڑا ہونا مکروہ ہے سوائے تین افراد کے اور وہ تین افراد یہ ہیں:

(ا) ایک تو وہ شخص جس کو اللہ جل جلالہ نے حاکمیت دی ہو تو اس کی حاکمیت کی وجہ سے اس کی آمد پر کھڑا ہونا درست ہے۔

(۲) دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے علم دیا اور اس کی آمد پر اس کے علم کے احترام میں کھڑا ہونا درست ہے۔

(۳) تیسرا وہ شخص جس کو اللہ سبحانہ وتعالی نے عزت اور بلند مرتبہ دیا ہو اس کی آمد پر اس کے احترام میں کھڑا ہونا درست ہے اور اے حسن آپ ان میں سے ہو۔

(۳۱):

قرائة عاصم مستقيمة وفى قرائة حمزة تقصير

امام عاصم کوفی کی قرائت میں استقامت ہے جبکہ امام حمزہ کوفی کی قرائت میں تقصیر ہے

(۳۲):

امام علی بن حسین بن واقد نے اپنے چچا سے روایت بیان کی ہے کہ ایک دن

رأيت ابا حنيفة :يفتي في اول النهار الى ان تعالى النهار، فلما خفّ عنه الناس دنوت منه ۔

فقلتُ يا ابا حنيفة !

لو ان ابابكر وعمر في مجلسنا هذا ثم ورد عليهما ما ورد عليك من هذه المسائل المشكلة لكفّاعن بعض الجواب وقفاعنه ۔

فنظر اليه وقال: أمحمومٌ انت ؟ ۔ يعني مبرسماً

میں نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا کہ صبح سے سوالات کے جواب دینے لگے یہاں تک کہ اچھا خاصا دن چڑھ آیا جب لوگوں کا ہجوم قدرے کم ہوا تو میں آپ کے قریب جا کر کہا:

اے ابو حنیفہ ! اگر ابو بکر و عمر آج ہماری مجلس میں ہوتے اور ان کے سامنے اس قسم کے مشکل مسائل پیش کئے جاتے تو وہ بعض سوالوں کے جواب نہ دے سکتے اور بعض سوالات پر خاموشی اختیار کر لیتے !

امام اعظم نے اس کی طرف ایک نظر دیکھا اور فرمایا:

کیا تو بیمار تو نہیں ؟ یعنی تیری اعصاب میں تناؤ تو نہیں آ گیا ۔ کیونکہ اسی تناؤ کی وجہ سے آدمی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتے ہیں ۔

(۳۳):

القران كلام الله لا يجاوز به

قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس کے بارے میں ہمیں اتنی بات ہی کافی ہے۔

(۳٤):

لا تجمع الذنوب لحبيبك والاموال لبغيضك فالحبيب النفس والبغيض الوارث

اپنے محبوب کی وجہ سے گناہ اور دشمن کی وجہ سے مال جمع کرنے کے پیچھے نہ پڑا رہا کر۔ محبوب انسان کا نفس ہے اور دشمن اس کے ورثاء ہیں۔

(۳٥):

لا تحدث بفقيهك من لا يشتهيه فتؤذى جليسك۔

کسی نہ چاہنے والے شخص کے سامنے اپنی فقاہت علمی بیان نہ کیا کر ورنہ حسد کی وجہ سے تیری یہ خصوصیت ترے دوستوں میں نقصان کا باعث بن جائے گی۔

فائدہ: اس لئے وہ فقیہ آپ کی باتوں میں طعن وتنقید کرے گا جس سے آپ کے سادہ لوح دوست متأثر ہوکر آپ سے بدگمان ہو جائیں گے۔

(۳٦):

ولا نكفر مسلما بذنب وان كان كبيرة اذا لم يستحلها ولا نزيل عنه اسم الايمان۔

ہم کسی مسلمان کو اسکے گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہیں کہتے اور نہ ہی اس سے ایمان کا نام زائل کرتے ہیں خواہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں تاوقتیکہ وہ اس گناہ کو حلال جان کر نہ کرے۔

(۳۷):

لاتسئلنی عن أمرالدّین و أنا ماشٍ، ولا تسئلنی و أنا أحدّث النّاس، ولا تسئلنی وانا قائمٌ ولا تسئلنی وانا متکیء فانّ ھذہ أَمَاکِن لایجتمعُ فیھاعقلُ الرّجل۔

اخبار ابیحنیفۃ:۲۹

مجھ سے دین کے بارے میں میرے پیدل چلنے ،لوگوں سے باتیں کرنے، کھڑے ہوئے ہونے ،ٹیک لگائے ہوئے ہونے کی صورت میں کوئی علمی سوال نہ کیا کرو۔اس لئے کہ یہ مواقع ہیں جہاں آدمی کی عقل مجتمع نہیں ہوتی۔

(۳۸):

مسئلہ کلام باری کے بارے میں امام اعظم کے تلامذہ کو درپیش مسائل کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے امام اعظم نے فرمایا:

لا تکلّموا فیھا ، ولاتسئلُوا عنھا ابداً ، اِنتھُوا الی انّہ کلام اللّٰہ عزّوجلّ ، بلا زیادۃ حرفٍ واحدٍ ، مَا احسب ھذہ المسئلۃ تنتھی حتی توقعَ أھلِ الاسلام فی أمرِ لایقُومُون ، ولا یقعدُون معہ

الانتقاء:۱٦٦،ابو حنیفۃ:۱٦۱

اس قسم کے مسائل کے بارے میں زیادہ کلام نہ کیا کرو اور نہ اس قسم کے سوالات کی ٹوہ میں پڑا کرو بلکہ اس بات پر مطمئن ہو جاؤ کہ یہ اللہ جل جلالہ کا کلام ہے اور اس سے ایک حرف کی کمی یا زیادتی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اہل اسلام اس مسئلے میں ضرور مبتلاء ہونگے اور اس مسئلے کے بارے میں انکی کیفیت یہ ہو جائے گی کہ ان سے نہ اگلے بنے گی اور نہ نگلے بنے گی۔

(۳۹):

لا يترك القاضي على القضاء اكثر من سنة حتى يعود الى العلم ، فيتذكره ثم يتولى ثانيا۔

کسی قاضی کو ایسا نہ رہنے دیا جائے کہ وہ ایک سال سے زیادہ اپنے علم کی تجدید نہ کر سکے، جب اس کو ایسی مہلت دی جائے اور وہ اپنے علم کی تجدید کر لیا کرے تو اسکو دوبارہ اسکے عہدۂ قضائت پر فائز کر دیا جائے۔

(٤٠):

ابو جعفر منصور امام بو حنیفہ کو کہا کرتا تھا کہ اے ابو حنیفہ آپ ہمارے ساتھ کبھی کھانا کیوں نہیں کھاتے تو امام ابو حنیفہ نے اسکو ایک دن جواب دیا:

لأنّك اِذا قرّبتنِي فتنتَني ، واذا اَقصيتنِي حَزَنتَنِي ، وليس عِندك مَاأرجُوك له ، وليس عندي ما أخَافكَ عليه ، وإنّما يغشاك مَن يغشاك ، ويستغني بِك عمَّن سِواك ، وَاَنا غنيٌّ بمن اَغنَاك ، فلَم أَغشاكَ فِيمَن

يَّغشَاك ، ثم أَنشأ يقُول :

كَسرةُ خبزٍ وقعبُ ماءٍ وسَحقُ ثوبٍ معَ السّلامةِ

خيرٌ من العَيش فِي نِعَمٍ يَّكونُ مِن بَعدها نَدامةٌ

اس لئے کہ جب آپ میرے قریب ہونگے تو مجھے آزمائش میں ڈال دیں گے، اوراس کے بعد جب مجھ سے دور ہونگے تو مجھے غمگین کردیں گے، اور آپ کے پاس کوئی ایسی خاص چیز نہیں جس کی مجھے طلب ہو، اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کے بارے میں میں خوف زدہ ہوؤں، لہذا جو آپ کے پاس آتا ہے وہی ٹھیک ہے تاکہ اس کی وجہ سے آپ کو مجھ جیسے لوگوں سے مستغنی کردے، اور جو مجھ سے مستغنی ہو میں بھی اسی طرح اس سے مستغنی ہوجاؤں، اس لئے جو وہ شخص آپ کے کام آسکتا ہے وہ میں نہیں آسکتا۔ اوراس کے بعد ایک شعر کہا جسکا مفہوم یہ ہے:

روٹی کا ٹکڑا ایک، اور ایک پیالہ پانی کا
بوسیدہ کپڑوں کا ایک جوڑا اسلامتی کے ساتھ
بہتر ہے یہ ان نعمتوں بھری زندگی سے آج
کہ ہو بعد جسکے ندامت وشرمندگی کا سامنا۔

(٤١):

لو كان العوام لی عبيداً لأعتقهم ، وتبرأتُ من ولائهم، و لولا انّهم علوفة لأوجبتُ فيهم الصدقة۔

اگر عام لوگ میرے غلام ہوتے تو میں ان کو آزاد کر دیتا اور انکی ولایت سے بھی برائت کا اعلان کر دیتا اور ہاں اگر وہ چارہ کھانے والے جانور ہوتے تو میں ان پر ضرور صدقہ لازم کر دیتا۔

(٤٢):

لولاالفرق من اللّٰہ ان یّضیع العلم ماأفتیتُ احداً یکون لهم المهنیء وعلی الوزر

أخبار ابیحنیفة: ٣٤

اگر اللہ تعالی سے علم کے ضائع ہونے کا مجھے ڈر نہ ہوتا تو میں کبھی بھی فتوی نہ دیتا لیکن اسی صورت میں جہلاء خوش ہوتے لیکن مجھے اسکا بڑا غم ہوتا۔

فائدہ: ایسا کلام عموما کوئی بڑے مرتبے والا شخص کی کرسکتا ہے جسکو معلوم ہو کہ اللہ تعالی کی طرف سے اس کو بڑی ذمے داری دی گئی ہے۔

(٤٣):

امام ابوحنیفہ اپنے ساتھیوں سمیت رات بھر امام حماد کے پاس جاگتے رہتے تھے تاکہ ان سے علم فقہ حاصل کریں، اور امام حماد نے ایک مرغ رکھا ہوا تھا جیسے ہی وہ آذان دیتا تھا یہ امام حماد علمی مجلس کے ختم ہونے کی نشانی ہوا کرتی تھی۔ لہذا مرغ کی آواز کے ساتھ ہی امام حماد اپنی مجلس ختم فرما دینے کا اعلان فرما دیا کرتے اور مجلس سے اٹھ جایا کرتے تھے، اور اگر کبھی مرغ

کبھی جلد آذان دیدیتا تھا امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے تھے۔

مالك من ديك ؟ قبح الله قطعتَ حديثنا انّ شرّالدّيك ما صاح اوّل الليل۔

اے مرغ تجھے کیا ہوگیا ہے اللہ ترا بُرا کرے تونے ہمارے نقل حدیث کو روک دیا ہے۔اور فرمایا: سب سے بُرا مرغ وہ ہے جو رات کے ابتدائی حصے میں بولے۔

(٤٤):

ومن قطع عليك حديثا فلا تعده ، فانّه قليل المحبة للعلم والأدبِ ۔

جو شخص آپ کو بات کے درمیاں میں ٹوک دے تو اپنی بات کا اس کے سامنے دوبارہ اعادہ نہ کیا کر اس لئے کہ ایسا شخص علم و ادب کے ساتھ کوئی مس اور تعلق نہیں رکھتا

فائدہ:

اس لئے کہ اسے شخص کے سامنے دوبارہ وہ علمی مسئلہ بیان کرنے سے علم کی نا قدری ہوگی اور وہ شخص اس بات کو دوبارہ بھی اسی طرح ٹوک سکتا ہے، اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی اس کے دل میں عجب اور تکبر پیدا ہوسکتا ہے اس لئے ایسے شخص کے سامنے دوبارہ بیان نہ کرنا چاہیئے۔

(٤٥):

ما افتریت علی اللّٰہ منذ فقہت فی دین اللّٰہ ۔

جب سے میں نے اللہ کے دین میں فقاہت حاصل کی ہے ۔اس وقت سے میں نے اللہ ﷻ پر کوئی افتراء نہیں باندھا۔

فائدہ:

اللہ تعالی پر افتراء باندھنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی بات نہیں کی اور نہ کسی کو کوئی ایسا کام کرنے کو کہا ہے جو اللہ تعالی کی منشاء اور مرضی کے خلاف ہو اسلئے کہ کسی کو کوئی ایسا کام کہنا جو اللہ تعالی کی منشاء نہ ہو تو گویا وہ اللہ تعالی پر افتراء اور بہتان ہے۔

(٤٦):

ما صلیتُ صلوۃً منذ نحو من خمسین سنۃ الّا وانَا استغفر اللّٰہ من ترکِی الأمر بالمعرُوف والنّھی عن المنکر ۔

پچاس برس سے میں نے کوئی ایسی نماز ادا نہیں کی جس میں میں نے اپنے امر معروف اور نہی منکر کے ترک کرنے پر اللہ ﷻ سے توبہ اور استغفار نہ کی ہو۔

فائدہ:

چونکہ امر معروف اور نہی منکر کو بعض ائمہ نے فرائض میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام ابو مطیع فرماتے ہیں:

قد امر اللّٰہ تعالی ورسولہ بالامر بالمعروف والنھی عن المنکر وھو

فريضة واجبة ؟

فقال كذالك ـ

مجموعة الفقه الاكبر:١٣٣

اللہ تعالی اور اسکے رسول نے امر معروف اور نہی منکر کرنا ہمارے ذمے واجب نہیں ٹھہرایا؟

امام اعظم نے جواب دیا کہ بالکل ٹھہرایا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر معروف اور نہی منکر کرنا کس قدر لازم ہے۔

ایک مقام پر امام اعظم : قرآن کریم کی ایک آیت سے استدلال کرتے ہوئے امر معروف اور نہی منکر کو فریضہ قرار دیتے ہیں۔

اور اسکے کئی مقامات اور کئی طریقے ہیں اور ایک طریقہ بھی چھوٹ جائے تو اس پر احکام الھیہ کے پیروکاروں کو گرانی گزرتی ہے۔اور امام اعظم اسی پر استغفار کرتے ہیں۔

(٤٧):

ما قاتَل أحدٌ علياً الاّ وعليٌّ أولى بِالحق مِنه

المناقب:٢/٨٣ ابو حنيفة:١٤٥

جس شخص نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ساتھ قتال کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ان میں سب سے زیادہ راہ راست پر تھے۔

(٤٨):

ما يعرف الفقه وقدره قدر اهله من كان ثقيل المجالسة كان

يقول:

عدمنا ثقال الناس فی کل بلدة فیارب لاتغفر لکل ثقیل

جو شخص اپنی مجلس میں کسی اور کی بات سننا گوارہ نہ کرتا ہو اسکو علم فقہ اسکی اہمیت اور فقہاء کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا اور آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

ہم نے ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا ہے جو ہر شہر کی مجالس میں صرف اپنا نام اونچا کرنے کے متمنی رہتے ہیں اے اللہ ہر ایسے خود رو اور خود بین شخص کی مغفرت نہ فرمانا۔

(٤٩):

مثل مَن یطلُب الحدیث ولایتفقه ، مثل الصَّیدلانی یجمع الاَدویة ولا یدرِی لایّ دَاء هُو حتّی یَجیٓء الطّبیب هکذا طالب الحدیث لایعرفُ وجه حدیثه حتّی یجیٓء الفقیه ۔

جو شخص تفقہ کے بغیر حدیث پڑھتا ہے وہ اس پنساری کی مانند ہے جو دواء تو بیچتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ یہ کس مرض کی دواء ہے۔ جب تک اسکو ڈاکٹر نہ بتائے اسی طرح محدث حدیث تو جانتا ہے مگر فقیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

(٥٠):

المسترشدُ لدینه یکون بعید الغضب ، ان انتَ نصحتَ لنفسك علمتَ انك لم ترد اللّٰه باجتماعنا فانّما اردت ان تعلّم العامة انّا نقول

فيك مـا تهـواه مخافة منك ، ولقد وليت الخلافة وما اجتمع عليك اثنان من اهل الفتوى والخلافة تكون باجتماع المؤمنين ومشورتهم

المناقب لبزازی:۲/۱۰۶،ابو حنیفة:۱۴۷

دینی امور کی رہبری کرنے والے شخص کو غضب سے بہت دور ہونا چاہئے اگر آپ اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہوں تو آپ اللہ ﷻ کے فیصلہ کو ہمارے اس اجتماع کی وجہ سے رد نہیں کر سکتے میرا کام تو عامۃ الناس کی اصلاح ہے اور اس میں آپ کی چاہت یا خوف کے پیش نظر کسی بات کو بدلنا ہمارے بس میں نہیں ہے اور بلا شبہ آپ خلافت کے منصب پر فائز ہو گئے ہیں اور اجتماعی طور پر لوگ آپ کے حق میں ہو چکے ہیں لیکن اس سلسلے میں دو بنیادی حقائق کو سامنے رکھنا لازم ہے ایک تو اہل فتوی کے رائے ،اور مؤمنوں کے اجتماع اور انکی مشاورت کی پاسداری کرنا لازم ہے۔

(۵۱):

من ابغضنی جعله الله مفتيا ۔

جو شخص مجھ سے بغض رکھے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ﷻ اسکو مفتی بنادے

فائدہ:

امام اعظم کی بات اس آدمی کو احساس دلانے کے لئے ہے جو فقہ کو ایک بے کار علم اور فقیہ کو ایک بے کار شخص تصور کرتا ہے۔کہ جب وہ خود مفتی

بنے گا تو اسکو معلوم ہو گا کہ لوگوں کے شرعی مسائل میں انکی راہنمائی کس قدر مشکل اور خالی تنقید کرنا کس قدر آسان کام ہے

(۵۲):

مَن أرادَ أن يَّنجُو مِن عَذابِ اللّٰه تعالی فِی الآخرةِ فَلا يُبَالِ مِن عَذابِ الدُّنيا۔

جو شخص اللہ ﷻ کے آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کرنا چاہے اسکو چاہئے کہ دنیا کی زندگی میں اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں کی پرواہ نہ کیا کرے۔

(۵۳):

مَن تعلّم العلم للدّنيا حرم بركته ، ولم يرسخ فی قلبه ، ولم ينتفع به أحدٌ ومَن تعلّمه للدّين بُورك له فی علمه ورسخ فی قلبه وانتفع المُقتبسون (المُستفِيدُون) منه بعلمه

جو شخص دین کا علم دنیا کمانے کے لئے حاصل کرے گا اس کی برکت سے محروم رہے گا اور ایسا علم اسکے دل میں راسخ نہ ہوگا اور نہ کسی کو اس سے نفع پہنچے گا، اور جو شخص علم کو دین کی ضروریات کے لئے حاصل کرے گا اللہ ﷻ اسکے علم میں برکت عطاء فرماتے ہیں اور اس کے دل میں علمی رسوخ پیدا فرماتے ہیں اور اس سے استفادہ کرنے والے اور علم حاصل کرنے والے اس سے خوب استفادہ کرتے ہیں۔

(٥٤):

مَن تکلّم فی دین اللّٰه تعالی بشیءٍ فظنّ انه لا یسئل عنه کیف افتیت فقد سهل علیه نفسه ودینه۔

جو شخص اللہ جل جلالہ کے دین کے کسی ایسے مسئلے کے بارے میں رائے زنی کرتا ہے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اس سے نہ پوچھا جائے گا کہ اس نے یہ جواب کس انداز میں دیا ہے؟ تو اسکا نفس اور اسکا دین اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

(٥٥):

مَن جَعل قَاضیاً فهو کالغَریقِ فی البَحر اِلاّ مَتیٰ یُسبِح واِنُ کان سابحاً

جس شخص کو کسی جگہ کا قاضی بنایا گیا اسکی مثال ایسے ہے جیسے اسکو سمندر میں بہا دیا گیا ہو، ہاں اگر وہ پیراکی جانتا ہو تو اس پیراکی کی وجہ سے وہ اپنی جان بچا سکتا ہے اسی طرح قاضی اگر مسائل قضائت جانتا ہوگا تو اس آزمائش سے اسکی جان بچ سکتی ہے۔

(٥٦):

من صنع الیکم معروفا فکافئوه فان مَن تجدوا ما تکافئوه فاثنوا علیه۔

جو شخص آپ کے ساتھ نیکی کرے اسکی نیکی کا بدلہ ضرور دیا کرو کیونکہ

بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ نیکی کے بدلہ دیا جائے تو خوش ہوتے ہیں۔

(٥٧):

من طلب الحديث ولم يطلب تفسيره فقد ضاع سعيه وصار وبالا عليه

جو شخص علم حدیث کی طلب میں مشغول رہا اور اسکے مفہوم اور معانی سے صرف نظر کرتا رہا اس نے اپنی ساری محنت رائے گاں کر دی اور اسکا حاصل کردہ وہ علم اس کے لئے وبال کا باعث بن جائے گا

(٥٨):

من طلب الرئاسة قبل وقتها (فی غير حينه لم يزل) عاش فی ذل (ما بقی)۔

اخبار ابیحنيفة:٣٠

جو شخص وقت سے پہلے عزت وسرداری کا طلب گار بنتا ہے وہ زندگی بھر ذلیل خوار رہتا ہے۔

(٥٩):

مَن كَرَمتُ عليه نفسَهُ هانَتُ عَليهِ الدُّنيا و كُلُّ شدّةٍ فيها۔

جو شخص اپنے نفس کو معزز سمجھتا ہے اس کو دنیا میں ذلت ملتی ہے اور اس کو دنیا کے سارے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(٦٠):

من لم یمنعه العلم عن محارم الله تعالى ولم یحجزه عن المعاصي فهو من الخاسرين۔

جس شخص کو اسکا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے محرمات سے نہیں روکتا اور اس کے معاصی کے ارتکاب سے مانع نہیں ہوتا وہ شخص خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔

(٦١):

مَــن وَصف خفّ امرأة صَغيرةٍ او كبيرةٍ فقد وصف قدما ومن وصف قدمها لم يكن عدولا۔

جو شخص عورت کے زمیں پر لگے نشان کو پہچان سکتا ہے خواہ وہ عورت چھوٹی عمر کی ہو یا بڑے عمر کی وہ شخص عورتوں کے قدموں کو بھی پہچان سکتا ہے اور جو عورتوں کے قدموں کو پہچان سکتا ہو وہ عادل نہیں ہوسکتا۔

(٦٢):

کسی جگہ کچھ لوگ تھے جو مل کر علم فقہ میں بحث ومباحثہ کیا کرتے تھے اس بات کا تذکرہ امام اعظم کے سامنے کیا گیا کہ کچھ لوگ اس طرح علم فقہ میں مذاکرہ کیا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

هل لهم رأس ؟ قال لا ۔ قال لاينتفع هؤلاء ابدا

کہ کیا انکا کوئی بڑا بھی ہے جس کی نگرانی میں وہ علم فقہ میں بحث ومباحثہ کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ نہیں انکا کوئی بڑا نہیں ہے ۔تو آپ نے

فرمایا پھر تو وہ ساری زندگی بھی لگے رہیں تو بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

(٦٣):

یا ابراهيم انك رزقت من العبادة شيئا صالحا فليكن العلم من بابك (بالك) فانه رأس العبادات وقوام الدين وبه قوام الامور۔

اے ابراہیم! بلاشبہ آپ کو عبادات صالحہ میں سے ایک وافر حصہ نصیب کیا گیا ہے، لہذا علم کو اپنی عبادت کے دروازے کا پہرے دار بنا دے یا اسکو اپنے حال پر غالب کر لے کیونکہ یہ تمام عبادات کی بنیاد ہے اور دین کے امور کا قوام ہے اور بہت سارے امور کا استحکام اسکی کی وجہ سے قائم ہے

(٦٤):

امام اعظم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تبارک و سبحانہ وتعالی کی ننانوے مرتبہ زیارت کی اور ایک دن مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اب مجھے اللہ تعالی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو اللہ تعالی سے ایسا کلام پوچھوں گا جس کے پڑھنے سے اسکی مخلوق آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کر لے۔

اس کے بعد جب اللہ سبحانہ وتعالی کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کی کہ یا اللہ تعالی تیرا قرب عزت کا باعث ہے، تیری تعریف بڑی بلند شان والی ہے اور تیرا نام بڑا مقدس ہے۔

اے اللہ وہ کونسا کلام ہے جسکو آپ کی مخلوق پڑھے تو آپ کے

عذاب سے نجات پا سکے؟ اللہ ﷻ نے مندرجہ ذیل کلمات القاء فرمائے اور فرمایا جو شخص ان کلمات کو صبح اور شام کو پڑھا کرے گا وہ میرے عذاب سے نجات پالے گا۔

سُبُحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ ، سُبُحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ، سُبُحَانَ الْفَرُدِ الصَّمَدِ ، سُبُحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ، سُبُحَانَ مَنُ بَسَطَ الْاَرُضَ عَلٰی مَاءٍ جَمَدٍ ، سُبُحَانَ مَنُ خَلَقَ الْخَلُقَ فَأَحُصَاهُمُ عَدَدٍ ، سُبُحَانَ مَنُ قَسَمَ الرِّزُقَ وَلَمُ یَنُسَ أَحَدَ ، سُبُحَانَ الَّذِیُ لَمُ یَتَّخِذُ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدَ، سُبُحَانَ الَّذِیُ لَمُ یَلِدُ وَلَمُ یُوُلَدُ وَلَمُ یَكُنُ لَّهٗ كُفُواً أَحَدٌ ۔

پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ سے اور ہمیشہ رہے گی ۔ پاک ہے وہ ذات جو یکتا ہے اور تنہا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو اکیلا ہے اور بے نیاز ہے پاک ہے وہ ذات جس نے آسمانوں کو بلا ستون وسہارے کے اس قدر بلندیوں پر قائم کیا ہوا ہے ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے زمین کو جمے ہوئے پانی پر پھیلایا ہوا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور انکی تعداد کو بھی وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے رزق تقسیم کیا اور اس تقسیم میں وہ اپنی مخلوقات میں سے کسی کو بھی نہیں بھولا۔ پاک ہے وہ ذات جو بیوی بچوں کے عیب سے بلند و بالا ہے ۔ پاک ہے وہ ذات جس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد میں سے ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔

رد المحتارص:۳۸ ج۱

(٦٥):

مَـن تكلّم فى شَىءٍ مِن العِلم وهُو يظنّ ان اللّٰه لايَسأله عَنه، كيف أفتيت فى دِين اللّٰه ؟ فَقد سهلت عليه نفسه ودينه ـ

جوشخص علم کے معاملے میں کوئی ایسے انداز سے بات کرتا یا کہتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالی اس سے باز پرس نہ کرے گا، تو اس کو دین کے معاملات میں فتوی بازی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے البتہ اس شخص نے اپنے دین کے معاملات اور اپنے لئے تسہل پسندی اختیار کرلی ہے اس دین میں جو اللہ تعالی کے احکامات ماننے کا درست طریقہ ہے اس میں سست ہوگیا ہے۔

(٦٦):

جس نے اپنے آپکو معاصی اور فواحش سے باز نہ رکھا اس سے زیادہ زیاں کار کون ہوسکتا ہے؟

(٦٧):

علمائے دین کے واقعات بیان کرنا اور انکی مجلسوں میں بیٹھنا میرے نزدیک بہت سارے فقہی مباحث سے بہتر ہے کیونکہ ان کے اقوال ومجالس انکے آداب واخلاق ہیں۔

مأخوذ از سیرت ائمه اربعه:از قاضی اطهر مبارك پوری

(٦٨):

حصول علم کے لئے دل جمعی درکار ہے اور دل جمعی معلومات بڑھانے سے نہیں گھٹانے سے آتی ہے۔

(٦٩):

دنیا سے تعلقات کم کرنے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی دنیا سے ضروری چیزیں لے لے اور غیر ضروری چھوڑ دے۔

(٧٠):

مصائب گناہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں لہذا معصیت کار کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مصیبتوں کے نزول کے وقت واویلا کرتا پھرے۔

(٧١):

علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے جب تک علم تمام طرح سے عمل میں نہیں آئے گا نہ وہ کافی ہوگا اور نہ مخلصانہ ہوگا۔

(منقول از سنہری اقوال از ظفر اقبال)

...... بحمداللہ تعالیٰ ......

اَللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد

وعلیٰ آل سیّدنا محمد

وبارِک وسلم

وصل علیہ





دیوان امام نعمان



الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين ، وعلى عباد الله المقربين ، واصحابه اجمعين ، وائمة المجتهدين ، ومن تبعهم بالاحسان الى يوم الدين ۔

اللہ تعالی کا لاتعداد شکر ہے اس بناء پر کہ اس نے خدمت دین کا شرف نصیب فرمایا اور امام اعظم سے منقول مختلف وصیتوں کو تاریخ میں پہلی بار یک جا جمع کر کے احسن انداز میں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت بخشی ، اور اسکے آخر میں امام اعظم سے منقول چند اشعار جو نظر سے گزرے وہ بنام دیوان یک جا جمع کئے جا رہے ہیں ۔ اور قارئین کی خدمت میں یہ التماس بھی ہے کہ بندہ اس میدان سے نابلد اور نا آشناء بھی ہے البتہ ایک بنیاد رکھی جا رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ اسکے اہل کو اللہ اس خدمت کے لئے ضرور قبول فرمائے گا

(۱):

ومن المروة للفتى ما عاش دار فاخره

فاشكر اذا اوتيتهاو اعمل لدار الاخرة

اور آدمی کی مروّت میں سے یہ بات ہے کہ وہ اس دنیا پر فخر کرتے ہوئے زندگی نہیں گزارتا۔لہذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر اس دنیا طلبی سستی ہوجائے اور آخرت کی کامیابی کے لئے عمل کیا کرو۔

(۲):

کفی حزنا ان لا حیاۃ ھنیئۃ

ولاعمل یرضی به اللّٰه صالح

آدمی کے غم کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کی زندگی میں راحت اور سکون نہ ہو اور اس کے پاس کوئی ایسا عمل صالح بھی نہ ہو جو اللہ جل جلالہ کی رضا مندی کا باعث ہوسکتا ہے۔

(۳):

اکثر امام اعظم یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

عَطاءُ ذی العرش خیرٌ من عطائکم

وسیبه واسعٌ یرجیٰ وینتظر

أنتُم یکدَر ما تعطُون مَنّکم

واللّٰه یُعطِی بِلا مَنٍّ وَلا کدر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا انعام تمہارے انعامات سے بہت بہتر اور اس کے فیوضات ایسے ہیں کہ جس کی امید کی جاتی ہے اور اس کے ملنے کا انتظار کیا

جا تا ہے۔

جو تم کسی کو دیتے ہو احسان جتلانے کے ساتھ اس کو گدلا کر لیتے ہو اور اللہ جل جلالہ انعام فرماتے ہیں اس میں نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ بے مزہ کرتے ہیں۔

(٤):

قلائد عقود العقیان میں حضرت امام اعظم کی طرف یہ شعر منسوب ہیں کہ آپ اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے

لقد شمرتُ ذیلِی طُول عُمرِی

لِخدمة مابِه اِتمامُ فخرِی

هوالفِقهُ الَّذِی قد جلّ قدراً

فجلّ لقدره قدرِی وذِکری

به نلتُ المَعالِی فی حَیاتِی

به عُمری وجَاهِی کلّ دَهری

میں نے اپنی ساری عمر ایک ایسے علم کی خدمت کرنے میں جبہ سائی کی ہے جو میرے لئے باعث سعادت اور فخر ہے۔

وہ علم فقہ ہے جو بڑا ہی بلند اور شان والا علم ہے اور اسی کی وجہ سے مری شان بلند اور تذکرہ عام ہو گیا ہے۔

اسی کی وجہ سے اپنی زندگی میں سب پر بلندی حاصل کر لی ہے اور میری عزت اور جاہ وجلال سارے زمانے پر عیاں ہو گیا ہے۔

(۵):

كَسرةُ خبزٍ وقعبُ ماءٍ وسَحقُ ثوبٍ معَ السّلامةِ

خيرٌ من العَيش فِي نِعَمٍ يَّكونُ مِن بَعدها نَدامةٌ

روٹی کا ٹکڑا ایک، اور ایک پیالہ پانی کا

بوسیدہ کپڑوں کا جوڑا ایک سلامتی کے ساتھ

بہتر ہے یہ ان نعمتوں بھری زندگی سے آج

کہ ہو بعد جسکے ندامت وشرمندگی کا سامنا۔

(٦):

وأذا تكون عظيمة أدعي لها

واذا يحاس الحيس يدعى جندب

اور جب انکو کوئی بڑا ہی عظیم کام درپیش ہوتا ہے تو سب کی مدد کے لئے پکارتا ہے۔ اور جب کوئی ذلیل اور کم تر کام درپیش ہو جائے تو مکڑی کی مانند جانتے ہیں۔

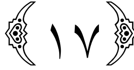
(۷)

عدمناثقال الناس فی کل بلدة

فیارب لا تغفر لکل ثقیل

ہم نے ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا ہے جو ہر شہر کی مجالس میں صرف اپنا نام اونچا کرنے کے متمنی ہیں اے اللہ ہر ایسے خود رو شخص کی مغفرت نہ فرمانا۔

...... ☆ بحمداللہ تمام ☆ ......



مناجات امام



الحمد للہ ربّ العالمین والعاقبۃ للمتّقین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین اما بعد

ﷲ تعالی نے فرمایا میں مانگنے والے کی آواز کوسنتا ہوں لہذا مجھ سے ہی مانگا کرو اور اللہ سبحانہ وتعالی سے مانگنے کا سب سے عمدہ طریقہ اس مالک کائنات کے سامنے اپنی عاجزی اس طور پیش کی جائے کہ اسکو بھی اپنے بندے پر ترس اور رحم آجائے مندرجہ ذیل میں امام اعظم کے دعائیہ کلمات نقل کئے جارہے ہیں

(۱): اِلٰھِیُ ان کان صغیراً فی جنب طاعتكَ عملی فقد کبّر فی جنب رجائك أملِی ۔

اے میرے مولی اگرچہ میں اطاعت اور فرمانبرداری کے لحاظ سے بہت کم اعمال والا ہوں لیکن مجھے آپ سے مغفرت کی امید بہت زیادہ ہے

(۲): اِلٰھِیُ کیف انقلبتَ بالخیبة محروماً وظنّی بجودك ان تقلّبنی مَرحُوماً ۔

اے میرے مولی! تو مجھے ناکام ونامراد اور محروم کرکے اپنے دربار سے کیسے واپس لوٹائے گا جبکہ میرا تو آپ کے ساتھ گمان یہ ہے کہ آپ مجھے محروم نہیں فرمائیں گے ۔

(۳): اِلٰھِیُ ان عـزب ربّـی عن تقویم ما یصلحنی فما عزب یقینی عنی فما ینفعنی؟

اے میرے مولی !اگر آپنے میرا پروردگار ہوتے ہوئے بھی مجھے میری ضروریات سے محروم کر دیا تو مجھے میرے اس یقین کے باوجود آپ کے علاوہ کون فائدہ دے گا؟

(٤): اِلٰھِیُ اعززت نفسی بایمانك فکیف تذلھا بین اطباق نیرانك۔

اے میرے مولی ! میں نے اپنے آپ کو تیرے ایمان سے مزین اور معزز کیا ہے بھلا آپ اسکو کیسے جہنم کی آگ میں جلائیں گے؟

(٥): اِلٰھِیُ اذا تـلـونـا مـن کتابك "شَدِیْدُ الْعِقَابِ" اَشفقنا واذا تلونامنه "الـغَـفُـوْرُ الـرَّحِیْـمُ" فرحنا ۔ فنحن بین امرین لا یؤمننا الکتاب سخطك ولا یُـؤسـنـامـن رحمتك ان قصر سعینا عن استحقاق نظرك فافض علینا رحمتك ۔

اے میرے مولی ! جب ہم تیری کتاب میں یہ پڑھتے ہیں کہ تو بڑا ہی سخت سزا دینے والا ہے تو ہمارا دل دہل جاتا ہے اور جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ تو بڑا ہی بخشنے والا رحمان ہے تو دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے لہذا ہمارا معاملہ ان دو کیفیتوں کے درمیان اٹکا ہوا ہے تیری کتاب ہمیں تری ناراضگی سے امن نہیں لینے دیتی اور نہ ہی تری رحمت سے مایوس ہونے دیتی ہے اگر آپ کا منظور نظر ہونے میں ہمارے اعمال رکاوٹ بھی ہوں تو بھی اپنی

رحمت کی چادر سے ہمیں ڈھانپ لینا۔

انّك لم تزل بی بارّاً ايّام حياتی فلا تقطع برّك عنّی ايّام وفاتی ۔ انُ غفرتَ فبفضلك وان عذّبت فبعدلك يَامَن لا يُرجی الا فضله ولا يخشی الا عدله ۔ من شواهد نُعماء الكريم استتمام نعمائه ۔ ومَن محاسن الجُود استكمال آلائه ۔

تو میری ساری زندگانی مجھ پر نیکی کرتا رہا مگر میرے موت کے وقت اپنی اس نیکی سے تو کیسے رک سکتا ہے اگر تو مجھے معاف فرما دے تو یہ تیرا فضل ہوگا اور اگر تو عذاب دینے کا فیصلہ کرے تو یہ تیرا عدل ہوگا اے وہ ذات جس سے صرف فضل ہی کی امید کی جاتی ہے اور جس کے عدل سے ہی ڈر آتا ہے۔ اے قابل عزت نعمتوں کے پیدا کرنے والے ہم آپ سے اپنے اوپر آپکی نعمتوں کو مکمل فرمانے کی التماس کرتے ہیں اور اے سخاوتوں کی خوبیوں کے مالک اپنی انعامات ہم پر فرما۔

(٦): اِلٰهِیُ ان اخطتُ طريق النظر لنفسی بما فيه كرامتها فقد تبينتَ طريق الفزع بما فيه سلامتها۔

اے میرے مولی! اگرچہ دیکھنے کے لحاظ سے میں نے اپنے نفس کے ساتھ بہت سی غلطیاں کی ہیں لیکن اس میں آپکی طرف سے عزت دیئے جانے کا امکان ہے اور آپ نے ہمارے لئے خوف کا راستہ تو ظاہر فرمایا ہے جبکہ اس میں سلامتی کے امکانات بھی روشن ہیں۔

(۷): اِلٰهِیُ ان کنت غیر متأهل لما ارجوا من رحمتك فانت أهلٌ ان تجود علی المذنبین بفضلك ۔

اے میرے مولی! اگرچہ میں اس قابل تو نہیں کہ تجھ سے تیری رحمت کا امیدوار بن سکوں لیکن تو ایسی ذات تو ہے کہ گناہگاروں پر اپنے فضل کی سخاوت فرمائے۔

(۸): اِلٰهِیُ أمرتَ بالمعروف وانتَ أولی به من المَأمورین وأمرتَ بصلة السّؤال وانت خیر المَسؤلین ۔

اے میرے مولی! تو نے ہمیں نیکی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ سارے محکوموں سے زیادہ آپ اس کے لائق ہیں اور آپ نے ہمیں سائل کے سوال پر نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا اور سارے مسئولین میں سے سب سے اس بات کے زیادہ اہل ہیں۔

(۹): اِلٰهِیُ سترتَ علیّ فی الدّنیا ذنوباً انَا الی سترها یوم القیامة أحوَج ، فلا تضحنِی بها علی رؤس الاشهاد ۔

اے میرے مولی! دنیا میں میرے گناہوں پر تو نے پردہ ڈالے رکھا اور میں روز قیامت میں اس بات کا زیادہ ضرورت مند ہوں کہ لوگوں کے سامنے مجھے شرمندہ نہ فرمانا۔

(۱۰): اِلٰهِیُ لاتردنی عن حاجة افنیت عمری فی طلبها منك ۔

اے میرے مولی! میری کسی حاجت کو مجھ سے دور نہ کرنا جس کی

طلب میں میں نے عمر کا ایک حصہ کھپا دیا ہو۔

(۱۱): اَللّٰھُمّ هب لی توبة نصوحا تذيقنى من حلاوتها وتوصل الى قلبى برد رافتها حتى اكون فى الدنيا غريبا ولك عبدا مجيبا فاصبح فى الدنيا بقلب حزين وعين سخينة وطول بكاء و كثرة دعاء۔

اے اللہ! مجھے توبۃً نصوحا کی توفیق نصیب فرما اور اسکی مٹھاس کا ذائقہ نصیب فرما اور اسکی ٹھنڈک اور نرمی میرے دل کی گہرائی تک پہنچا، تا کہ میں دنیا میں غریب بن سکوں اور آخرت میں تیری بارگاہ کا بندۂ مستجاب الدعوات بن سکوں، اور دنیا میں میں تیری یاد میں غمگین دل والا اور انصاف پسند آنکھ والا اور اپنی بارگاہ میں بہت زیادہ رونے اور زیادہ دعائیں کرنے والا بنا۔

(۱۲): اَللّٰھُمّ من انزل حاجته بأحد من الناس او طلبها اليه او وثق فيها بغيرك فانى لا انزل حاجتى الا بك ولا اطلبها الا اليك۔

اے اللہ! بہت سارے لوگ ہیں جو لوگوں کے ساتھ اپنی حاجات کو وابستہ کر لیتے ہیں یا ان سے اپنی حاجات کا مطالبہ کرتے ہیں یا اپنی حاجات کی تکمیل میں ان سے امیدیں لگا لیتے ہیں مگر میری کوئی حاجت تیری سوا کسی کے سامنے نہیں ہے اور نہ ہی میں تیرے سوا کسی سے کسی حاجت کا طلب گار ہوں۔

(۱۳): فأقض ياربّ حاجتى فأنتَ منتهى الحوئج ، واجعلنى برحمتك

مع الابرار ، واعتقنی من النّار ، واغفرلی عکوفی علی الذّنب بالعشیّ والابکار۔

اے میرے پروردگار! میرے حاجات پوری فرما، میری ساری حاجات اور تمناؤں کا آپ ہی منتہاء ہو، اپنی رحمت کے ساتھ مجھے نیکوکاروں میں سے بنانا، مجھے جہنم کی آگ سے محفوظ فرما اور صبح شام میرے گناہوں پر جمے رہنے کو بھی معاف فرما۔

آمین بحرمۃ النبی الکریم یا رب العالمین

بحمداللہ تمّ

لا اِلٰہ اِلا

اللّٰہ

الرسولُ

محمدٌ

﴾......المراجع......﴿

☆......☆......☆......☆

(۱): ابو حنیفة واصحابه المحدثون لعثمانی
(۲): الابانة عن اصول الدیانة لاشعری
(۳): أحکام القرآن لجصاص الرازی
(٤): اخبار ابی حنیفه واصحابه لصمیری
(٥): اختصار علوم الحدیث ابن کثیر
(٦): الاخبار الطوال لدینوری
(۷): اشارات المرام کمال الدین احمد البیاضی
(۸): الاشباه والنظائر علامه ابن نجیم الحنفی
(۹): الاصابه فی تمییز الصحابة ابن حجر
(۱۰): الاعتصام للشاطبی
(۱۱): الاعلام لزرکیلی
(۱۲): الانتقاء یوسف بن عبد البر
(۱۳): الامام ابو حنیفة ابو عبد اللّٰه الذهبی
(۱٤): ابو حنیفة النعمان وهبی سلیمان غاوجی

(۱۵): ابو حنيفة	ابو زهرة
(۱٦): اصول الفقه	محمد السرخسى
(۱۷): بلوغ الامانى	لكوثرى
(۱۸): تاريخ بغداد	ابو بكر بن الخطيب بغدادى
(۱۹): تاريخ	علامه ابن خلدون
(۲۰): تاريخ ملت	
(۲۱): تبييض الصحيفة	للسيوطى
(۲۲): تدريب الراوى	للسيوطى
(۲۳): تذكرة الحفاظ	شمس الدين الذهبى
(۲٤): تانيب الخطيب	زاهد الكوثرى
(۲۵): تنسيق النظام	محمد بن احمد السنبهلى
(۲٦): تعليق المجدد	للكنوى
(۲۷): تهذيب لتهذيب	لعسقلانى
(۲۸): جامع بيان العلم	يوسف بن عبد البر
(۲۹): الجامع الصغير	لشيبانى
(۳۰): الجامع الكبير	لشيبانى
(۳۱): جامع المسانيد	محمد بن محمود الخوارزمى
(۳۲): الجواهر المضية	لقرشى
(۳۳): حياة ابى حنيفة	سيد عفيفى
(۳٤): حياة امام اعظم	اجمل خان

(٣٥):	حسن التقاضی	علامہ زاھد الکوثری
(٣٦):	الخیرات الحسان	احمد بن الحجر الھیتمی
(٣٧):	الدر المختار	علاء الدین الحصکفی
(٣٨):	رد المحتار	لابن عابدین
(٣٩):	الرد علی سییر الاوزاعی	لابی یوسف
(٤٠):	رسائل	لابن عابدین
(٤١):	الرفع التنکیل	عبد الحی لکھنوی
(٤٢):	السنة ومکانتھا فی التشریع الاسلامی مصطفی السباعی	
(٤٣):	سنن	لابن ماجه
(٤٤):	سنن	لترمذی
(٤٥):	سنن	لابی داود
(٤٦):	سنن	لنسائی
(٤٧):	سنن الکبری	لبیھقی
(٤٨):	سیرة النبی	شبلی وندوی
(٤٩):	شان امام اعظم	ابو الحسن زید فاروقی
(٥٠):	شرح السنة	للالکائی
(٥١):	شرح کتاب الآثار	ابو الوفاء الافغانی
(٥٢):	شرح الفقه الاکبر	ملا علی قاری
(٥٣):	شرح معانی الآثار	لطحاوی
(٥٤):	شرح مشکل الآثار	لطحاوی

(٥٥): شرح الزيادات	لقاضی خان
(٥٦): صحيح	لبخاری
(٥٧): صحيح	لمسلم القشيری
(٥٨): صحيح	لابن حبان
(٥٩): الصحاح فی اللغة	
(٦٠): طبقات السنية	لتميمی
(٦١): ظفر المحصلين	لكنكوهی
(٦٢): عقود الجمان	محمد بن يوسف الصالحی
(٦٣): عقود جواهر المنيفة	للزبيدی
(٦٤): العقيدة الطحاوية	لطحاوی
(٦٥): علوم الحديث	ابن الصلاح
(٦٦): عيون الاخبار	ابن قتيبه
(٦٧): الغرة المنيفة	للغزنوی
(٦٨): غمزة عيون البصائر	لحموی
(٦٩): فقه اهل العراق وحديثهم	زاهد الكوثری
(٧٠): فتح القدير	كمال الدين ابن همام
(٧١): الفهرست	ابن نديم
(٧٢): الفوائد البهية	اللكنوی
(٧٣): فلسفه شريعت اسلامی	صبحی محمصانی
(٧٤): كتاب الحجة علی اهل المدينةلشيبانی	

(۷۵): کتاب الام — محمد الشافعی

(۷٦): کتاب الآثار — لشیبانی

(۷۷): کتاب السییر والخراج — لشیبانی

(۷۸): کتاب السییر الصغیر — لشیبانی

(۷۹): کتاب السییر الکبیر — لشینانی

(۸۰): کتاب السنة — لابن ابی عاصم

(۸۱): قلائد عقود العقیان — شرف الدین یمنی

(۸۲): لامع الدراری — محمد زکریا کاندھلوی

(۸۳): المبسوط شرح الکافی — لسرخسی

(۸٤): مجموعه الفقه الاکبر — لعلوی

(۸۵): مجمع الانھر — داماد آفندی

(۸٦): مجموعی رسائل — لکنوی

(۸۷): مصباح اللغات — لبلیاوی

(۸۸): الملل والنحل — لشھرستانی

(۸۹): المعلومات النافعة — احمد جودت

(۹۰): المدخل الی دراسة علم الکلاملحسن الشافعه

(۹۱): مرقاة المفاتیح — ملا علی القاری

(۹۲): مسئلة خلق القرآن — عبد الفتاح ابو غدة

(۹۳): مسند امام اعظم — لحصکفی

(۹٤): مسند امام — ابو نعیم الاصفھانی

(۹۵): مکانة ابی حنیفة بین المحدثین لحارثی

(۹٦): مقالات لکوثری

(۹۷): المناقب ابوالمؤید موفق المکی

(۹۸): المناقب محمد بن محمدالکردری

(۹۹): المناقب لابن البزازی

(۱۰۰):المیزان عبد الوهاب الشعرانی

(۱۰۱):النکت الطریفة زاهد الکوثری

(۱۰۲):مجموعه وصایا امام اعظم مفتی عاشق الهی

(۱۰۳):المناقب علامه شمس الدین الذهبی

(۱۰٤):وفایات الاعیان لابن خلکان

(۱۰۵):الیواقیت والجواهر لشعرانی

تصانیف حضرت مفتی رشید احمد العلوی

١: شرح عشرین لابی حنیفه تالیف وتشریح

٢: شرح الفقه الاکبر شرح وتحقیق

٣: شرح الفقه الابسط ازابومنصورماتریدی وگیسودراز

٤: امام اعظم کی وصیتیں اور نصیحتیں مجموعة الوصایاء

٥: اربعین ابی حنیفه (ایمان ،عبادات،معملات)

٦: جامع المسانید تجرید اسنادوترقیم جدید

٧: نماز کے مسائل خلاصه اور شروط بمع ضمیمه

٨: مجموعه الفقه الاکبر:اول تصانیف الامام الاعظم

٩: مجموعه الفقه الاکبر :دوم معروف المتن المعتبرة

١٠: علامات اهل السنت تالیف وترجمه

١١: قواعد الاحکام قواعد فقه حنفی

١٢: سود کی متبادل اساس تصنیف

١٣: الانعام فی سیرة الامام تالیف

١٤: رساله الماتریدیه تالیف

١٥: منیة المصلی حاشیه